ہابیل قابیل

بجواب "بھائی بھائی"

مولانا سیّد کرّار حسین صاحب فخر الافاضل (بیرپوری)

واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

باراوّل ۱۹۶۲ء

23997

پبلشر

(مولانا) احمد مظلوم ممتاز الافاضل

پرنٹر

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے

فہرست مضامین

صفحہ		صفحہ	
حرف آغاز	۵	خلافت امیر المومنینؑ	۵۳
باب اوّل	۹	بیعت علیؑ کی صحیح کہانی	۶۳
باب دوم		بیعت کیوں کی	۶۶
القرآن الحکیم	۱۶	من کنت مولا کی تشریح اہلسنت	
نظریہ تحریف قرآن کا موجد	۲۸	کے نقطۂ نظر سے	۷۲
جنگ جمل	۳۲	دو واقعات	۸۲
جمع قرآن	۳۵	مسئلہ امامت	۹۲
حفاظت قرآن	۳۷	صحیح و غلط کا ایک عمدہ معیار	۱۲۲
امامیہ اور قرآن	۴۱	باب پنجم	
باب سوئم		حضرت امیرؑ اور خلفائے ثلاثہ کے	
حدیث	۴۲	تعلقات	۱۲۹
راویان امامیہ	۴۴	سفید جھوٹ	۱۳۳
اہمیت حدیث و معیار صحت	۴۷	قرابتیں — عقد ام کلثوم	۱۳۹
باب چہارم		خلفائے اربعہ کی آرار ایک دوسرے	
خلافت و امامت	۴۹	کے متعلق	۱۵۵

	صفحہ
خلفائے ثلثہ امیر المومنینؑ کی نظر میں	۱۵۷
چند متفرق واقعات	۱۶۵
ایک سفید جھوٹ	۱۶۷
دفن معصومۂ عالم	۱۶۸
آل رسولؐ کے نام	۱۶۸
تاریخ میں تحریف	۱۶۹
صالحین مذہب کاذب	۱۸۳
باب ششم	
خلفائے ثلثہ قرآن کی روشنی میں	۲۰۰
بیان خلفاء پر واقعاتی دلائل	۲۰۰
ایمانِ خلفاء پر قرآن کی شہادت	۲۰۸
عمر کی مخالفت اور بیعت الرضوان کی حقیقت	۲۱۸
حضرت ابوبکر صاحب کا اعمال نامہ	۲۲۵
عمر صاحب کا اعمال نامہ	۲۲۶
عثمان صاحب کا اعمال نامہ	۲۲۷
منافق کی علامتیں	۲۳۴
باب ہفتم	
خلفائے ثلثہ ائمہ و علمائے امامیہ کی نظر میں	۲۹۲
حضرت صدیق کے متعلق آراء	۲۹۵
علمی سرقہ فریب اور جال	۳۰۴
عمر ابن خطاب	۳۲۰
حضرت عثمان	۳۲۸
باب ہشتم	
تقیہ	۳۳۱

حرفِ آغاز

سبحان من تعالیٰ عن ندہ و نظیرہ وصلوٰۃ تامۃ علی بشیرہ و نذیرہ
والہ الذین کانوا متبعی ارادہ و تسدیرہ ولعنۃ اللہ علی عدوھم
و نتبرأ من ظلمہ و تزویرہ امابعد۔

ناظرین کرام! اصل بحث سے قبل صحیح رائے قائم کرنے کی آسانی کے لئے ہماری یہ چند سطریں ضرور پڑھ لیجئے۔

(۱) برق صاحب کون ہیں؟ — اس کیلئے آپ اتنا یاد رکھیں کہ وہ پیدائشی سنی مسلمان ہیں ان کے والدین اور اہلِ خاندان سب سُنی ہیں، چنانچہ ابتداءً یہ خود بھی سُنی المذہب تھے مگر "حقیقت" کی دریافت کے "شوق" نے ان کو سنہ ۱۹۲۴ء کے قریب ملحد بنا دیا اور برق صاحب مرتد ہو گئے ———

اس کے بعد انھوں نے تھوڑا اور سوچنا شروع کیا اور سوچتے سوچتے سنہ ۱۹۲۹ء میں پھر اسلام کی طرف پلٹے اور ایک "فیشن" اختیار کیا ——— یہ فیشن عموماً ان انگریزی داں مسلمانوں کا جزو زندگی ہو چکا ہے جن کے والدین نے ابتداء میں ان کی صحیح دینی تعلیم کی طرف توجہ کرنے کے بجائے CAT کیٹ ——— اور RAT ریٹ کی تعلیم دی ہے ——— یعنی برق صاحب جملہ مسلمانوں کے خلاف ہو گئے اور اس سلسلہ میں انھوں نے "دو اسلام" لکھا ہمیں انتظار ہی تھا کہ اب عنقریب ہی وہ شاید "دو خدا"..... بھی لکھیں لیکن ایسا نہیں ہوا نہ معلوم کیوں؟ بہر حال خیریت ہو گئی ——— چنانچہ وہ (سر پر عمدہ باندھ کر) اب

"بھائی بھائی" کا "نیا سودا" لے کر فریقین کے درمیان آئے ہیں جس میں آپ کو مکر، فریب، جعل، حیلہ، کید، سفسطہ، بہتان، الزام، کذب، مجادلہ، مکابرہ غرض اس طرح کی جملہ چیزیں مل جائیں گی یہ ایک نئی قسم کی "پرچون کی دوکان" ہے —— غرض کہ اب وہ "خاص سُنّی" ہو گئے ہیں یعنی شیعیت کے "شدید مخالف" جو ان کے اسلاف کا آج سے نہیں تقریباً چودہ سو برس سے طریقہ چلا آرہا ہے حالانکہ ان کو خود اس کا اقرار ہے کہ ("میں نے شیعہ کی تاریخ فقہ حدیث اور تفسیر کا مطالعہ کیا اور مجھے پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ اس فرقہ کے متعلق میرے اکثر تاثرات غلط تھے")

یہ خصوصیت انھیں سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ان کے جملہ برادران ملت پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ تاثرات کی انھیں غلط کاریوں میں مبتلا ہیں البتہ پڑھے لکھے اگر تاریخ فقہ حدیث اور تفسیر کا مطالعہ کرتے ہیں تو دو ہی صورتیں ہوتی ہیں اگر واقعی حقیقت کی تلاش مقصود ہوتی ہے تو سُنّی مولانا سید مقبول احمد مبلغ اسلام مولانا محمد اسمٰعیل اور مولانا غلام حسنین (پنڈت) بنتا ہے —— اور اگر دل پر تعصّب کے گہرے سیاہ پردے پڑے ہوتے ہیں تو مرزا حیرت محمود عباسی، اور غلام جیلانی برق تیار ہوتے ہیں۔

(۲) ہماری غرض صرف یہ ہے کہ برق صاحب نے ملت حقہ "شیعہ امامیہ" اور اس کے ہادیان و رہبران کرام یعنی آئمہ اہلبیت علیہم السلام کے ارشادات سے جو غلط نتائج اخذ کر کے مذہب شیعہ اور ان کے علماء پر غلط الزامات اور گمراہ کن ایرادات وارد کیے ہیں ان کی قلعی عوام پر کھل سکے اور حقیقت واضح ہو جائے۔

(۳) اکثر عربی عبارت اختصار کے خیال سے حذف کر دی گئی ہیں۔

(۴) ہم نے برق صاحب کی عبارت ہلالین اور واوین (" ") کے بیچ میں لکھی ہے۔

(۵) صرف واوین (" ") کے درمیان جو عبارت ہے یا وہ کسی اور کی ہے یا صرف اس لئے واوین بنا دیا ہے تاکہ وہ کسی وجہ خاص سے توجہ خاص کا مستحق ہو سکے ——— اب ناظرین اصل کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

ناچیز
سید کرار حسین عفی عنہ
۱۷ ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء
مدرسۃ الواعظین کیننگ اسٹریٹ
لکھنؤ

باب اوّل

(شیعہ یہ سمجھتے ہیں کہ سُنی ہر زمانہ میں اہل بیتؑ کے دشمن رہے ہیں ان کے حقوق چھینے اور ان پر ہر قسم کے مظالم توڑتے رہے - اس میں کلام نہیں کہ سلاطین امیہ نیز بعض عباسی خلفاء نے خاندان رسالت کے بعض ارکان سے ناروا سلوک کیا تھا لیکن اس سلوک کی ذمہ داری ان ہی سلاطین پر عائد ہوتی ہے آج کا سُنی نہ توان مظالم کی تائید کرتا ہے اور نہ خاندان رسالت کے متعلق ہلکی سی سوء ادبی برداشت کرسکتا ہے۔
ایک زمانہ تھا جب صلوۃ جمعہ کے خطبوں میں امیر المومنینؑ پر لعنت بھیجی جاتی تھی لیکن وہ دور سلطنت اموی کے ساتھ ہی ختم ہو گیا - اہلبیتؑ کا احترام ہمیشہ سنیوں کا جزو ایمان رہا ہے یہاں تک کہ آل رسولؐ پر صلوۃ وسلام کا بھیجنا انکی نماز کا اہم حصہ ہے جس کے بغیر ان کی نماز ہی ادا نہیں ہوتی ہے)

شیعہ سنیوں کو غلط سمجھے ہیں یا آپ شیعوں کو غلط سمجھے اس کا فیصلہ واقعات کریں گے نہ ہم نہ آپ لیکن ان تاریخی واقعات کو کیا کیا جائے گا جن کی بناء پر شیعوں کے خیالات کو تقویت پہونچتی ہے ؟ کیا آپ کوئی دور ایسا پیش کرسکتے ہیں

جس میں شیعوں پر ظلم نہیں کیا گیا؟ گذشتہ واقعات کے تعاقب میں اپنا وقت کیوں ضائع کیجئے بیسویں صدی ہی کو دیکھ کر فیصلہ کیجئے علامہ شبلی نے جناب امیر المومنین علیہ السلام پر شراب نوشی کا الزام عائد کیا مولوی عبد الحلیم شرر نے "سکینہ بنت الحسین" نامی ناول لکھا مرزا حیرت دہلوی نے واقعات کربلا کے غلط ثابت کرنے کی سعی ناکام کی محمود احمد عباسی کا قائم کیا ہوا فتنہ ابھی تازہ ہے اس کے علاوہ ہند و پاک میں "تعزیہ داری" کے خلاف منظم سازش اہلبیت اور ان کے شیعوں پر ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ مانا ہم نے کہ ان واقعات سے صرف شیعوں کو دکھ نہیں ہوا بلکہ ہر اہلِ دل کو کچھ نہ کچھ صدمہ ضرور پہونچا لیکن واقعی طور سے یہ حربے کس کے لئے استعمال کئے گئے؟ ——————

اگر شیعہ یہ خیال کرتے کہ ہر زمانہ میں ہر سُنی شیعہ کا دشمن رہا تو وہ قصوروا ہوتے اس لئے کہ انھیں سنیوں میں امام نسائی سید علی ہمدانی شیخ سلیمان قندوزی اور مولوی محمد عسلے حیدر شاہ قلندر جیسے اہل محبت بھی گذرے ہیں یقیناً سلاطین بنی امیہ و بنی عباس کے افعال کی ذمہ داری انھیں پر عائد ہوتی ہے لیکن ان کے افعال پر راضی رہنے والوں پر بھی تو ذمہ داری عائد ہوگی اسلیے کہ قرآن کریم نے پیغمبر اسلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کو (جو اپنے آبا و اجداد کے ہم مسلک تھے) ان کے آباء و اجداد کے کارناموں کا ذمہ دار بنایا ہے

یقیناً آج اکثر سنی بھی اسی حیثیت سے ان کے افعال کے ذمہ دار ہوں گے اس لئے کہ وہ بنی امیہ و بنی عباس کے موئد ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو آپ ہی اپنے مذہب کے وکیل بن کر اعلان کر دیجئے کہ تاریخ الخلفاء وغیرہ

کتب میں جن ظالم وجابر خلفائے بنی امیہ وبنی عباس وغیرہ کے نام ہیں..... ہم انکو اپنا خلیفہ نہیں تسلیم کرتے۔ ہاں یہ درست ہے کہ بحمد اللہ آج مسجدوں میں نماز جمعہ کے موقع پر خطبوں میں لعنت نہیں بھیجی جاتی لیکن جس (معاویہ) نے اس رسم قبیح کی ابتداء کی اور جن جن لوگوں نے اس میں شرکت کی ان کو تو دعائے خیر کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے اور آج کے.... مسلمان اب بھی ان.... کو اپنا اپنا امیر اور پیشوا خیال کرتے ہیں جب ان مظالم کو "عدل" سمجھنے والے آج بھی موجود ہیں تو آپ یہ باور کرانے کی کوشش کیوں فرماتے ہیں کہ وہ دور سلطنت اموی کے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔ جب ("اہل بیت کا احترام ہمیشہ سنیوں کا جزو ایمان رہا") تو اموی بادشاہوں کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟ یہ سنی مسلمان تھے یا کسی اور مذہب سے تعلق رکھتے تھے؟ نماز میں آلِ محمدؐ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا جہاں تک تعلق ہے اگر اس میں ہم آپ کو صادق القول فرض کرلیں تو کیسے جبکہ علامہ زمخشری یہ فرماتے ہیں کہ "درود ہر مسلمان پر بھیجنا قرآن سے ثابت ہے لیکن علماء کہتے ہیں کہ صرف اہلبیت رسول پر درود بھیجنا دو وجہوں سے مکروہ ہے ایک تو یہ کہ ہم لوگ صرف حضور پر درود بھیجتے ہیں دوسرے یہ کہ اہلبیت پر درود بھیجنا رافضیوں کی عادت ہے اس لئے ان کی تشبیہہ سے بچنا چاہیئے (تفسیر کشاف آخر سورہ احزاب) فرمائیے اس قول کو دیکھتے ہوئے ہم کس قول پر اعتماد کریں آپ کے بزرگ ابوالقاسم زمخشری کے قول پر یا آپ کے؟

("شیعوں کے متعلق سنیوں کے الزامات بھی کوئی خاص حقیقت نہیں رکھتے گو بعض شیعی فرقے تحریف قرآن کے قائل رہے ہیں

اور ان میں سے بعض فی الواقعہ حضرت علیؑ کو حضور صلعم سے افضل سمجھتے تھے وہ فرقے آج سے صدیوں پہلے ختم ہو چکے ہیں اس وقت صرف امامیہ شیعہ باقی رہ گئے ہیں جو قرآن کو صحیح مکمل اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ سمجھتے ہیں اور امیر المومنینؑ کو جانشین رسول اور علوم باطنیہ کا امام و منبع مانتے ہیں ہر قسم کی تخریب سے ان کا دامن پاک ہے")

محترم برق صاحب کو اقرار ہے کہ شیعوں پر سنیوں کی طرف سے عائد کئے ہوئے الزامات کوئی خاص حقیقت نہیں رکھتے دیکھو خود برق صاحب ہی کا کوئی اعتراض کیوں نہ ہو اس کی کوئی خاص حقیقت نہیں ہو گی یعنی وہ "اوچھے" اعتراض ہوں گے عند العقلا جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوا کرتی۔ امید ہے کہ یہ اعتراف کتاب کے آئندہ صفحات میں موصوف کو یاد رہیگا۔ امامیہ شیعہ قرآن مجید کو صحیح مکمل اور ہر قسم کی تحریف سے محفوظ سمجھتے ہیں امیر المومنین علیہ السلام کو جانشین رسول جانتے اور مانتے ہیں غرض کہ ہر قسم کی تخریب سے ہمارا دامن پاک ہے ہم برق صاحب کے شکر گذار ہیں کہ "الفضل ما شهدت به الاعداء" کے کہنے کا آپ نے ہم کو موقع عنایت فرمایا۔

("اور قدح صحابہ کو معیوب قرار دیتے ہیں گو آج بھی بعض شیعی واعظین خلفاء ثلثہ پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں لیکن ان کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے۔ اس تنقید کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری تاریخ اور ہمارا ذخیرۂ روایات ہر قسم کے رطب یابس سے لبریز ہے ہماری احادیث میں وہ روایات بھی شامل ہیں جو اعدائے اسلام نے مسلمانوں میں پھوٹ

ڈالنے اور دنیا کی اس زبردست طاقت کو نیچا دکھانے کی خاطر وضع کی تھیں")

برق صاحب آپ تو اللہ کے فضل سے پی، ایچ ڈی بھی ہیں یقیناً آپ کو حوالہ دینے میں سہولت ہوگی ذراہم کو بھی اس کتاب رسالہ یا پمفلٹ سے مطلع فرمائیے جس میں کسی ادنی شیعہ نے بھی قدح صحابہ کو معیوب قرار دیا ہو روا داری میں برملا ایسا نہ کرنا "معیوب" قرار دینے کے مرادف نہیں ہوتا۔ شیعہ واعظین ہی نے کیا جرم کیا ہے غیر مسلم مورخین کو جناب نے کیوں نظرانداز فرما دیا اور غیر مسلم درکنار خود آپ کے "نقادان فن" نے معیوب کو کیوں اختیار کر لیا ڈپٹی نذیر احمد صاحب ہی کو لے لیجئے دیکھئے کتنا بے لاگ تبصرہ اور کتنی سخت تنقید فرماتے ہیں۔ "اتنا کہے بدوں نہیں رہ سکتے کہ عثمان اپنی بے جا اور تحکمانہ اور خود سرانہ کارروائیوں کی وجہ سے قتل کے تو نہیں عزل کے مستوجب ضرور تھے" (امہات الامہ) ——— پھر خالد بن ولید کے حالات میں آپ کو یہ ملا ہوگا کہ حضرت ابوبکر کے فعل پر حضرت عمر جیسے "فاروق" کو اعتراض تھا اور ایسا سخت احتجاج تھا جس کو اپنے دل میں لئے رہے اور آخر میں جب موقع ہاتھ آیا تو خالد بن ولید کو معزول کر دیا ملاحظہ ہو کنز العمال جلد ۳ - فرمائیے اب تو صرف شیعہ واعظین ہی تنقید کے جرم میں ماخوذ نہ ہوں گے؟ اور حضرت عمر کے متعلق تو کچھ عرض کرنا ہی فضول ہو گا وہ بیچارے تو اتنے سیدھے اور نرم دل تھے کہ مدینہ کی عورتیں اکثر احکام عمری پر سر دربار تنقید کرتی تھیں اور حضرت عمر خفا بھی نہیں ہوتے تھے بلکہ نہایت خندہ پیشانی سے

اپنی غلطی کا اعتراف کرکے فرماتے ہیں کہ کل الناس افقہ من عمر حتی ربات الحجال سب، تو سب گھر کے اندر رہنے والی عورتیں بھی عمر سے زیادہ احکام سے واقف ہیں (ابن ابی الحدید ص۶۱ ج ۱)

حضرت عمر کے اس اقرار سے معلوم ہوا کہ اگر نقاد صحیح تنقید کر رہا ہے تو بگڑنا نہیں چاہیئے آپ شیعہ واعظین سے اس لئے خفا ہو گئے کہ وہ خلفا ثلثہ پر تنقید کرتے ہیں حالانکہ تنقید پر خفا نہ ہونا سنت "فاروقی" ہے۔ شیعہ واعظین جو تنقید کرتے تھے ان کی تعداد روز بروز کم ہو رہی ہے یہ محض آپکا حسن ظن ہے واقعہ نہیں اگر شیعہ واعظین کی مردم شماری کیجئے گا تو میرے بیان کی آپ خود تصدیق فرمائیں گے۔ آپ کی تاریخ اور آپ کے ذخیرۂ روایات میں ہر طرح کے رطب و یابس ہی نہیں بلکہ میرے مشورہ پر عمل کرکے آپ تھوڑا اور ذہن پر باردیں تو پورا ذخیرہ زیادہ تر ردی کا ٹوکرہ نظر آیگا یہ کہنا کہ دشمنوں نے ایسا کیا صحیح ہے ہم ان دشمنوں کو پہچانتے ہیں آپ تو دشمن کو بھی رضی اللہ عنہ کہہ کر آزاد کر دیتے ہیں۔

(ہمارے واعظین عموماً نیم خواندہ قرآن کے اسرار ورموز سے ناآشنا اور ہدایت و روایت سے بے بہرہ ہوتے ہیں ایسی کوئی روایت سامنے آتی ہے تو یہ سوچے بغیر اس کی تبلیغ شروع کر دیتے ہیں اور عشرہائے محرم کے ناگوار واقعات انھیں مواعظ کا نتیجہ ہیں")

یہ بھی کیا صفت برق صاحب نے اپنے واعظین کی بیان کی کہ ہیں تو واعظین مگر عام طور پر ناخواندہ قرآن کے اسرار سے ناآشنا اور روایت و ہدایت سے

بے بہرہ اے ماشاءاللہ مگر محترم برق صاحب صبر نہایت عمدہ صفت ہے کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہئے ہر ایک شخص خود اپنے فعل کا ذمہ دار ہوتا ہے آپ کو کیا پڑی ہے کہ ان کو کوسنے دے کر معصیت میں مبتلا ہوں اگرچہ آپ نے حقیقت کا پتہ بتایا ہے لیکن عموماً" کے وسیع دائرہ میں صرف "مولود سعیدی" اور "بہشتی زیور" کے لکھنے والے نہیں آتے اس لئے کہ شیعہ واعظین نہ ان کتابوں پر تنقید کرتے ہیں اور نہ عشرہ محرم کے مواعظ کا ان کتابوں سے کوئی ربط ہے جہاں سے شیعہ واعظین کرام کو یہ مصالحہ ہاتھ لگتا ہے اس کا پتہ ہم بتائے دیتے ہیں صحاح ستہ، احیاء العلوم غزالی، ازالۃ الخفا، حبیب السیر، طبری، ابوالفدا، سیرۃ النبی، الفاروق، درمنثور، تفسیر کبیر، کشاف اور بیضاوی وغیرہ وغیرہ ہیں۔ فرمایئے کیا انھیں کتابوں کے مصنفین کو آپ نیم خواندہ اور قرآنی اسرار و رموز سے ناآشنا اور بے بہرہ بتاتے ہیں؟ ایسی صورت میں آپ کے ہاں اب باقی ہی کیا بچے گا۔

ان مستند کتب سے جو مواد فراہم ہو اس کی بنیاد پر کسی حقیقت کا اظہار کسی کے لئے وحشت و اضطراب کا باعث بن جائے اور اپنے مسلمات و عقائد کے تحفظ میں وہ علمی سرمایہ سے تہیدستی کے باعث جل اُٹھے اور پھر عشرہائے محرم میں ناگوار مظاہرات کا باعث بن جائے، تو فرمائیے اسکی ذمہ داری کس پر ہے؟۔ تعجب ہے کہ آپ آزادرائے کے مدعی ہو کر ان ناسمجھ اور نادان شورش پسندوں پر اظہار تاسف نہیں فرماتے جو بے عقلی کے سبب چراغ پا ہو کر غلط اقدام کے مرتکب ہوتے ہیں۔

باب دوم

القرآن الحکیم

مسئلہ تحریف کے سلسلہ میں سنی و شیعہ روایات نقل کرتے ہوئے برق صاحب شیعہ عقائد کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں۔

(" قرآن، حضور علیہ السلام کی زرہ، اور چند دیگر تبرکات نیز خاتم سلیمان عصائے موسیٰ کے ہمراہ ایک صندوق میں منتقل کر دیا گیا، یہ صندوق بعد کے آئمہ تک منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت امام مہدیؑ اسے ہمراہ لے گئے۔ اگر ان روایات کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حضرت امیر المومنین چند آدمیوں کے انکار سے مشتعل ہو کر ساری کائنات انسانی کو ان گنت صدیوں تک کتاب ہدایت سے محروم کر دیا کہیں اسلام باقی نہ رہا اور نہ کوئی ایسا میزان جس سے ہم اپنے اعمال کے نیک و بد ہونے کا کوئی فیصلہ کر سکیں اگر فی الواقعہ یہ روایات صحیح ہیں تو پھر تاریخ انسانی کا یہ پہلا حادثہ ہے کہ ایک رسولؐ کی رحلت کے معاً بعد اس کی الہامی کتاب

کس لئے اہلبیتؑ نے غائب کر دی۔۔۔۔۔")

اللہ کا مقرر کردہ امام کبھی "مشتعل نہیں ہوتا توبہ کیجئے ایسے فاسد عقیدہ سے یہ انکار چند آدمیوں نے کیا ہوتا تو ان کو راہ راست پر لایا جا سکتا تھا مگر مسلمانوں کی بدقسمتی سے وہ مخالفت کر رہا تھا جس نے چند کے علاوہ باقی سارے مسلمانوں کو اپنے دام میں گرفتار کر لیا تھا۔ اس مقام پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آخر اتنی جلد حضرت علی علیہ السلام سے مسلمان برگشتہ کیوں ہو گئے آخر اس کا راز کیا تھا؟ اس کا جواب بغور ملاحظہ ہو۔ واعلم ان کل دم اراقہ رسول اللہ صلعم بسیف علیؑ وبسیف غیرہ فان العرب بعد وفاتہ عصبت تلک الدماء بعلی بن ابی طالب وحدہ لانہ لم یکن فی رھطہ من یستحق فی شرعھم وسنتھم وعادتھم ان یعصب بہ تلک الدماء بعلیؑ وحدہ وھذہ عادۃ العرب اذا قتل منہا قتلی طالبت بتلک الدماء القاتل فان مات او تعذرت علیہا مطالبتہ طالبتہ بہا امثل الناس من اھلہ۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۲ جزء ۱۳ صـ ۱۵۲)

رسولؐ کے مقابلہ میں جو تہ تیغ ہوئے خود حضرت علیؑ کے ہاتھوں یا دوسروں کے ذریعہ۔ عرب والوں نے بعد وفات نبی وہ سب تنہا حضرت علیؑ پر عائد کر دیا کیونکہ خانوادہ نبوت میں بجز حضرت علیؑ اہل عرب اپنے عادات و رسوم و آئین کے مطابق کسی سے انتقام کے طالب ہو ہی نہیں سکتے تھے اس لئے کہ مروج طریقہ اہل عرب میں یہ تھا کہ مقتول کا بدلہ براہ راست قاتل سے لیتے تھے اور اگر وہ نہ رہا یا اس سے کسی وجہ سے انتقام نہ لے سکے تو اس کے خانوادہ

اور قبیلہ کے ایسے شخص سے بدلہ لیتے تھے جو قاتل سے ہر طرح مشابہ تر ہوتا تھا۔

علامہ ابن ابی الحدید کی مندرجہ بالا عبارت اس امر کی کاشف ہے کہ بعد رسول چونکہ ہر طرح وارث رسولؐ علی تھے لہذا ہر وہ عوض جو کفار رسولؐ سے لیتے انھوں نے علی علیہ السلام سے لینا چاہا اور بقول ابن ابی الحدید بدلہ اور عوض لے کر دشمنوں نے ثابت کر دیا کہ حقیقتاً وارث رسولؐ علیؑ ہی ہیں یہی وجہ تھی کہ لوگ مسلمان ہونے کے بعد بھی علیؑ سے برگشتہ تھے انکے دلوں میں چبھن تھی کہ یہی وہ علیؑ ہیں جنہوں نے ہمارے باپ دادا بھائی بھانجے اور ماموں کو قتل کیا۔ جب مولائے کائنات نے مسلمانوں کی نظر بالکل بدلی دیکھی تو سوا اس کے اور کیا چارہ تھا کہ وہ قرآن جسے خود انھوں نے ترتیب دیا تھا اپنے ہی پاس محفوظ رکھیں کیا اسے بھی ایسی حالت میں نذر آتش کرنے کے لئے دیدیتے۔ یہ صحیح ہے کہ کائنات انسانی ان گنت صدیوں تک کتاب ہدایت سے محروم ہوگئی مگر یقین فرمائیے کہ جناب امیرؑ کی طرف سے اس سلسلہ میں کوئی کوتاہی (معاذاللہ) عمل میں نہیں آئی بلکہ ان لوگوں کی کوتاہی اور غلطی تھی جنھوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ابوالحسنؑ! ہمارے پاس تو قرآن ہے آپ اپنا قرآن واپس لے جائیے۔

ان لوگوں نے تو ہمیشہ ہدایت سے محروم کیا یہ نیا واقعہ نہیں تھا، رسول کریم کو آخر وقت کتابت سے منع کیا ورنہ آج غریب مسلمانوں میں تہتّر فرقے نہ ہوتے "لن تضلوا بعدی" کسی اور کا نہیں رسول کا وعدہ تھا جن لوگوں نے شان رسولؐ میں بے ادبی کی اور لکھنے نہیں دیا وہی لوگ ضلالت کے

گمراہی اور کائنات انسانی کے کتاب ہدایت سے محروم رہ جانے کے ذمہ دار سمجھے جائیں گے۔ ایک سوال یہ ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کے مُرجانے کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے اپنا جمع کردہ کلام اللہ کیوں نہ رائج کردیا ہاں یقیناً ایسا کہا جاسکتا تھا لیکن آج افتراق امت کی ساری ذمہ داری مولائے کائنات پر عائد ہوتی۔ ہر فرقے والا دوسرے کے قرآن کی بے حرمتی و بے عزتی کرتا ہر ایک دوسرے کے قرآن کو محرف ثابت کرتا جس سے اسلام کو سخت نقصان پہونچتا اور ان سب کی ذمہ داری حضرت علی علیہ السلام پر ہی عائد کی جاتی ـــــ جب موقع تھا تو جناب امیرؑ نے قرآن دینا چاہا مگر مسلمانوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا بس امام وقت کا فرض ادا ہوگیا اس لئے کہ امام و نبی پر علی الاطلاق تبلیغ واجب نہیں ہوا کرتی بلکہ فی الجملہ ہوتی ہے۔ یعنی گھر گھر جاکر فرداً فرداً اور زبردستی تبلیغ کرنا نہ نبی کا منصب ہے اور نہ امام کا۔ نبی و امام کی تبلیغ "فلیبلغ الشاھد منکم الغائب" کا حکم رکھتی ہے امت خود فلاح و ہدایت کے سرچشمہ سے دور ہوجائے تو امت قصوروار ہے یا اگر کچھ لوگ کائنات انسانی کو ہدایت سے محروم کردیں تو اس کے ذمہ دار وہی لوگ ہوں گے۔ انکار کے بعد دوبارہ اپنا جمع کردہ قرآن نہ دینا عین حکمت تھی ورنہ جو فساد ہوا وہ کم ٹھہرتا اس وقت کے فساد سے جو ہر دو قرآن کی موجودگی میں ہوتا۔ اس کے علاوہ جناب بے ق صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ علیؑ کا قرآن کوئی دوسرا قرآن نہ تھا بلکہ وہ یہی تھا جو آج امت کے ہاتھوں میں ہے البتہ اس کی ترتیب حسب تنزیل تھی۔

ویقال ان مصحف علی کان علیٰ ترتیب النزول (فتح الباری ج ۴)

ہاں یہ ممکن ہے کہ تفسیری فٹ نوٹ حاشیہ پر موجود رہے ہوں جس سے مفسرین کو کافی مدد ملتی - اس کے علاوہ اس کی ذمہ داری کیا تھی کہ اگر حضرت علیؓ اپنا جمع کردہ قرآن مجید ان لوگوں کے حوالہ کر دیتے جو آثار علوی کو مٹانے پر تلے بیٹھے تھے وہ اس کو بھی مسخ نہ کر دیتے جیسے خانۂ کعبہ میں ایک تختی آویزاں تھی جس پر "علی" لکھا ہوا تھا (مودۃ القربیٰ) فرمایئے آج وہ لوح کیا ہوئی ؟

ان علیا رضی اللہ کان یبالغ فی الجھر بالتسمیۃ فلما وصلت الدولۃ الی بنی امیہ بالغوا فی المنع من الجھر سعیا فی ابطال آثار علی رضی اللہ عنہ (تفسیر کبیر ج ۱ صفحہ ۱۶۱ باب قراۃ الحمد)

حضرت علیؓ بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے جس کے برعکس بنی امیہ نے اپنے عہد سلطنت میں آپ کے خلاف سختی سے کوشش کی یہ صرف اس لئے کہ حضرت علیؓ کی کوئی بات نہ رہنے پائے۔

فرمایئے آثار علوی کو مٹانے والے کیا اس قرآن کو باقی رکھتے یا چھوڑ دیتے اسے یہ بتایئے کہ اگر بچ بچا کر وہ آثار بنی عباس سے آپ تک آجاتے تو کیا آپ ان کی قدر فرماتے؟ غور کر کے جواب دیجئے گا اس لیے کہ یہ عبارت ہمارے سامنے آپ کے پیر و مرشد کی موجود ہے جو انھوں نے علیا علم اصول کے تلمذ کے باب میں تحریر فرمایا۔ وانچہ از اصول ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس آوردہ ہمہ ماخوذ ست از کلام شیخین و

ومستخرج ست از صنع ایشاں بلکہ ایں فقیر تا حال مطلع نشدہ بر مسئلہ اصولیہ کہ ماخوذ باشد از کلام مرتضٰی" (قرۃ العینین صـ۱۶۶ از ولی اللہ محدث دہلوی)

اصول کتاب و سنت و اجماع و قیاس جو کچھ ہیں وہ حضرت ابوبکر و عمر کے کلام سے پیدا ہیں انھیں کی ایجاد ہے مجھ بندۂ فقیر نے کوئی ایک مسئلہ مسائل اصولی میں نہیں پایا کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے ماخوذ ہو۔

اور سنیئے "اکثر اہل اسلام مالکیان و حنفیان و شافعیان اند و اصل مذاہب ایشاں معتمد است بر مسائل اجماعیہ فاروق بجز در مسائلی چند بر آثار مرتضٰی اعتماد ندار ند۔ (قرۃ العینین صـ۲۰۹)

بتلایئے اگر مصحف علوی موجود ہوتا تو آپ اس پر کیونکر اعتماد کرتے سیرۃ شیخین کے سامنے سیرۃ علوی کو آپ نے کیوں نہ اختیار فرمایا؟ آپ جیسے غیر متمدن کو مصحف علوی کی خواہش نہ کرنی چاہیئے۔ البتہ یہ گلہ ہمیں ہونا چاہیئے کہ اگر کچھ ناعاقبت اندیش مسلمانوں نے اسلام میں یہ ہنگامہ نہ مچایا ہوتا تو آج مصحف علوی ہمارے ہاتھوں میں ہوتا حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے کے لئے کسی تفسیر کی چنداں ضرورت نہ ہوتی اور ہم سے زیادہ قرآن کریم کی سورتیں فریاد کناں ہیں کہ کاش ہمیں اپنے مقام سے علیحدہ نہ کیا جاتا آیت تطہیر نالاں ہو گی کہ مجھے کہاں سے کہاں پہونچا دیا گیا۔

("جن لوگوں نے زندگی بھر کھدر کا لباس پہنا ستو کھائے اور

فرش خاک پر سوئے کیا یہ لوگ اس قدر ضعیف الایمان تھے کہ
سارے کے سارے بے وجہ اسلام چھوڑ گئے،،)

سارے کے سارے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے یہ عقیدہ آپ کا ہوگا آپ ہی اس کے ذمہ دار ہیں رہا یہ کہ جنھوں نے کھدر پہننا ستو کھائے اور پھر مرتد ہو گئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے کیا کھدر پہننا اور ستو کھانا مومن کامل ہونے کی دلیل ہے؟ سوچنے کی بات ہے کہ جو آج کھدر پہن رہے ہیں وہ کس زمانہ میں حریر و دیبا استعمال کرتے تھے کہاں ان حضرات کے عمامہ کے لئے ڈھاکہ کی ململ جاتی تھی حضرت! اسلام سے پہلے تو وہ ستو کو بھی ترستے رہے ہوں گے یہ تو غزوہ سویق کا طفیل تھا کہ ستو بھی مل گیا کیا ان میں وہ اصحاب نہیں جو بیچارے دستر خوان پر مگس رانی کے لئے ملازم رکھے گئے تھے اگر ہم "اصحاب" کے لئے کہیں گے تو رفض کا الزام عائد ہو جائے گا۔ لہذا آپ اپنے ہی ایک جلیل القدر عالم کا بیان سُنئے: "جن بھکڑوں، محتاجوں، اور فاقہ مست لوگوں نے فاطمہؑ کے باپ کی بدولت یہ عروج پایا کہ خاک مذلت سے اوج عزت پر پہونچ گئے۔ انکو کسی طرح شایان نہ تھا کہ فاطمہؑ کے باپ کی رعایت اور پرورش کے حقوق کو یکسر بھلا دیتے" (امہات الامہ ڈاکٹر نذیر احمد)

دیکھئے کن لوگوں کو کھدر ملا؟ بھکڑوں کو ستو کیسے ملا؟ فاقہ مستوں کو زمین پہ آرام کرنا کیسے نصیب ہوا؟ محتاجوں کو ان لوگوں کی اگر رسول کریم نے پرورش کی تو اسلام قبول کر کے انھوں نے کس پر احسان کیا؟ کیا اطلس چھوڑ کر کھدر کی طرف

آئے تھے پلاؤ کا پلیٹ ہٹا کر ستو کھانا پسند کیا تھا؟ ہم کو الزام دینے سے پہلے آپ اپنی خبر لیجئے کہ آپ خود اکثر صحابہ کو مرتد بتاتے ہیں۔

"جابر گفت اذا سرکم ان تنظروا الی اصحاب محمدؐ لم یغیروا و لم یبدلوا فانظروا الی عبد اللہ ابن عمر ما منا احد الا غیر (مصفی شرح مؤطا دہلی ج ۱)

جابر کہتے ہیں کہ اگر ایسے اصحاب نبی کو دیکھنا ہو جنھوں نے اسلام میں تغیر و تبدل نہیں کیا تو عبداللہ ابن عمر کو دیکھو کیونکہ ہم میں تو کوئی ایسا نہیں جس نے آئین اسلام کو بدلا نہ ہو۔

اب خود ابن عمر صاحب کس حال میں تھے اس کو تو دوسری کتابوں سے سمجھایا جائے گا۔ آپ تعجب نہ فرمائیں کہ اس قدر منافقین مسلمانوں کی کثرت کیونکر ہو سکتی ہے؟ کثرت ہی تھی کہ سورۂ منافقون کے آنے کی ضرورت محسوس ہوئی شیخ عبد الحق محدث دہلوی مدارج النبوہ میں جنگ خندق کے موقع پر رقمطراز ہیں۔

"منافقان وضعیف الایمان می گفتند کہ محمدؐ ما را وعدہ مید ہد گنجینہائے قیصر و کسرے کہ بدست ما خواہد آمد" (منافقین اور کمزور ایمان والے کہتے تھے کہ محمدؐ نے تو قیصر و کسرے کے خزانوں کے لئے وعدہ کیا تھا کہ وہ ہمارے ہاتھ آئیں گے) یہی وہ طمع تھی جس نے اکثر کو مسلمان بنایا اسی منشا سے وہ جنگ کرتے تھے اور اسی لئے انھوں نے ہجرت بھی کی جب مقصد پورا ہو گیا تو پھر کیسا اسلام اور کیسی شریعت۔

ایس خدا بخش اپنی کتاب پالٹکس ان اسلام ص ۱۵۱ پر

رقمطراز ہیں جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"عرب کی فطرت دو حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہے اوّل قسم تو یہ ہے کہ جس میں آزاد جنگلی اور بدوی خصلت نمایاں ہے اس کی خصوصیات حرص و طمع و غارت گری عیش پسندی نخوت و غرور ہیں دوسری قسم تہذیب و علم والے لوگوں کی ہے .... آپ کے صحابہ کی اکثریت قسم اوّل کے لوگوں کی تھی (منقول از بلاغ المبین) ان منقولات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کی اکثریت طماع تھی اس کیلئے وہ سب کچھ کر سکتے تھے تعجب کی کوئی بات نہیں۔

("سعید بن زبیر سے روایت ہے کہ جب حضرت امیر المومنینؑ معاویہ سے لڑنے کے لئے تشریف لائے تو آپ کے ساتھ نوے ہزار سپاہی تھے جن میں آٹھ سو انصار اور نو سو بیعت رضوان والے صحابہ شامل تھے (ترجمہ مجالس المومنین")

لیکن جس وقت شامی غداروں نے حضرت معاویہ کی مخصوص سیاست کو بروئے کار لا کر اینٹوں اور پتھروں کو نیزوں پر بلند کر دیا کہ بس اس قرآن سے ہمارا اور تمہارا فیصلہ ہوگا تو یہ سارا کا سارا لشکر کدھر چلا گیا پھر جن لوگوں نے کہا تھا کہ جنگ موقوف کر دیجئے ورنہ اب ہم آپ ہی سے جنگ کریں گے آخر وہ کون لوگ تھے اور بعد میں لاحکم الا للہ کہنے والے خارجی معاویہ کی طرف سے آئے تھے یا جناب امیرؑ ہی کی طرف کے شک کرنے والے دنیادار تھے؟ اگر ان کا ایمان لایق اطمینان ہوتا تو خال

معظم معاویہ زندہ و سلامت واپس جا سکتے تھے؟ اور پھر یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ("ظاہر ہے کہ یہ سترہ سو صحابہ غیر متزلزل ایمان کے مالک ہوں گے ورنہ معاویہ کا ساتھ دیتے") مولانا! اگر کامل الایمان ہونے کی یہی دلیل ہے تو پیغمبر اسلام کے ساتھ میدان جنگ میں جانے والا ہر مسلمان کامل الایمان اور راسخ العقیدہ موحد تسلیم کیا جائے گا اس لئے کہ اگر ایسے نہ ہوتے تو وہ آں حضرت کے ساتھ میدان میں اسلام کی طرف سے جہاد کرنے نہ آتے بلکہ کفار سے جا ملتے ــــــ حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے ابھی ابھی میں نے مدارج النبوۃ سے منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں کی گفتگو نقل کی ہے۔ معلوم ہوا کہ جب پیغمبر اسلام کے ساتھ آنے والے سب مومن نہیں تھے تو پھر وصی رسول کے ساتھ آنے والے سب مومن کیسے ہوتے

("سوال یہ ہے کہ جب (وضعی روایات کے مطابق) امیر المومنینؑ اصل قرآن کو غائب کر رہے تھے اور خلفاء ثلثہ قرآن کو بگاڑ رہے تھے تو یہ بارہ ہزار محبان اہلبیت کیا کر رہے تھے")

اس کے متعلق ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اکثر و بیشتر قبیلہ کے لوگ حضرت علیؑ سے عوض لینے کی فکر میں تھے مجالس المومنین کے حوالہ سے جو سترہ سو صحابی کی موجودگی دکھائی گئی ہے اس کثیر تعداد میں خارجی تھے کہ ان کی منافقت سے جنگ صفین کی کایا ہی پلٹ گئی اگر بارہ ہزار کا لشکر حضرت علیؑ کو واقعی دوستدار مل گیا ہوتا تو حضرت کبھی یہ نہ فرماتے کہ "طفقت ارتای بین ان اصول بید جذاء او اصبر علی طخیۃ عمیاء"

اری تراثی نھبا (نہج البلاغہ)

میں نے سوچنا شروع کیا آیا کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا (ظلم و جفا) کے گھٹا ٹوپ اندھیرے پر صبر کروں ...... میرے دیکھتے ہوئے میری میراث لوٹ لی گئی۔

کیا کوئی عقلمند سوچ سکتا ہے کہ بارہ ہزار کے لشکر جرار کی موجودگی میں جناب امیر علیہ السلام قبر رسول سے لپٹ کر یہ فریاد کرتے کہ یا ابن ام ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی (الامامۃ والسیاسہ صفحہ ۳۰) ماں جائے قوم نے مجھے مجبور کر رکھا ہے اور قریب ہے کہ قتل کر ڈالیں۔

جناب امیرؑ اس آیت کی تلاوت فرما رہے ہیں جس میں جناب ہارون علیہ السلام نے قوم کے برتاؤ کو جناب موسیٰ علیہ السلام سے آپ کی واپسی پر بیان فرمایا تھا۔ مثیل ہارون نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر یہ ثابت کر دیا کہ سامری کے مقابلہ میں جس طرح ہارون بلا ناصر و مددگار تھے اسی طرح... بعد رسولؐ حضرت علی علیہ السلام بھی بے ناصر و مددگار تھے۔

(" حضرت عبداللہ ابن عباس ایک بلند پایہ صحابی تھے اور حضورؐ کے عم زاد بھائی بھی آپ نے قرآن کی ایک تفسیر لکھی تھی جو آج بھی ہر بڑی لائبریری میں موجود ہے یہ تفسیر اسی قرآن کی ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اگر یہ قرآن غلط ہوتا تو وہ کبھی اس کی تفسیر نہ لکھتے اگر لکھتے بھی تو خلفائے ثلٰثہ کی تحریف کردہ آیات کی یقیناً تصحیح کر دیتے بعض آئمہ اہلبیتؑ نے بھی تفسیریں لکھی تھیں جن میں حضرت

امام حسن عسکری عؑ کی تفسیر آج بھی موجود ہے اور وہ اسی قرآن کی ہے"

حضرت عبداللہ بن عباس یا خود حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا تفسیر قرآن کرنا بالکل صحیح اور درست ہے۔

کس کا ایمان اس قرآن پر نہیں ہے ابھی ابھی چند صفحات پہلے آپ خود اقرار فرما چکے ہیں کہ شیعہ ہر قسم کی تحریف سے قرآن کو محفوظ سمجھتے ہیں پھر یہاں کیسی جھجک پیدا ہو رہی ہے —— یاد رکھئے قرآن غلط نہیں قرآن کی ترتیب غلط ہے صرف آیتوں کا الٹ پھیر ہے ترتیب کے غلط ہونے سے شریعت کا تعطل لازم نہیں آتا اسلام فنا نہیں ہوتا آئمہ ہدیٰ علیہم السّلام نے اسی قرآن سے مسائل کے استنباط کا طریقہ بتا دیا ہے سود و زیاں سے بلند ہو کر دیوانہ وار موت کے کنویں میں کود پڑنا کہاں کی عقلمندی ہے ؟ امام زمانہ اور وقت کا معصوم خلیفہ الٰہی ایسا نہیں کر سکتا ہاں اگر وہ سانحے واقعات جو یزید کے وقت میں ہوئے وہی واقعات اور حالات جس کسی امام کے زمانہ میں پیدا ہو جاتے تو اس وقت کا امام اپنے وقت کا حسین عؑ" بن جاتا لیکن اگر ایسے حالات نہیں رونما ہوئے جس سے دین اسلام کو بربادی کا احساس ہوتا تو پھر دیوانہ وار موت کے کنویں میں کود جانا کار عقلا نہیں۔ چونکہ موجودہ قرآن بھی یہ تمسک اہل بیت علیہم السلام امت مسلمہ کے لئے کافی تھا لہذا معصومین علیہم السلام نے اس کی تفسیر بتائی اور اسی پر کاربند رہنے کی تلقین بھی فرمائی۔ آپ ہی ارشاد فرما دیجئے کہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ مصحف علی بھی کوئی چیز ہے تو کیا موجودہ قرآن کی ترتیب

صحیح ہے۔

فتح الباری کے حوالہ سے ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مصحف علیؑ کی ترتیب نزولی کے مطابق تھی لہذا پہلے آپ اس قسم کی روایتیں اپنے گھر سے نکال دیجئے اور اپنے علماء کو جھوٹا کہیئے پھر ہم سے گفتگو کیجئے۔

نظریہ تحریف قرآن کا موجد

(" امامیہ اور اہل سنت ہردو کا خیال ہے کہ اس خوفناک عقیدہ کا موجد عبداللہ بن سبا تھا ....")

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس کا موجد کون تھا اگر برق صاحب کا دل رکھنے کے لئے ہم اس کا موجد عبداللہ بن سبا ہی کو سمجھ لیں تو ہمارے لئے کوئی خرابی نہیں لیکن میں برق صاحب سے سوال کروں گا کہ جب حضرات صحابہ کرام وہ تھے جن کی قرآن فہمی اور علم دانی کا امتحان پیغمبر اکرمؐ فرما چکے تھے اسی لئے حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ فرما دیا اور رسول سمجھ گئے کہ میرے اصحاب کامیاب ہیں (ملاحظہ ہو دو اسلام)

تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عوام تو عوام مدینہ شریف کے پڑھے لکھے اور "ممتحن القلوب" اصحاب عبداللہ بن سبا کے دام تزویر میں کیونکر آ گئے؟ ۔ قتل عثمان کا راس ورئیس آپ اسی عبداللہ بن سبا کو سمجھ رہے ہیں حالانکہ مورخین اسلام قتل عثمان میں معزز مقتدر، اور جلیل القدر اصحاب کا پتہ دیتے ہیں "دم عثمان علی ثلث و ثلث و ثلث ثلث علی صاحب الهودج و ثلث علیؑ صاحب الجمل الاحمر اور ثلث علیؑ علی بن ابی طالب (الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری)

عثمان کا خون تین حصوں میں تقسیم ہے ثلث صاحب ہودج اور ثلث صاحب

جمل احمر اور ثلث کے ذمہ دار حضرت علی بن ابی طالب (علیہ السلام) ہیں۔

لیجئے ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت علی علیہ السلام تو مسلم و معین ہیں جمل احمر والے حضرت طلحہ ہیں جیساکہ ان کے فرزند ارجمند نے خود اس کا اقرار کیا ہے --- اور سنیئے فلما رای عثمان ما قد نزل بہ وما قد انبعث علیہ من الناس کتب الی معاویہ بن ابی سفیان وھو بالشام بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فان اھل المدینۃ قد کفروا واخلفوا الطاعۃ ونکثوا البیعۃ فابعث الیّ من قبلک من مقاتلۃ اھل الشام علی کل صعب وذلول فلما جاء معاویہ الکتاب تربص بہ وکرہ اظہار مخالفۃ صحابۃ رسول اللہ صلعم وقد علم اجتماعھم (تاریخ طبری جلد ۵ ص۱۱۵) عوام اہل مدینہ نے جب (بیچارے) عثمان پر مصیبتوں کی بھرمار کی تو انھوں نے معاویہ پسر ابوسفیان کو لکھا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اما بعد (معلوم ہو کہ) اہل مدینہ کافر ہو گئے اور میری اطاعت چھوڑ دی (لہذا جلدی سے) شام کی فوجیں میری مدد کے لئے روانہ کرو (مگر) معاویہ صاحب نے فوجیں روانہ نہیں کیں (چپکے ہو کر بیٹھ رہے) کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ قتل عثمان پر "اجماع" ہو گیا ہے (بہر حال جو حق ہے) لہذا اصحاب رسول کریم کی مخالفت حرام ہے"۔

معلوم ہوا کہ عبداللہ بن سبا کا افسوں معاویہ پر بھی کارگر ہو گیا تھا۔ وہ عبداللہ بن سبا کی طرح چاہتے تھے کہ حضرت عثمان قتل ہو جائیں حضرت علی علیہ السلام نیز طلحہ اور حضرت ام المومنین عائشہ کی بھی یہی خواہش تھی

حضرت عائشہ تو خیر پہلے ہی سے لوگوں کو قتل پر آمادہ کر رہی تھیں اب ہم آپ کا مطلب سمجھے کہ عبداللہ بن سبا کا بھرپور جادو سارے مسلمانوں پر عموماً اور ام المومنین حضرت عائشہ پر خصوصاً اثر انداز ہو گیا تھا ملاحظہ ہو

" عائشہ تا در مدینہ بود در شان عثمان می گفت قتل اللہ نعثلا و لعن اللہ نعثلا" (روضۃ الاحباب ج ۳ ص ۱۵۹ و ۱۶۰) یعنی حضرت عائیشہ جب تک مدینہ میں رہیں عثمان کے لیے یہی کہتی رہیں کہ اللہ (اس) نعثل کو قتل کرے اور اس پر لعنت کرے (نعثل ایک یہودی تھا جس کی داڑھی بہت لمبی تھی اسی مناسبت سے حضرت عائشہ حضرت عثمان کو نعثل کہتی تھیں اس لئے کہ آپ کی ریش مبارک بھی اسی قطع کی تھی ام المومنین کی نظروں میں نعثل یہودی اور حضرت عثمان کا ایک ہی مرتبہ تھا)۔

فرمائیے کیا یہ سب صرف ایک عبداللہ بن سبا کے بہکانے میں آگئے تھے اگر ایسا ہے تو پھر کیا رسول کریم نے امتحان میں انھیں لوگوں کو کامیابی کی سند دی تھی؟ تعجب ہے ——— مسئلہ تحریف قرآن میں ام المومنین عائشہ کی بھی اکثر روایتیں پائی جاتی ہیں جن سے عبداللہ بن سبا کو "بظاہر" کوئی تعلق نہیں؟ آپ اپنی مرضی کے مختار ہیں دل چاہے تو ان کو بھی عبداللہ بن سبا کے گمراہ کردہ لوگوں میں شمار کر لیجئے کون منع کرتا ہے۔

ایک بات یہاں اور قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ حضرت عثمان کی شہادت یا ان کا فتوے آپ کی نظروں میں زیادہ دقیع ہے اس سے پہلے آپ نے فروع کافی کی روایت پر تنقید فرمائی تھی جس میں ارتداد صحابہ کا تذکرہ ہے

یہاں مورخ طبری کھلے لفظوں میں لکھ رہا ہے کہ حضرت عثمان نے معاویہ کو لکھا "ان اھل المدینۃ قد کفروا" اور اس میں مرحوم نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا یہ تو حدیث کی کتاب نہیں ہے جسے آپ غلط ثابت کرنے کی کوشش کیجئے ان تاریخی حقائق کو کہاں تک روندا جائے گا جب یہ ثابت ہے کہ حضرت عثمان کی نظر میں سب کافر تھے اس لئے کہ ان کی اطاعت نہیں کی حالانکہ خلافت انھیں کی ممنون کرم تھی تو جو لوگ اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ کی اطاعت نہ کریں یقیناً ان کو مرتد کہا جائے گا لہذا آپ کی نکتہ چینی فروع کافی کی روایت پر مہمل اور لغو ہے۔

کتاب اطواق الحمامۃ فی مباحث الامامۃ کا حوالہ اس قابل نہیں کہ اس پر کچھ لکھا جائے اس لئے کہ وہ ہماری کتاب نہیں اس کے مصنف امام موید باللہ ہیں لہذا اس کا حوالہ داب مناظرہ کے خلاف ہے یہ کتاب ہمارے لئے ہرگز حجت نہیں بن سکتی ورنہ ہم اپنی کتابوں سے اس کے خلاف اگر پیش کریں گے تو آپ کے لئے قیامت ہی ہو جائے گی عبداللہ بن سبا کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے آپ مصری عالم ڈاکٹر طہٰ حسین کی کتاب الفتنۃ الکبریٰ یا ادارہ اصلاح کی کتاب "عبداللہ بن سبا" کا مطالعہ فرماتے تو حقیقت معلوم ہوتی ناخواندہ واعظ کی صورت سے آپ نے بھی بغیر تحقیق لکھ مارا چہ خوب خود را فضیحت دیگرے را نصیحت ان کتب میں دلائل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ وہ خیالی ابن سبا ہے جس کو سواد اعظم کے ذہنوں نے پیدا کیا اور وہ وہیں دفن بھی ہو گیا۔

(**جنگ جمل** یہاں یہ عرض کرنا مناسب نہ ہوگا کہ جنگ جمل کی ذمہ داری بھی اسی ذات شریف پر عائد ہوتی ہے")

الفتنۃ الکبریٰ یا رسالہ عبداللہ بن سبا کو دیکھنے کے بعد جب یہ ثابت ہو گا کہ عبداللہ بن سبا کا وجود ہی نہیں تھا تو پھر جنگ جمل کی ذمہ داری کس پر عائد کیجئے گا؟

("یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت امیر علیہ السلام کو بصرہ جانے پر مجبور کیا چونکہ یہ سب کے سب عبداللہ بن سبا کی تبلیغ سے متاثر ہو چکے تھے اس لئے اس مہم سے ان کے مقصد دو گونہ تھے اول انتشار اور افتراق سے اسلامی قوت کو توڑنا اور مسلمانوں کو باہم لڑانا دوم اپنا بچاؤ انھیں یقین تھا کہ اگر معاویہ یا حضرت عائشہ کا بس چل گیا تو وہ قاتلین عثمان کو جن کی تعداد بروایتے ایک ہزار سے زیادہ تھی کبھی معاف نہیں کریں گے")

اگر بالفرض آپ کی بات ہم تسلیم بھی کرلیں کہ جناب امیر کو بصرہ جانے پر عبداللہ بن سبا سے متاثر ہو کر لوگوں نے مجبور کیا اور اسی لئے حضرت علیؑ تشریف لے گئے لیکن قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر پہلے سے حضرت ام المومنین عائشہ بصرہ کیوں تشریف لے گئیں اور کیا ان کو بھی بصرہ تک جانے پر ابن سبا ہی نے مجبور کیا تھا؟ اگر اثبات میں جواب دیجئے تو تسلیم کر لیجئے کہ حضرت عائشہ بھی ابن سبا کی پارٹی کی تھیں۔ (اسی سے خلاف حکم ربانی اور فرمان قرآنی گھر سے قدم نکالا) اور طلحتین بھی اس کی

پارٹی کے سرگرم کارکن تھے اور اگر جواب نفی میں دیجئے گا تو یہ ثابت ہو جائے گا
کہ ام المومنین از خود تشریف لے گئیں اور حضرت علیؑ کے خلاف ایک گرم محاذ
قائم کر دیا اور ادھر ابن سبا کے گروہ کے کہنے سے (بفرض محال) اگر حضرت علیؑ
سبائیوں کے اکسانے سے بصرہ تشریف لے گئے تو آپ ہی فرمائیے کہ
جنگ جمل کی واقعی ذمہ داری کس کے سر جائے گی۔ اگر حضرت عائشہ
بصرہ نہ جاتیں تو ابن سبا کو یہ موقع ہی نہ ملتا کہ وہ یا اس کے گروہ والے
حضرت علی علیہ السلام کو مجبور کرتے۔

فرض کیجئے کہ نماز کے وقت کوئی کافر مجھ سے کہے کہ نماز پڑھ لیجئے اور اتفاق
سے میں اسی وقت پڑھوں تو کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر کافر نہ کہتا تو
میں نماز چھوڑ دیتا؟ چلئے یہی سہی واقعی اگر ابن سبا والوں نے حضرت علیؑ کو
بصرہ جانے پر آمادہ نہ کیا ہوتا تو وہ نہ جاتے مگر حضرت علیؑ کا بصرہ تشریف
لے جانا یہ حق ہے یا باطل؟ بس اس کا جواب آپ عنایت فرما دیجئے
حق اور باطل دو ہی صورتیں ہیں اگر حضرت علی کا بصرہ تشریف لے جانا
حق تھا تو ابن سبا نہیں بلکہ فرض کیجئے کہ ابوجہل نے نمرود اور فرعون نے بھی یہ
رائے دی ہوتی تو رائے دینے سے کیا حق باطل سے بدل جاتا؟ مجبوراً ہمیں
یہ عرض ہی کرنا پڑا کہ جنگ جمل کی تمامتر ذمہ داری حضرت عائشہ کے سر ہے
کاش وہ مقام حواب ہی سے واپس چلی آئی ہوتیں تو یہ ناگوار واقعہ نہ پیش آتا
پھر معاویہ صاحب اور عائشہ صاحبہ کا بس بھی چل گیا ہوتا تو یہ لوگ خون حضرت
عثمان کا بدلہ کس سے لیتے؟ اس کے قبل مورخ طبری کا بیان گذر چکا ہے کہ

حقیقی قاتل خود یہی حضرات ہیں خواہ بارادہ خود ایسا کیا ہو یا ابن سبا کی تبلیغی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر لہذا چاہیئے تو یہ تھا کہ دونوں خودکشی کر لیتے خون عثمان کا کچھ تو عوض ہو جاتا۔

زمانہ نے بدقسمتی سے ام المومنین حضرت عائشہ کو تخت حکومت نہ دیا کہ وہ اپنے منصوبہ کی بنا پر قاتلین عثمان سے عوض لے سکتیں یہ حسرت مرحومہ کے دل ہی میں رہ گئی خدا ان کو اس کی جزا دے آمین۔ لیکن آپ حضرت معاویہ صاحب کے لئے کیا فرمائیں گے مسلمانوں کی بدقسمتی سے جن کو زمانہ نے ہر طرح مہلت دی مملکت اسلامیہ کے تاجدار ہو گئے اب تو باسانی قاتلانہ حضرت عثمان سے بدلہ لے سکتے تھے چن چن کر قتل کر سکتے تھے انکے گھروں کو کھدوا سکتے تھے اور کسی میں لب کشائی کی جرائت بھی نہ ہوتی ----
پھر کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ کسی ایک شخص کو بھی اس جرم میں انھوں نے قتل کیا ؟ کیوں ایسا نہیں کیا ؟ اس کا صرف ایک جواب ہے اور وہ بھی ہمارے پاس "کہ معاویہ کو تو امیر المومنین سے خاص دشمنی تھی شعیان علیؑ کے قتل ہی سے فرصت نہیں ملی" ہر وہ فرقے جسے آپ نے شمار کرایا ہے ان کو ہم امامیہ سے کوئی تعلق نہیں آپ سے زیادہ ہم ان سے برأت کا اظہار بلکہ ان کی تکفیر کرتے ہیں لہذا امامیہ پر اس سلسلہ میں طعن نہیں کیا جا سکتا اگر لفظ شیعہ کے اشتراک سے یہ دھوکا ہے تو پھر اہل سنت والجماعۃ کو بھی اس میں شمار کیجئے اس لئے کہ بقول عبد العزیز صاحب آپ حضرات بھی کسی زمانہ میں شیعہ ہی کہلاتے تھے۔ بحث کے اختتام پر ایک بات

اور عرض کردوں کہ رئیس احمد جعفری کا حوالہ ہمارے لئے حجۃ نہیں اس لئے کہ آپ اپنے گھر کی چیزوں سے میدان مناظرہ میں استدلال نہیں کر سکتے لہٰذا آئندہ اگر ہم اس کی طرف متوجہ نہ ہوں تو قابل اعتراض نہیں اور اگر جواب دیدیں تو یہ ہمارا کرم ہوگا۔

جمع قرآن کے سلسلہ میں برق صاحب نے چند روایتیں نقل فرمائی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید عہد رسول میں جمع ہو چکا تھا چنانچہ لکھتے ہیں کہ

("مشہور یہ ہے کہ حضرت عثمان نے جمع کیا تھا لیکن یہ غلط ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے جمع قرآن کا اہتمام اپنے ذمہ لے لیا تھا اس لئے حضور صلعم کو بذریعہ وحی ہدایت ہوتی تھی کہ فلاں آیت کو فلاں سورہ میں درج کردو اس پر کئی احادیث موجود ہیں مثلاً حضور صلعم پر بعض اوقات کثیر الایات سورتیں اترتی تھیں جب بھی کوئی شئے نازل ہوتی تو آپ کسی کاتب کو بلاتے اور فرماتے کہ ان آیات کو فلاں فلاں سورتوں میں لکھ دو جب ایک آیت اترتی تو کہتے اسے فلاں سورت میں درج کردو (ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد حنبل مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن")

ہم خوش ہیں کہ جمع قرآن کا سہرا اب حضرت عثمان کے سر نہیں رہا۔ لیکن حضرت عثمان جامع القرآن نہ سہی محرق القرآن تو ضرور ہی کہے جائیں گے

("البتہ جو کسر رہ گئی تھی وہ حضرت عثمان نے پوری کردی")

اس کے قبل آپ یہ روایت نقل کر چکے ہیں کہ۔

("عبد اللہ بن عمر کا قول ہے کہ میں نے قرآن جمع کیا تھا جسے میں ہر رات ختم کر دیتا حضور کو خبر ملی تو ہدایت کی کہ مہینہ میں ایک ختم کیا کرو)

ایک صفحہ قبل مسند احمد حنبل کی یہ روایت بھی لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا۔

("میرے پاس ابھی ابھی جبرئیل آیا تھا اور اس نے مجھے ہدایت کی کہ میں اس آیت (ان اللہ یامر بالعدل) کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پر رکھوں")

ان روائتوں سے اتنا تو معلوم ہوا کہ آں حضرت نے اپنے زمانہ میں قرآن جمع کیا وہ بھی نظر سے گذرا خود صحابہ نے بھی پیغمبر اسلام کو اپنا جمع کردہ قرآن تصحیح کی غرض سے دکھایا اب سوال یہ ہوتا ہے کہ وہ کون سی کسر رہ گئی تھی جس کو حضرت عثمان نے پورا کیا۔ ہم سمجھتے تھے کہ رسول کریمؐ چونکہ خاتم النبیین تھے اور آیہ اکملت الآیہ بھی نازل ہو چکا تھا اب کمالِ اسلام میں کوئی کمی اور کسر نہیں رہ گئی پیغمبر اسلام نے بقول آپ کے فائنل امتحان بھی لے لیا صحابہ کامیاب بھی ہو گئے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرات کا عقیدہ نہ ختم نبوت پر ہے اور نہ اسلام کے کمال پر یہ سب غلط ہے متمم و مکمل اسلام حضرت عثمان ہیں رسول کریمؐ کام کرتے تھے مگر ناقص اس کمی کو پایہ تکمیل تک صحابہ نے پہونچایا سبحان اللہ کیا عقیدہ ہے مزید لطف کی بات تو یہ ہے کہ حضرت شیخین جو حضرت عثمان سے افضل تھے خصوصاً حضرت عمر صاحب

اپنے زمانہ میں اس کمی کی طرف متوجہ نہ ہو سکے لاحول ولاقوۃ سچ کہا ہے علامہ اقبال نے سے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

حفاظت قرآن

("اول حضور صلعم خود حافظ قرآن تھے سنقرئک

فلا تنسیٰ اے رسول ہم تمھیں قرآن یوں پڑھائیں گے کہ تم پھر نہیں بھولو گے .... جو قرآن بیس ہزار صحابہ کو یاد تھا جس کا نسخہ ایک حضور صلعم کے حرم میں ایک عبد اللہ بن عمر کے ہاں اور پانچ انصار کے یہاں موجود تھے کیا ابو بکر و عمر میں یہ ہمت تھی کہ اس میں کوئی تبدیلی کریں")

حضور صلعم کو قرآن کیسے یاد تھا اس کے متعلق آپ کا عقیدہ تو یہ ہے۔

وعن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قارئاً یقرأ من اللیل فی المسجد فقال یرحمہ اللہ لقد اذکرنی کذا وکذا ایتہ اسقطتہا من سورۃ (صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۲۵ باب نسیان القرآن) حضرت عائشہ راویہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوقت شب کسی قاری قرآن کی آواز سنی جو مسجد میں تھا تو آں حضرت نے فرمایا خدا اس پر رحم کرے اس نے مجھے یاد دلا دیا اس اس صورت سے یہ آیت جس کو میں نے چھوڑ دیا تھا سورہ سے"

لیجئے جس سے وعدہ کیا گیا تھا سنقرئک فلا تنسیٰ" جس کے قلب پر قرآن کا نزول ہوا جس سے لوگوں نے قرآن پایا وہی بھول گیا

پھر اصحاب کس شمار میں آئیں گے ان کے ذہن پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس اعتقاد نے تو اللہ کا بھی اعتبار کھو دیا کہ وعدہ نہ بھلانے کا کیا پھر بھی بھول ہوئی۔ کیا جنت و نار کا وعدہ ایسا ہی تو نہیں ہے؟ کاش جبرئیل ہی آکر یاد دلاتے تو ایک قاری قرآن کے احسان سے نبی کریمؐ محفوظ رہتے ــــــ حضور صلعم کے حرم میں جو قرآن تھا اس کی حفاظت تو بکری نے کی آپ کو تو یاد ہو گا؟

ــــــ اچھا فرض کیا ہم نے کہ بیس ہزار صحابہ کو بھی قرآن یاد تھا اور انصار و مہاجرین کے گھر گھر ایک ایک نسخہ قرآن مجید کا موجود تھا پھر تو اسی کی نقل کافی تھی یہ جنگ یمامہ کے بعد خوف کیوں پیدا ہوا کہ اگر حافظانِ قرآن یوں ہی کٹتے رہیں گے تو قرآن ضائع ہو جائے گا جس کے بعد ہر شخص سے مسجد کے دروازہ پر بیٹھ کر ایک ایک آیت کے جمع کرنے کا دربار خلافت سے حکم ہوتا ہے ہر وہ آیت جس پر گواہ ملتے ہیں اس کو درج کیا جاتا ہے برق صاحب یہ چندہ سے قرآن مجید دوسرے نسخوں کی موجودگی میں کیوں جمع کیا گیا؟ ہر آیت پر گواہی کا لینا بتاتا ہے کہ حقیقتاً کسی حافظ کو پوری سورتیں بھی یاد نہ تھیں ورنہ گواہی کیوں لی جاتی۔؟

حضرت ابو بکر و عمر کی ہمت کو تو نہ پوچھیے اللھم العن من تخلف عن جیش اسامہؓ" کی زجر و توبیخ کے باوجود جنگ پہ نہیں گئے اس مقام پر عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے فرمایا ہے کہ" انھیں بیچاروں پر کیا منحصر ہے کوئی بھی تو نہیں گیا" کون سمجھائے کہ جناب ہر شخص اپنے اعمال کا خود

ذمہ دار ہوتا ہے اور کوئی نہیں گیا تو یہ حضرات اپنی تکلیف سے بری کیسے ہوئے اور ہوئے حکم نبی کی مخالفت کر رہے تھے تو ان کو ارتداد و مخالفت پر کس نے مجبور کیا تھا "احد" میں جب لوگ بھاگ گئے تھے تو کیا ان بھاگنے والوں کی پیروی کرتے ہوئے حضرت علیؑ اور ابو دجانہ بھی بھاگ کر کافر ہو جاتے؟ یہ انھیں کی ہمت تھی کہ معاذاللہ رسالت مآب صلعم کے روبرو آپکی مخالفت کی قلم و کاغذ نہیں دینے دیا اور ایک ہنگامہ برپا کر دیا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند نہ کرد) قرآن کی کھل کر مخالفت کی

"عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہما قال انزلت آیۃ المتعہ فی کتاب اللہ ففعلناہا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم ینزل قران یحرمہ ولم ینہ عنہا حتی مات قال رجل برایہ ما شاء قال محمد یقال انہ عمر (صحیح بخاری ج ۳ ص ۶۶)

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ آیۂ متعہ قرآن میں نازل ہوئی اور ہم زمانہ نبی میں متعہ کرتے بھی رہے نہ کوئی آیت اس کی ممانعت میں اتری اور نہ حرمت میں لیکن رسول کی وفات کے بعد ہی ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا اس معاملہ میں حکم لگا دیا محمد یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص عمر تھے ۔ یہ تھی ہمت کہ حلال محمد کو حرام کر کے قیامت تک کے لئے حرامکاری کا فتح باب کر دیا۔

ان حضرات کی ہمت و جرأت سے سقیفہ بنی ساعدہ کی بدعت ظاہر ہوئی خانۂ مظلومہ معصومہ پر آگ اور لکڑی جمع ہوئی۔

فرمائیے ان موقعوں پر مسلمانوں نے شبلی صاحب کے "مہر و ماہ" کا کیا بنا بگاڑ لیا۔ یقین جانئے اس قسم کی ہمت جرأت اور دلیری میں کوئی انکا مقابلہ آج تک تو نہیں کر سکا آئندہ کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ مگر امید نہیں کہ زمانہ "ایسے جری" پھر پیدا کر سکے البتہ وہ ہمت ان حضرات میں نہیں تھی جس سے میدان جنگ میں رک سکتے۔ اصحاب کو واقعاً قرآن نہیں بھولنا چاہیئے تھا مگر جب رسول کریمؐ بھول سکتے ہیں تو ان پر کیا الزام ہے ہاں پیغمبر اسلام صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ کو بالکل بھولنا نہیں چاہیئے تھا مگر بخاری صاحب فرماتے ہیں کہ بھول گئے ——— اور سنیئے نماز تو غالباً قرآن سے زیادہ مسلمانوں کو یاد تھی نشست و برخاست کے انداز بھی یاد ہو گئے ہوں گے لیکن آج اس کی صورت کیا ہو گئی کتنے اختلافات پیدا ہو گئے کتنے فرقے ہو گئے اپنی ہی کتاب "دو اسلام" دیکھ لیجئے ——— جناب عالی ایک نماز میں کثیر اختلافات ہو سکتے ہیں بلکہ صرف ہاتھ باندھنے میں کہ کس طرح باندھا جائے کہاں باندھا جائے زیر ناف یا بالائے ناف داہنا ہاتھ بائیں پر یا بایاں داہنے پر رکھا جائے غرض اختلاف ہی اختلاف جتنے منہ اتنی باتیں پھر قرآن تو تیس پاروں کا مجموعہ تھا اس میں "چوک" ہو جائے تو کیا تعجب؟ ان جملہ چیزوں کو نظر انداز کر دیجئے یہ بتائیے کہ پیغمبر اسلام نے کس دن اور کس تاریخ میں انتقال فرمایا؟ اتنی عظیم مصیبت مسلمانوں پر نازل ہوئی اور چاہنے والے اصحاب تاریخ و روز وفات نہ یاد رکھ سکے تو کس طرح ہم اعتماد کر لیں کہ اس دل و دماغ کے صحابہ من و عن پورا قرآن ہم تک

پہونچا دیں گے۔ جب ایک لاکھ بارہ ہزار سے زیادہ صحابہ تاریخ وفات سرورِ کائنات کو یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتے تو پورے قرآن کے متعلق ان کا علم کیسا تھا اور وہ کیونکر ہم تک اس کو پہونچاتے ہ سوچیئے۔

آپ کی شطرنجی چال سے تو ایک حد تک جھنجلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے، ابتک آپ حدیث ہی حدیث پیش کرتے رہے اور اب "تواتر" کیطرف آگئے حالانکہ یہ طریقہ استدلال بھی غلط ہے اس لئے کہ "متواتر" حدیث ہی کی ایک قسم ہے آپ نے جس تواتر سے قرآن لیا ہے اسی تواتر سے تو ہم یہ بھی ثابت کر رہے ہیں کہ ترتیب قرآن درست نہیں جس کا اندازہ ایک عامی کو بھی ہو سکتا ہے صحیح اور کامل تو ہم بھی سمجھتے ہیں جیسا کہ آپ نے اللہ کے فضل سے اس کا اقرار بھی کر لیا ہے ہاں ترتیب کے صحیح ہونیکے قائل البتہ ہم نہیں بلکہ کوئی عقلمند نہ ہوگا اور یہی تنقید شیعہ و اعظین کرتے ہیں جس حق بات پر آپ چراغ پا ہیں۔

امامیہ اور قرآن ہم نے اولاً عرض کر دیا کہ یہ قرآن منزل من اللہ کامل اور قابل عمل ہے آئمہ علیہم السلام نے اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اس کی تفسیر بیان کی ہے اور اس کا اقرار متعدد مقامات پر آپ بھی فرما چکے ہیں کہ "کوئی امامیہ محرف ہونے کا قائل نہیں"

اللہ کے فضل سے ہمارے یہاں ویسی روایتیں نہیں ہیں جن سے اسلام و بانی اسلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہو یہ نعمت آپ ہی کے ہاں ہے اس بحث کو اب ہم نظر انداز کرتے ہیں اسلئے کہ حریف نے خود ہی سپر ڈالدی۔

باب سیوم

حدیث

(امامیہ کا پہلا مجموعہ کافی سنہ ۳۲۰ھ کے قریب مدون ہوا تھا، شیخ الصدوق کی صحیح من لایحضرہ الفقیہ سنہ ۳۷۰ھ کے قریب وجود میں آئی تھی اور شیخ الطائفہ نے اپنے دونوں مجموعے تہذیب الاحکام اور استبصار سنہ ۴۳۰ھ اور سنہ ۴۶۰ھ کے مابین مرتب کئے تھے اس ساڑھے چار سو برس میں ذخیرۂ احادیث پر کیا گذری یہ ایک طویل کہانی ہے")

یہ کہنا کہ (اس ساڑھے چار سو برس میں ذخیرۂ احادیث پر کیا گذری") بتاتا ہے کہ آپ کا خیال ہے کہ اس سے قبل ہمارے پاس ذخیرۂ احادیث تھا ہی نہیں یہ جناب کی خوش فہمی ہے امامیہ میں پہلی صدی کی تصنیف موجود ہے کتب اصحاب آئمہ خود زمانہ امامت میں شائع اور مقبول ہو چکی تھیں اور ان کے اسناد سب کو معلوم تھے اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام ۴۲ ہزار کے قریب تھے اور ان میں سے چار ہزار ثقہ تھے ۳۳ھ اور ۴۴۸ھ کے قبل شہر بغداد میں "سنی شیعہ فساد" کے سلسلہ میں ہماری لاکھوں سے زائد کتابیں نذر آتش کر دی گئیں۔ شاید آپ نے مراسیل محمد بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کا

تذکرہ نہیں سنا ورنہ اس کذب صریح کے مرتکب نہ ہوتے۔ مامون بن ہارون الرشید علامہ شبلی کے ممدوح نے ان کو مقید کر دیا جب آپ اس کی قید سے رہا ہو کر آئے تو دیکھا ساری کتابیں بارش کی وجہ سے ڈھل کر ختم ہو گئیں محمد بن عمیر کے متعلق ہے کہ صنف کتابا کثیرا بہت سی کتابوں کے مصنف تھے ــــــــ ہماری ان کتابوں کی تباہی و بربادی آپ ہی کے خلیفہ کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ یہ خیال خام ذہن سے نکال دیجئے کہ "کافی" امامیہ کا پہلا مجموعہ تھا۔ ۲۶۰ھ جو زمانہ امام حسن عسکری علیہ السلام کا تھا اس وقت تک تقریباً چار سو کتب احادیث و روایات تصنیف ہو چکی تھیں۔ برق صاحب اگر آپ جستجو فرمائیں تو عہد پیغمبر اسلام میں ہماری کتابوں کا سراغ آپکو ملے گا ہماری کہانی ضرور طویل ہے اس لئے کہ ہم نے خون جگر سے جس کی محافظت کی نام نہاد مسلمان ہمیشہ اسکو تباہ و برباد کرنے کی سوچتے رہے جیسا کہ ابھی غدر بغداد و واقعہ مامون ہم نے بیان کیا (اس کے متعلق باقی گفتگو آگے آئے گی) ہمارے ذخیرہ احادیث پر آپ ہنسیں بہت ہی افسوس اور شرم کی بات ہے "صحاح ستہ" کی شرمناک روایتیں عقل و نقل کی مخالف حدیثیں جبتک موجود رہیں گی کبھی کوئی باحیا سُنّی مسلمان شرم سے گردن نہیں اٹھا سکتا اهل البیت أدری بما فی البیت گھر والے ہی گھر کی باتیں زیادہ جانتے ہیں جس وقت امام ابوحنیفہ یا ان کے بعد کے آئمہ ثلثہ نے شریعت میں قیاس آرائی شروع کر دی اس وقت تو نام کو بھی کوئی صحابی نہ تھا پھر آپ اپنے حال زار پر ماتم کیجئے کہ آپ کے ذخیرہ

احادیث پر کیا بیتی شیعوں کے ہاں بحمد اللہ اہلبیت علیہم السلام صاحبانِ علوم نبوت و اسرار الوہیت تیسری صدی تک تو عوام کی نظروں کے سامنے رہے پھر "کچھ بیتنے" یا باطل کے تسلط کا کیا خوف ہوتا پھر بھی شیعوں کے ہاں پہلے ہی سے تدوین احادیث کا سلسلہ جاری رہا ——

ہم نے اس کا ہمیشہ خیال رکھا کہ حکم نبی و امام کے سامنے اپنی کسی خودرائی کو دخل نہ ہونے پائے اسی لئے قیاسات کو شریعت میں ہم نے کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھا —— قابل غور ایک اور امر ہے کہ شیخ الصدوق کی صحیح "یعنی چہ ؟

جناب اپنی بلا یا اس قسم کے نوازشات اپنے ہی پاس رکھیئے ہمنے کتاب کو صحیح ہونے کے باوجود "صحیح" کا خطاب نہیں دیا ہے

راویانِ امامیہ

("امامیہ کے جو راوی جھوٹی روایات وضع کیا کرتے تھے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں مختار بن ابو عبیدہ، الحکم بن عتبہ، مغیرہ بن سعید محمد بن فرات، ابو بصیر....")

اس سلسلہ میں جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں جن میں ان حضرات کو جھوٹا کہا گیا ہے اس کے وجوہ درج ذیل ہیں۔

(۱) ان میں کا ہر ایک ایسا ہے جس کے متعلق کتب میں یہ ملتا ہے کہ پہلے یہ حضرات محب اہل بیتؑ نہیں تھے اور بعد میں دوستدار اہل بیتؑ کی صفوں میں ان کا شمار ہوا لہٰذا ان کے خلاف جتنی بھی روایتیں ملتی ہیں

ان سب کو محمل کیا جائے گا زمانہ سابق کے حالات پر۔ ورنہ آپ کیلئے بھی زحمت ہو جائے گی اس لئے کہ ہم بھی یہ کہیں گے کہ حضرت عمر رسول کو قتل کرنا چاہتے تھے اس مقام پر آپ یہی کہیں گے کہ یہ قبل قبولِ اسلام کا واقعہ ہے لہٰذا اسی جواب کو ہماری طرف سے ان اصحاب کے سلسلہ میں قبول کیجئے۔

(۲) چونکہ یہ حضرات دشمنان آل محمد علیہم السلام کے لئے بہت سخت تھے مثلاً جناب مختار لہٰذا ان کے خلاف دشمنان آل محمدؐ نے روائتیں وضع کیں تاکہ ان کی منزلت میں کمی واقع ہو جائے یہ ہمارے علماء کی دیانت تھی کہ جس راوی کے بارے میں اچھے یا بُرے جتنے اقوال موجود ہوں ہر ایک کو نقل کر دیں تاکہ یہ کہنے میں نہ آئے کہ مدح کے اقوال تو درج کئے گئے اور (برائے نام) جن اقوال سے قدح کا پہلو پیدا ہوتا تھا اس کو نظرانداز کر دیا۔

(۳) ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ایسے جلیل القدر تھے جن کے خلاف حکومت کے کان تک آوازیں پہونچا دی گئی تھیں ایسے موقع پر ان کی جان عزیز کو محفوظ کرنے کے لئے خود امام وقت ان کو بُرا کہہ دیتے تھے تاکہ حکومت کے جاسوس یہ سمجھ لیں کہ ہم سے ان سے کوئی تعلق نہیں ہے تقیہ ایسے ہی اوقات کام دیتا ہے جیسا کہ محدث دہلوی عبدالعزیز صاحب نے تحریر کیا ہے کہ اصل تقیہ در مذہب تشیع از ہمیں جا شیوع یافتہ" (تحفہ اثنا عشریہ ص۱۱)

آپ کی پیش کردہ ہر ایک روایت انھیں واقعات و حالات سے متاثر ہو کر سامنے آئی ہے وہ زمانہ شیعوں کے لئے بہت ہی سخت د

LIBRARY 23997

شدید تھا اسے آپ کیا سمجھ سکیں گے اس سے پوچھئے جس کو ایسے دور سے گزرنا پڑا ہو ـــــ اکثر مقامات پر جو احادیث میں ٹکراؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے اس کی وجہ تقیہ ہے شیخ الطائفہ اور علامہ مجلسی والی روائیتوں کو انھیں دو قسموں پر تولئے ـــــ

اگر آپ ہماری اس تاویل لطیف کو قبول نہ کریں تو ہم زبردستی بھی نہیں کرتے لیکن مولانا! اتنا عرض کئے بغیر آگے بھی نہیں بڑھیں گے تاریخ شاہد ہے کہ جس ماحول میں زمین و آسمان ہمارے دشمن تھے وہاں سے بہزار دقت و دشواری چھپ چھپا کر آتے آتے ہماری صاف و شفاف روایتیں اعدائے دین و ملت کے اقوال میں کچھ نہ کچھ ضرور خلط ملط ہوگئیں ہیں مگر عقل کی روشنی میں ہم نے ہر ایک کا تجزیہ کرکے حق و باطل میں امتیاز پیدا کر لیا اس لئے کہ ہر ایک راوی کی بیان کردہ حدیث کو ہم نے قرآن کے معیار پر پیش کیا جو مطابق قرآن ہوئیں ان کو قبول کیا جو مخالف قرآن ہوئیں انھیں رد کر دیا فرمائیے اس میں کیا اعتراض ہے؟ مگر بدقسمتی سے آپ اس معیار کو سمجھ کر بھی اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اس لئے کہ آپ کے مذہب میں عقل کو کوئی دخل ہی نہیں ہے رجال کی کتابیں ضرور آپ کے ہاں ہیں مگر کس مرض کا علاج ہیں اس لئے کہ جرح و تعدیل کے وقت الصحابة کلهم عدول کی رو سے آپ مجبور ہوں گے کہ ہر کاذب و مفتری کو عادل سمجھیں مگر ہم بحمد اللہ جرح و تعدیل میں کسی کی شخصیت سے مرعوب نہیں ہوتے وہ وہ حضرت ابوبکر جیسا شخص ہی کیوں نہ ہو وہ

جب لاوارث حدیث پیش کریں گے تو ہم "کاذب" کہہ دیں گے

اہمیت حدیث ومعیار صحت۔

(احادیث میں کس کو صحیح اور کس کو غلط سمجھیں اور ان سے کیسے فائدہ اٹھائیں اس کا جواب (امام) جعفر صادقؑ نے نہایت عمدہ دیا ہے کہ ...... ہر بات کو قرآن وسنت سے پرکھو اور جو حدیث قرآن کے مطابق نہ ہو اسے باطل سمجھو (اصول کافی جز اول ص۴۳)"

یہ کتاب "بھائی بھائی" عالم وجود ہی میں نہیں آئی تھی جب ہی میں نے ماہنامہ الجواد بنارس میں آپ کے سامنے معیار صحت کے سلسلہ میں یہی حدیث پیش کی تھی لیکن اس وقت آپ کو نہ جانے کیا ہو گیا تھا کہ اس معیار کو ناکافی سمجھ کر اور شرطوں کا اضافہ کیا تھا کہ اس کے اندر قدح صحابہ نہو ازواج کے خلاف نہ ہو وغیرہ وغیرہ (دو اسلام) خیر اللہ کا شکر ہے کہ اب آپ کی سمجھ میں آگیا کہ بس یہی معیار صحت موزوں تر ہے۔ چلئے اسی پر فیصلہ ہو جائے اور آپ ایک فہرست ان احادیث کی شائع کیجئے جن کو آپ مطابق قرآن سمجھتے ہوں اور ہم بھی کچھ حدیثیں پیش کریں پھر جو مطابق قرآن ہو اس کو قبول کر لیا جائے اور جو مخالف قرآن ہو اس کو رد کر دیا جائے تاکہ "شیعہ سنی اتحاد" ہو سکے۔

بخاری "شریف" کی جو حدیث آپ نے پیش فرمائی ہے

(آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد خلف واذا ائتمن خان" منافق کی علامت تین ہیں جب وہ باتیں

کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے وعدہ کرتا ہے تو توڑ ڈالتا ہے اور اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔")
یہ حدیث آپ کی نظر میں مطابق قرآن اور بالکل صحیح ہے۔
اب فرمایئے کہ صحیح مسلم کی اس حدیث کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے "فرائیتمانی کاذباً آثماً غادراً خائناً" (ص۹۱ نولکشور لکھنؤ) حضرت عمر نے جناب امیر المومنین علیہ السلام اور حضرت عباس سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ آپ دونوں نے مجھ کو جھوٹا۔ گنہگار۔ بدعہد اور خائن سمجھا۔
اس کی صحت میں کسی طرح شک نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ مسلم کے علاوہ یہی واقعہ صحیح بخاری اور شرح ابن ابی الحدید سولھویں جز میں بھی موجود ہے۔

باب چہارم

خلافت وامامت

"قرآن عظیم ... ... ہمارے اختلافات پہ حکم بن سکتا ہے
درست کہا تھا امامیہ کے ایک فاضل علامہ محمد سبطین نے۔

"اسلام کے بیشمار فرقوں کا اختلاف جو ایک دوسرے کی تکفیر کی حد تک پہونچا ہوا ہے اس کا ایک بہت بڑا سبب یہی موضوع و مجعول (جعل و فرضی) احادیث ہیں ایسی حالت میں محض.. احادیث سے کسی مطلب کا اثبات اور اس پر استدلال لانا محال نہیں تو دشوار ضرور ہے نہیں بلکہ محال اور ناممکن ہی ہے ....
اس لئے ضروری اور لازمی ہے کہ ہم اثبات مدعا کیلئے. براہین قطعیہ مستقلات عقلیہ فطریات مسلمہ کے ساتھ صرف کتاب اللہ سے استدلال کریں کیونکہ یہ ایسی کتاب ہے جس کے تسلیم کرنے میں کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا" خلافت الٰہیہ ص۳"

آپ آج ملتفت ہوئے ہیں کہ اس عظیم بحث کا فیصلہ قرآن سے کیا جائے مگر امامی افاضل برسوں پہلے سے چیلنج کرتے چلے آ رہے ہیں لیکن کسی غیر متعند نے ان کی آواز پر لبیک نہیں کہی غیرت وحمیت اور انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ

خلافت الٰہیہ کا جواب لکھتے پھر کسی امر میں گفتگو زیب دیتی سقیفہ سے
آج تک دوسروں کی کچھ نہ سننا اور اپنی بات "مرغ کی ایک ٹانگ"
پر اڑا رہنا ظاہر ہے کہ سفاہت و نادانی ہے۔ مولانا! خشت اول ہی جب
قرآن کے خلاف رکھی گئی تو آپ اس میں بحث کیا کیجئے گا۔ "منا امیرو
منکم امیر" والے سہ روزہ اجلاس سقیفہ میں ہر دلیل قرآن کے علاوہ
اور (اس کے مخالف) لائی گئی حالانکہ اراکین اجلاس کو اقرار بھی تھا کہ قرآن
کافی ہے لیکن نہ جانے کیا مصلحت تھی کہ اس موقع پر قرآن کا سہارا لینا مناسب
نہیں سمجھا گیا۔ اگر قرآن سے کچھ بھی مدد لی گئی ہوتی تو کم از کم خلافت کا "بٹوارہ"
اس مقام پر نہ کیا جاتا جہاں چور اور ڈاکو مال تقسیم کرتے تھے (ملاحظہ ہو
انوار اللغۃ "سقیفہ") بلکہ مسجد نبوی میں اس مہم کو انجام دیا جاتا تاکہ حقدار
خلافت بھی اس میں شریک ہو سکتے۔ کافی بحث و مباحثہ اور ہا تھا پائی کے
بعد جب یہ سہ روزہ اجلاس ختم ہوا تو واپسی پر عوام کو معلوم ہوا کہ معاملہ
چکایا جا چکا اور اب بجبر بیعت سے خلافت کا تکملہ کیا جا رہا ہے۔

خیال نہیں کیا ورنہ کبھی اس بحث کو آپ بھی قرآن سے فیصل کرنیکی
تمنا نہ کرتے اب بھی کیا مضائقہ ہے شاید یہ سہرا آپ ہی کے سر رہے،
لیکن شرط یہ ہے کہ فیصلہ خلافت و امامت قرآن کریم سے ہو۔ اگرچہ
یقین ہے کہ آپ راہ فرار ضرور اختیار کریں گے

("قرآن کے طول و عرض میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی
خلافت بلا فصل اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت کا کہیں ذکر نہیں")

LIBRARY New Delhi-62

برق صاحب آپ کا یہ دعوے کہ "آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی امامت کا قرآن کے طول و عرض میں ذکر نہیں" مہمل ہے ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھ جیسے کوتاہ نظر کو آئمہ ہدیٰ کی امامت کا ذکر قرآن کے طول و عرض میں نہیں ملا" ہماری صائب رائے یہ ہے کہ آپ کتاب "الفین" کسی ماہر عربی داں سے پڑھ لیجئے دیدۂ دل روشن ہو جائیں گے اور معلوم ہو جائیگا کہ ان کی امامت کا ذکر قرآن میں کہاں کہاں ہے؟ یا پھر روائح القرآن یا "امامۃ القرآن" پڑھ لیجئے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے۔

اچھا اگر دو منٹ کے لئے آپ کی خاطر سے ہم یہ تسلیم کرلیں کہ ان حضرات کی امامت کا ذکر نہیں تو کیا یہ بھی مان لیں کہ قرآن مجید میں امامت کا کوئی ذکر اور اسکا کوئی معیار نہیں بیان کیا گیا ہے؟ اگر مسئلہ امامت کا کوئی ذکر ہی نہیں تو اس کا فیصلہ قرآن مجید سے کیونکر ممکن ہوگا؟ پھر تو مسئلہ امامت کو بے اصل ماننا پڑے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے یہ ایسی اصل ہے کہ اس کے بغیر کوئی مسئلہ حل ہی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اختلافات کثیرہ کی سب سے بڑی خلیج یہی مسئلہ امامت و خلافت ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ کو آپ قرآن سے حل کرنا پسند نہیں فرماتے اس واسطے کہ یہ اقدام آباء و اجداد کے طریقہ سے جدا ہوگا۔

انا وجدنا اباءنا علی امۃ و انا علی اثارھم مقتدون (ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم یقیناً ان کے قدم بقدم چلے جا رہے ہیں) تو آپ حضرات کا طرۂ امتیاز ہے۔

مولانا! اسی دن کے لئے لن تضلوا پیغمبر اسلام صلواۃ اللہ وسلامہ علیہ وآلہ نے فرمایا تھا اور اسی لئے کاغذ و قرطاس طلب فرمایا تھا جس میں آپ نے اپنی طرف سے مخالفت حکم پیغمبر کرنے والے صحابہ کو کامیابی کی ڈگری دیدی (دواسلام) سوچنے کی بات ہے کہ امامت جیسا اہم مسئلہ اور وہ قرآن مجید میں نہ ہوگا؟ تو پھر لارطب ولا یابس الا فی کتاب مبین جیسا دعوی کدھر جائے گا؟ ——— چونکہ فوراً آپ نے "خلافت امیر المومنین" کے ذکر کے سلسلے میں حدیث غدیر کا بیان شروع کردیا اور قرآن مجید سے واقعی اس کا کوئی فیصلہ نہیں سنایا جس سے ہم یہی نتیجہ نکالتے ہیں کہ خلافت کی بحث کا ناطق فیصلہ قرآن سے کرنا آپ حضرات کے بس کی بات نہیں اس معاملہ میں آپ کا طبقہ قطعی جاہل ہے۔ اسی جہالت پر دعوی ہے کہ ہمارا ایمان قرآن پہ ہے" جس قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام اور حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کے علاوہ جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام کی امامت کا واضح اور صریحی بیان موجود ہو کیا وہ قرآن انبیاء ماسبق کی خلافت وامامت کا ذکر کرکے خاموش ہو جائے گا جب کہ وہ امت مرحومہ کی خاص ہدایت کے لئے آیا ہے اور خیر سے "صحابہ" کی اکثریت اور خصوصیت سے علامہ شبلی کے "ہمہ وماہ" اس قرآن کو "کافی" بھی سمجھ چکے ہیں ——— آخر آپ نے وہی کیا جس کی توقع تھی محض قرآن، قرآن کی بلند و بالا صدائیں اور بس معلوم ہوا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کیلئے اور ہوتے ہیں اور دکھانے کیلئے اور۔

خلافت امیر المومنین حدیث غدیر کو نقل کرنے کے بعد "مولیٰ" کے معانی نقل فرماتے ہیں بعدہٗ امامیہ اس سے کیا سمجھے ہیں اس کو تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ ("آپ نے ان غاصب وظالم خلفاء کے ہاتھ پہ بیعت کیوں کی")

برق صاحب قرآنی قلعہ سے بھاگ کر حدیث کی اسی "بھول بھلیاں" کی طرف آگئے جس کے بظاہر سخت مخالف ہیں۔۔۔ خیر چلئے ہم بھیجے ہوئے کو اس کے گھر تک پہونچا دیتے ہیں۔ کیونکہ کسی ایک بات پر قائم رہنا آپ کی عادت ہی نہیں اس لئے کہ ثبات قدم کا سبق آپ کو پڑھایا ہی نہیں گیا۔

آپ کسی معمولی شیعہ کی تحریر وتقریر سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ جناب امیر علیہ السلام نے ("ان غاصب وظالم خلفاء کے ہاتھ پر بیعت کی") آپ کو "وقت معلوم" تک کی مہلت دی جاتی ہے اس عرصہ میں آپ جب بھی یہ ثابت کر دیجئے ہم آپ کے ہم مشرب وہم مسلک ہونے پر تیار رہیں۔

اپنے گھر کے مفتریات کو میدان مناظرہ میں سپر نہیں بنایا جاتا کم سے کم "رشیدیہ" پڑھی ہوتی تاکہ کچھ تو داب مناظرہ سے آگاہی ہو جاتی۔ دیکھئے ہم آپ کے یہاں سے ثابت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے بیعت نہیں کی ذرا اس کو رد کیجئے "عمر فاروق گفت موجب آنست کہ میخواہم کہ چناں سائر اصحاب با ابوبکر رضی اللہ عنہ بیعت کردہ اند تو ہم بیعت کن

علیؑ گفت من ہما سخن کہ شما بر انصار حجۃ ساختہ اید ایں منصب را گرفتید بر شما حجت میگردانم راست گوئید کہ بحضرت رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہ اقرب بود کیست، عمر گفت ترا نہ گذاریم تا بیعت نہ کنی علی فرمود اول ایں سخن را جواب باصواب بگوئید بعد ازاں بیعت جوئید (روضۃ الاحباب جلد ۲ صـ ۳۳ مطبع نامی لکھنو سنہ ۱۲۹۷ھ)

عمر صاحب بولے اس لئے آئے ہیں کہ دوسروں کی طرح آپ بھی ابوبکر کی بیعت کیجئے، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ تم نے انصار کے مقابلہ جو دلیل پیش کی وہی میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں بتاؤ رسول سے قریب تر کون ہے، عمر بولے ہم تو بلا بیعت لئے آپ کو نہ چھوڑیں گے حضرت علیؑ نے فرمایا پہلے میری بات کا صحیح جواب دو پھر بیعت کا نام لینا۔

پہلے ہم کو یہ دکھا دیجئے کہ عمر صاحب نے جناب امیرؑ کے احتجاج کا جواب باصواب کب دیا؟ اور پھر یہ دکھائیے کہ حضرت علیؑ نے بیعت کب کی کوئی صحیح یا غلط جواب نہ عمر صاحب نے دیا اور نہ حضرت علیؑ نے بیعت کی اور سنیئے:۔ قال عمر انک لست متروکا حتی تبایع فقال علیؑ ...... لا واللہ لا اقبل قولک ولا ابایعہ فقال لہ ابوبکر فان لم تبایعنی لم اکرھک (ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جز سادس)

"بیعت لئے بغیر تو ہم آپ کو چھوڑیں گے نہیں اس پر حضرت علیؑ نے فرمایا ہرگز نہیں، نہ تیری بات قابل قبول ہے اور نہ وہ لائق بیعت ہے جس پر (برجستہ) حضرت ابوبکر بول اٹھے تو

پھر آپ کو ہم مجبور نہیں کرتے"

اس کے علاوہ آپ بھی قائل ہیں کہ چھ ماہ تک یعنی جبتک معصومۂ عالم باحیات رہیں جناب امیر علیہ السلام نے بیعت نہیں کی بعد کا مسئلہ اب بھی محتاج ثبوت ہے۔

("پورے پچیس ۲۵ برس تک ان کے معاون و مشیر کیوں رہے؟")

کیا خوب اسلام کے آڑے وقت کام آئے تو آپ نے اسکو تعاون واشتراک ایسے فریب آمیز الفاظ سے تعبیر فرما دیا ان سے تعاون اور حضرت علی ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ علیؑ کی زحمت اور کلفت کا اندازہ اور تصور دشوار ہے مشکل یہ آن پڑی کہ حضرت خاموش رہیں تو اسلام ڈوب جائے دراصل یہ ناؤ منجدھار سے نکال رہے تھے اب مجبوری یہ ہوئی کہ جو زبردستی اسے پکڑے تھے اس سہارے وہ بھی بچ گئے مفصل سینئے کہ حضرت نے ایسا کیوں کیا ——

اس لئے کہ امام وقت پر واجب ہے کہ جس چیز کے متعلق اس سے سوال کیا جائے اس کا جواب دے جس امر کے لئے مشورہ طلب کیا جائے اس میں صحیح رائے دے چونکہ امیر المومنینؑ امام وقت تھے لہذا وہ صحیح رائے اور مشورہ سے حکومت وقت کو نوازتے رہے اس کے علاوہ اس تعاون سے اسلام کی محافظت مقصود تھی لہذا پچیس برس تک آپؑ تعاون کرتے رہے اور مشیر رہے تو اس سے یہ استدلال تو نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت امیرؑ نے خلفاء ثلثہ کی بیعت کر لی تھی یہ تو امت کی بدقسمتی تھی کہ

امام زمانہ سے منحرف ہوگئی ورنہ دنیا کے ہر سوال کا بقدر صلاحیت سائل اور بھی جواب مرحمت فرماتے۔ البتہ امام پر یہ لازم نہیں کہ گھر گھر جا کر مسائل بتائے ——— یہ بھی کوئی سوال ہے کہ آپ ان کے معاون و مشیر کیوں رہے؟ فرعون، نمرود، شداد اور ہامان جیسے کفار کو اللہ رزق کیوں دیتا رہا؟ عزیز مصر جیسے کافر بادشاہ کے جناب یوسف علیہ السلام کیوں معاون و مشیر اور اس کے ولی عہد رہے؟ جو جواب آپ اس کا دیجئے گا اسی کو ہماری طرف سے قبول کریجئے۔

("حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرح ان کے خلاف کیوں جہاد نہیں کیا ۔")

جی! اس لئے کہ ابھی کوئی یزید نہیں پیدا ہوا تھا شراب کو شراب کہہ کر نہیں پی سکتے تھے پیتے تھے مگر "نبیذ" کہہ کر، ابھی گھر جلانے کی محض دھمکی دی گئی تھی خیموں میں آگ لگانے والا کوئی نہیں تھا، ابھی بیعت نہ کرنے پر فان لم تبایعنی لم اکرھک (اگر آپ بیعت نہیں کرتے تو میں مجبور بھی نہیں کرتا) کہکر ظاہری اسلام کا بھرم رکھ لیا جاتا تھا۔ "اگر حسینؑ بیعت نہ کریں تو ان کا سر قلم کر لو" کا جابرانہ، ظالمانہ اور کافرانہ حکم دینے والا کوئی نہیں تھا اس لئے کہ ابھی کھلم کھلا احکام دینیہ کی مخالفت نہیں کیجاتی تھی مسند رسالت پہ شراب نہیں ڈھلکتی تھی دربار خلافت رقص گاہ نہیں بنا تھا لعبت ھاشم بالملک فلا، ملک جاء ولا وحی نزل کہنے والا کوئی نہ تھا۔ بیعت جناب امیرؑ کے متعلق یہ کہنا کہ امامیہ یہ تاویل کرتے ہیں۔

("کہ بعض صحابہ حضرت امیرؑ کی گردن میں رسّی ڈال کر لے گئے تھے
اور انھوں نے بہ جبر و اکراہ بیعت کی تھی، حیواۃ القلوب")

یہ امامیہ کا قول نہیں بلکہ آپ کا قول اور عقیدہ تھا جو امامیہ نے نقل کیا ہے جبر سے بیعت لی گئی یہ آپ کے ہاں ہے ملاحظہ ہو۔

ابن ابی الحدید معتزلی کی شرح نہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ و مروج الذہب مسعودی برحاشیہ تاریخ کامل ج ۶ صفحہ ۱۶۵ مصر۔

("علیؑ نے جنگ کیوں نہ کی جبکہ بہادر و شجاع تھے")

بہادری شجاعت آپ کی مسلم لیکن شجاع وہی ہوتا ہے جس میں جبن و تہور کا مظاہرہ نہ ہو اور یہی شجاعت کا کمال ہے حضرت امیرؑ میں یہ صفت بدرجۂ اتم موجود تھی جنگ کیوں نہیں فرمائی خود حضرت اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں واللہ مامنعنی الجبن و لا کراھیۃ الموت ولا منعنی ذالک الا عہد اخی رسول اللہ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۹ حدیث ۱۵۱ حیدرآباد ۱۳۱۲ھ و بحار الانوار کتاب الفتن صفحہ ۱۲۵)

خدا کی قسم جنگ سے مجھے بزدلی یا موت کے ڈر نے نہیں روکا بلکہ مجھے میرے بھائی رسول خدا کے عہد اور وصیت نے مجبور کر دیا ——

اگر اس کی حقیقت آپ کی سمجھ میں نہ آئے تو کوئی حرج نہیں اسلیئے کہ حقائق کسی کی سمجھ کے ذمہ دار نہیں ہوا کرتے —— آپ یہ فرمایئے کہ جناب نوح علیہ السلام نے جنگ نہ کی اور ربّ انی مغلوب فانتصر (پالنے والے انھوں نے مجھے مغلوب کر رکھا ہے تو میری مدد فرما) کہکر کیوں خاموش ہو گئے جناب لوطؑ علیہ السلام نے قوم کے بدکاروں کو کیوں نہ قتل کر دیا حضرت

ابراہیم خلیلؑ، موسیٰ بن عمرانؑ اور جناب ہارونؑ نے جنگ کیوں نہ کی خود سیّد المرسلین نے کیوں ہجرت فرمائی مکہ میں رہ کر جنگ کیوں نہ کی؟ ماھو جوابکم فھو جوابنا۔

("یہ کیسے ممکن ہے کہ چند روز پہلے حضورِ پُرنور ارشاد خداوندی کی تعمیل میں ولایت علیؑ کا اعلان فرمائیں اور چند روز بعد امیرالمومنینؑ کو اطلاع دیں کہ مسند حکومت پر تو فلاں فلاں قبضہ کرلیں گے اسلئے آپ صبر سے کام لیں .... اس سے زیادہ عجیب بات اور کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ حضرت امیرؑ کو خلیفہ مقرر کریں حضور صلعم ہزارہا کے مجمع میں اعلان فرمائیں اور مسند سنبھال لیں بوبکر وعمر کیا اللہ میں اپنا فیصلہ نافذ کرنے کی ہمت نہ تھی")

اگر اللہ حکم نہ دیتا تو رسول کریمؐ اعلان ولایت علی نہ فرماتے اور جب اعلان نہ ہوتا تو ہم اہل حق حق کو کیونکر پہچانتے اور اعدائے دین پر حجت کیسے تمام ہوتی لہذا ضروری تھا کہ آں حضرتؐ بحکم الٰہی ولایت مرتضوی کا اعلان فرمائیں ـــــ لیکن یہ بھی ہونے والا تھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی سازش سے عہدۂ خلافت حضرت علیؑ کو نہ ملے لہذا جانشین حقیقی کو صبر کی تلقین بھی ضروری تھی ـــــ آخر اس کو تسلیم کرلینے میں کون سی عقلی قباحت لازم آتی ہے؟ ـــــ بعض مقامات پر برق صاحب ایسی "بھولی" گفتگو فرماتے ہیں جس کی امید پڑھے لکھے شخص سے نہیں ہوسکتی اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی کہ سوال کیا جائے کہ ("کیا اللہ میں

فیصلہ نافذ کرنے کی ہمت نہ تھی“) مولانا! یہاں تو آپ کو بہت تعجب ہوا مگر انی انا اللہ کے دعوے کے بعد فرعون و نمرود خدائی کا دعویٰ کریں اور جبار و قہار ذات چپکی دیکھا کرے، جر جبیس پر آرہ چل جائے اور وہ کچھ نہ کر سکے تین سال تک پیغمبر اسلام اور جناب ابو طالب علیہ السلام مع دیگر چاہنے والوں کے پہاڑ کی گھاٹی میں مقید رہیں اور خدا کچھ نہ کرے ابتک جو ہوا غنیمت ہوا۔ مگر غضب کی بات یہ ملاحظہ کیجئے کہ حضرت عثمان ”مرحوم“ تین روز کے محاصرہ کے بعد قتل ہو جائیں اور خدا کچھ نہ کرے لاوارثی کی حد ہو گئی کہ ایک ٹانگ ہی غائب ہو گئی مسلمانوں کے مقبرہ میں دفن نہ ہو سکیں یہ سب کچھ ہو گیا اور اللہ یہ تماشا دیکھتا رہا کوئی حکم نافذ نہ کر سکا؟ حکم کے عدم نفوذ سے کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ ”مرحوم“ اسی لائق تھے جو سلوک اصحاب نے ان کے ساتھ کیا وہ درست اور بجا تھا؟ اس لئے کہ اگر بجا نہ ہوتا تو حکم الٰہی ضرور نافذ ہوتا ــــــــــــ

(”اس سے زیادہ حیرت افزا بات یہ ہے کہ صدیق و فاروق نے ارشاد رسول کی علی الاعلان توہین کی اور بایں ہمہ چار لاکھ صحابہ نے (باستثنائے چند) ابو بکر کے ہاتھ پر کسی احتجاج کے بغیر بیعت کر لی ان میں خاندان رسالت کے دہ بارہ ہزار صحابہ بھی شامل تھے جو محبان اہلبیت سمجھے جاتے تھے .... کیا اللہ نے جو ان صحابہ کے متعلق یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا (یہ سب اللہ کی خوشنودی اور رضا کے طالب ہیں) غلط بیانی تھی..

رسول کی لخت جگر ...... کو آگ میں جلانے کا انتظام کریں
اور کسی مسلمان کی غیرت میں ذرا سی جنبش بھی پیدا نہ ہو")

اب آہستہ آہستہ محترم برق صاحب غلط بیانی کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں خدا کرے سفید جھوٹ کی نوبت نہ آئے حالانکہ برق صاحب سے اسی کی امید ہے احتجاج و ناراضگی کے بغیر لوگ ابوبکر صاحب کی بیعت پر راضی ہو گئے صریحی کذب ہے یا کتب تاریخ سے لاعلمی کا نتیجہ۔

تین روز تک سقیفہ منا امیر و منکم امیر کے شور و غوغا سے ذوالمجنہ والمجاز کے میلہ کا سماں پیش کر رہا تھا سعد بن عبادہ جلیل القدر صحابی رسولؐ نے وہیں اپنی ناراضگی کا اعلان کیا اور مرتے دم تک بیعت نہیں کی حکومت وقت نے "جن" بن کر اس صحابی رسولؐ کو ختم کرا دیا ------ ایک پوری جماعت اصحاب رسولؐ کی خلافت ابو بکر پر راضی نہیں تھی۔

علامہ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ ان ابا بکر .... تفقد قوما تخلفوا عند علیؑ کرم اللہ وجہہ (الامامۃ والسیاست ج ا صفحہ ۲ مصر)

ابوبکر نے اس جماعت کی تلاش اور فکر کی جو بیعت سے بیزار ہو کر علیؑ کے پاس پناہ لے رہی تھی ---- فرمائیے اب احتجاج کیسے ہو گا مخالفت کا اظہار اور کیونکر ہوتا ہے؟ ابن قتیبہ پھر لکھتے ہیں کہ "فبعث الیہم عمر فجاء فناداھم وھم فی دار علی فابوان یخرجوا فدعا بالحطب وقال والذی نفس عمر بیدہ لتخرجن او لاحرقنھا علی من فیھا فقیل لہ یا ابا حفص ان فیھا فاطمہ فقال وان فتخرجوا فبایعوا الا علیا
(الامامت والسیاست ج ا صفحہ ۱۳ مطبوعہ النیل مصر)

پس (ابوبکر) نے عمر کو ان لوگوں کی (گرفتاری) کیلئے بھیجا (جبکہ) وہ لوگ حضرت علیؑ کے گھر میں (پناہ گزیں) تھے ان (مخالفین بیعت) لوگوں نے نکلنے سے انکار کیا (تو عمر صاحب نے) لکڑیاں منگوائیں اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھوں میں عمر کی جان ہے نکل آؤ ورنہ اس (گھر) کو ان لوگوں سمیت جلادوں گا جو اس میں ہیں (عمر صاحب سے) کہا گیا کہ اے حفصہ کے باپ اس میں فاطمہؑ (بھی تو) ہیں (عمر صاحب نے) کہا ہوا کریں (پس خوف کی وجہ سے) سب نکل آئے اور بیعت کرلی سوائے جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے ــــــ برق صاحب اس روایت کو پڑھیئے حضرت عمر کے "کمال ایمان" کو ملاحظہ فرمایئے (معصومۂ عالم کا گھر جلا کر ایمان کو روشن کیا جارہا ہے) اور اپنی "صدق بیانی" کی داد لیجیئے ــــــ بغور دیکھ لیجیئے "فبایعوا الا علیا" علی علیہ السلام کے علاوہ سب نے بیعت کی ــــــ ۱۲ ہزار محبان اہلبیتؑ کا پتہ آپ کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم اس کے قبل ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ سب وقت کے بے بس تھے ورنہ صفین کا معرکہ بن کے نہ بگڑتا اور آپ کے خال معظم حضرت معاویہ زندہ واپس نہ جاسکتے۔ جو آیت آپ نے پیش فرمائی ہے وہ ان صحابہ کے لئے نہیں جن کی بابت ایمان و نفاق میں بحث ہو رہی ہے۔

خاتم المحدثین اہل ہند جناب مولانا عبیداللہ صاحب امرتسری ارجح المطالب میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ

کی شان میں ہے ـــــــ برق صاحب "مسلمانوں کی غیرت" سے اسی کی توقع تھی اس لئے جن اصحاب نے قول رسول رد ہوتے ہوئے دیکھا اور کچھ نہ بولے اللہ کے محبوب پیغمبر کی طرف "ہذیان" کی نسبت دیتے ہوئے سنا اور دیکھا مگر غیرت اسلامی جوش زن نہ ہوئی بھلا ان سے اسکی امید کب کیجا سکتی ہے کہ نائب رسول کا حق غصب ہو گا تو یہ لوگ کچھ نصرت کریں گے ـــــــ بار بار آپ غیرت اسلامی کا تذکرہ فرماتے ہیں تو ذرا یہ تو بتا دیجئے کہ کیا یہ صحابہ سب کے سب [۶۱] ھ سے پہلے مر چکے تھے تابعین اور تبع تابعین میں سے کوئی زندہ نہیں رہ گیا تھا اور کیا کم سے کم اکتیس ہزار جو قتل حسینؑ کے لئے کربلا میں آئے تھے انھوں نے صرف یزید کے لئے اسلام قبول کیا تھا کیا اس میں حافظ و قاری قرآن نہ تھے آخر ان بے غیرتوں کی غیرت اسلامی کدھر چلی گئی تھی۔؟

("امیر المومنین کے نام ہی سے خلفائے ثلثہ اور دیگر صحابہ کا دم نکل جاتا تھا")

بالکل درست ہے یہی حقیقت واقعیہ ہے مگر حضرات خلفائے ثلثہ جیسے جہاندیدہ لوگ موقع سے فائدہ اٹھانا جانتے تھے اور یہی تو "ان سیاست دانوں" کا کامیاب طریقہ تھا ان حضرات کو معلوم تھا کہ وصیت رسول کریمؐ کے پاس و لحاظ سے علیؑ کچھ بول ہی نہیں سکتے اسی لئے شیر بن کر جو چاہتے کرتے تھے ـــــــ یقیناً علیؑ اشجع الناس تھے ان کی شجاعت بس ایسی ہی تھی کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی

محافظت کیلئے انھیں کا انتخاب کیا ہم سے زیادہ اس کا اقرار کس کو ہوگا مگر میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ جناب امیرؑ منزل افراط و تفریط کو سمجھتے تھے لہذا وہ ان دونوں سے اپنے کو محفوظ رکھتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ میری شجاعت پر جبن یا تہور کا داغ لگ جائے لہذا مصلحت اسی میں تھی کہ روباہ صفت علیؑ جیسے شیر خدا کے گلے میں رسن باندھ دیں اور آپ اف نہ کریں یہ کمال صبر کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ ہاں اگر حقائق سے چشم پوشی کر کے محض اعتراض ہی کرنا ہے تو پھر جواب جاہلاں باشد خموشی کے علاوہ اور کوئی اس کا جواب نہیں ہے۔

آں حضرت نے ام المومنین عائشہ سے فرمایا تھا کہ "اگر تمہاری قوم کے کافر ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں کعبہ کو اس جگہ بناتا جہاں ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا (موطا امام مالک صـ۱۴۲ـ طبع فخر المطابع دہلی،،)

فرمائیے رسول کریم صلعم کے اس فعل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

("مقابلہ صرف دو آدمیوں سے تھا ان میں سے ابوبکر ۶۱ برس کے بوڑھے تھے حضرت عمر فاروق کی عمر پچاس سال تھی")

اگر وصیت رسول اور مصلحت وقت مانع نہ ہوتی اور شیر خدا مقابلہ پہ آجاتے تو بوبکر و عمر صاحبان جیسے لوگوں کا کیا ذکر خالد بن ولید جیسے ہزاروں اللہ کے اس ("دھاڑتے ہوئے شیر") کیلئے بس ویسے ہی ہوتے جیسے شیر کے پنجوں میں روباہ۔

بیعت علیؑ کی صحیح کہانی

اس سلسلہ میں برق صاحب نے واقعہ

سقیفہ کو اس عنوان سے بیان کیا ہے جس سے ایک بے خبر شخص دھوکا کھا سکتا ہے کہ واقعی حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر اجماع مسلمین ہو گیا تھا نیز یہ کہ اصل میں سقیفہ کی کمیٹی دوسرے لوگوں نے کی تھی حضرات شیخین سے کسی نے آکر بتایا کہ انصار ایسا ایسا کر رہے ہیں اس کے بعد یہ بیچارے دوڑے ہوئے پہونچے۔ اس سلسلہ میں ہم کافی شواہد پیش کر سکتے ہیں کہ انعقاد سقیفہ حضرات شیخین کا فعل تھا مگر طول کے خیال سے محض ایک واقعہ عرض کرنا ہے ناظرین کرام خود فیصلہ فرمائیں علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں کہ "وہ (حضرت عمرؓ) اگرچہ ہر قسم کے مضامین پر خطبہ دے سکتے تھے لیکن ان کا خود بیان ہے کہ نکاح کا خطبہ مجھ سے بن نہیں آتا ——— معرکہ کے جو خطبے ہوتے تھے ان میں تیار ہو کر جاتے تھے سقیفہ بن ساعدہ کے واقعہ میں خود ان کا بیان ہے کہ میں خوب تیار ہو کر گیا تھا" (الفاروق ج ۲ صلا ۲۱)

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ وہ خطبہ پڑھ سکتے تھے یا نہیں یا خطبہ نکاح کیوں نہیں بن آتا آخر اس میں شرمانے کی کیا بات تھی لیکن دیکھنا یہ ہے کہ سقیفہ بن ساعدہ کے موقع پر ان کو تیاری کا موقع کہاں سے ملا جبکہ کسی شخص نے آکر اطلاع دی اور یہ دونوں بزرگ جلدی میں روانہ ہو گئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تین روز کے متواتر اجلاس میں یہ خطبہ تیسرے روز پڑھا گیا دو روز خطبہ کی تیاری میں لگا لیکن یہ بھی درست نہیں اس لئے کہ تین روز کے اجلاس میں حضرت عمرؓ جیسے مشغول ترین انسان کو خطبہ کی تیاری کا کون سا وقت مل گیا اتنا ہی وقت تھا تو

دفن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کیوں نہ شرکت کی؟ دوسرے یہ کہ یہ خطبہ تیسرے روز پڑھا گیا اس وجہ سے بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ بیعت کے بعد حضرت عمر کے خطبہ پڑھنے کا کوئی وقت ہی نہیں رہ گیا تھا اب تو خطبہ پڑھیں نہ پڑھیں سب کے ذمہ دار حضرت ابوبکر ہیں حضرت عمر نے محنت سے تیار کیا ہوا خطبہ پہلے روز پڑھا ہے تاکہ عوام کو بعد رسول اہمیت خلافت سمجھا کر ابوبکر صاحب کی خلافت کی طرف مائل کر سکیں۔ خطبہ کی تیاری بتاتی ہے کہ باوجود لعنت رسول کے جیش اسامہ میں شبلی صاحب کے "مہرو ماہ" کیوں تشریف نہیں لے گئے۔

("جب کچھ عرصہ بعد حضرت فاطمہ زہراؑ کا انتقال ہو گیا تو آپ (علیؑ) نے بیعت کر لی")

جناب معصومہؑ کی "شہادت" آں حضرتؐ کے انتقال کے چھ ماہ بعد ہوئی اس چھ ماہ کے اعمال کے متعلق کیا کہا جائے گا جس میں حضرت علیؑ ابوبکر (آپ کے بنائے ہوئے امام وقت) کے مخالف رہے — اور اس معصومہ شہزادی اسلام کے متعلق کیا کہا جائے گا جو باجماع علماء اہل سنت دنیا سے چلی گئیں اور ناراضگی کی وجہ سے ابوبکر صاحب سے نہ بولیں؟

اس چھ ماہ تک آخر حضرت علیؑ نے بیعت کیوں نہیں کی اور معصومہ عالم کی شہادت کے بعد کیوں بیعت پر راضی ہو گئے؟

کیا عمر صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کے سوال کا جواب باصواب دیا؟

جب علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی قتیبہ دینوری نے الامامتہ والسیاستہ اور صاحب روضتہ الاحباب نے یہ لکھ دیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے بیعت سے انکار کیا تو چھ ماہ بعد جب بیعت کی تو وہ کون سا موقع تھا وہاں کون کون موجود تھا کیا برق صاحب اس کا پتہ بتا سکتے ہیں؟ —— حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر عمر یا عثمان کسی کی بیعت نہیں کی اور نہ ان سے خوش رہے خطبۂ شقشقیہ گواہ ہے اگر حضرت خلفاء ثلثہ کی بیعت کرتے تو انکو برحق اور مومن سمجھتے کیا حضرت عثمان کے جنازہ میں شریک نہ ہوتے اور انکی نماز جنازہ نہ پڑھتے جبکہ یہی علیؑ جناب سلمان فارسی کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے مدینہ سے مدائن تشریف لا سکتے ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ عثمان کا جنازہ مدینہ کے مزبلوں پر پڑا رہے اور حضرت علی مدینہ میں رہ کر ان کو دفن کرنے میں حصہ نہ لیں

(''بیعت کیوں کی'') جناب امیر علیہ السلام نے ہرگز بیعت نہیں کی شواہد گذر چکے اور آپ نے ابتک ایک حوالہ بھی پیش نہیں کیا کہ جس سے پتہ چلتا کہ مولائے کائنات نے خدانخواستہ بیعت کی ہو ہاں اگر بیعت سے وہ بیعت مراد ہے جس کا ذکر اپنے ایک خط میں معاویہ نے کیا ہے تقاد کما یقاد الجمل المخشوش حتی تبایع وانت کارہ (بیعت کے لئے) تمہیں اس طرح کھینچ کر لایا گیا جیسے بار دار اونٹ کو نکیل سے کھینچا جاتا ہے تاکہ تم بیعت کرو اور تم اسے ناپسند کرتے تھے) تو ہمیں اعتراض نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس ظلم و جور کو آج کے تعلیم یافتہ طبقہ کے سامنے بھی پیش کیجئے۔

("آپ نے بیعت فرمائی یہ کہانی خود حضرت امیرؑ کی زبانی سنیئے ....
مجھے اندیشہ ہوا کہ اسلام اور اہل اسلام کی اعانت پر کھڑا نہیں ہونگا
تو ممکن ہے کہ اسلام میں شگاف پڑ جائے یا اس کی عمارت گر جائے۔
.... یہ سوچ کر میں اٹھا اور ابو بکر کے ہاتھ پر بیعت کر لی نہج البلاغہ
مرتبہ رئیس احمد جعفری")

ناظرین کرام! جس جگہ سے اس عبارت کو نقل کیا گیا ہے اس کے متعلق، خود رئیس احمد صاحب جعفری کا بیان سنیئے اور برق صاحب کے سفسطہ کی داد دیجئے۔ رئیس احمد صاحب لکھتے ہیں۔

"ضمیمہ (۱)۔ امیر المومنینؑ کے کچھ رقعات اور مکاتیب نہج البلاغہ کے علاوہ الامامۃ والسیاسۃ، بلاغات النساء اور ابن ابی الحدید کے نسخہ سے ماخوذ ہیں۔"

جعفری صاحب تحریر فرما رہے ہیں کہ الامامۃ والسیاسۃ بلاغات النساء اور ابن ابی الحدید سے جو چیزیں ماخوذ ہیں اب ہم ان کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ صاحبان عقل انصاف فرمائیں کیا ان کتابوں کو ہم شیعیان علیؑ کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے؟ ہم برق صاحب کو انھیں کی کتابوں سے دکھا رہے ہیں کہ جناب امیرؑ کو بیعت سے انکار تھا اور رہا بفرض محال اگر بیعت کی تو اس طرح پر کہ کوئی غیرتمند سنی بھولے سے بھی اس کا نام نہیں لے سکتا اور برق صاحب بجائے اس کے کہ ہماری کتابوں سے کچھ پیش کرتے خود ساختہ حوالہ سے کام نکالنا چاہتے ہیں کیا ایمانداری اسی کا نام ہے۔؟

برق صاحب پہلے آپ ہمارے ان جملہ سوالوں کا جواب دیجئے جو ہم نے آپ ہی کی کتابوں سے کئے پھر ہماری کتابوں سے ثابت کیجئے کہ علیؑ نے بیعت کی

فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین (پس اگر تم یہ نہیں کر سکتے ہو اور ہرگز نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور کافروں کے لئے تیار کی گئی" پ۱ ع۳)

لہذا اب آپ نوٹ کر لیجئے کہ۔

(۱) جناب امیر علیہ السلام نے خلفا ثلثہ کی بیعت نہیں کی۔

(۲) حضرت عمر نے گھر جلا دینے کی دھمکی دی اور حضرت معصومہ عالم کے پہلو پر دروازہ گرانے اور جناب محسنؑ کی شہادت کا واقع ہونے کا بیان روایۃً و درایۃً صحیح ہے۔

(۳) ابن ابی الحدید اور ابن عبد ربہ کے بیان کے مطابق حضرت علیؑ علیہ السلام کو گھر سے زبردستی "گھسیٹ" کر ابو بکر تک لایا گیا۔

چھڑائے سے نہ چھوٹے گا ارے ظالم نہ بن دامن
وفاداروں کے خوں کا داغ کیا دھبہ ہے کیچڑ کا

("حضرت علیؑ .... اپنے حق سے دست بردار ہو گئے تھے...
اس کی تائید حضرت امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ جب لوگوں نے ابو بکر سے بیعت کر لی تو امیر المومنینؑ نے اس خوف سے لوگوں کی ابتدا بیعت کی طرف نہ بلایا کہ کہیں مرتد نہ ہو جائیں")

برق صاحب آپ کو حق و انصاف کا واسطہ ہے سچ بتائیے کہ اس قول امام سے کس کا مطلب ثابت ہوتا ہے آپ کا یا ہمارا۔؟ ہمارے گذشتہ بیان سے ربط دیکر اس حدیث کو پڑھیئے تو واضح ہو جائے گا کہ صرف اس خوف سے کہ نو مسلم مرتد نہ ہو جائیں علیؑ نے جنگ نہیں کی اور سکوت و خاموشی سے اسلام کی محافظت کی امام نبض شناس وقت ہوتا ہے اس کو معلوم ہوتا ہے کہ کہاں بولنا چاہیئے اور کہاں خاموش ہونا چاہیئے اگر نہ بولنے اور خاموش رہنے میں مصلحت ہے تو رات بھر سوتے رہیں گے کفار گھر کا محاصرہ کئے رہیں۔ لیکن اس خاموشی سے کچھ اور سمجھنا کمال عقلمندی ہے اس طرح آج علیؑ خاموش رہ کر ہی اسلام کی محافظت فرما رہے تھے ورنہ اگر جنگ کر لیتے تو وہ مسلمان جن کے اسلام کی سرحد کفر کی حدوں سے ملی ہوئی تھی الٹے پیر واپس جاتے ——— معاف کیجئے گا علیؑ پنچائتی خلیفہ اور امام نہیں تھے کہ مصائب و آلام سے گھبرا کر دست بردار ہو جاتے یہ منجانب اللہ اس عہدہ پر فائز کئے گئے تھے لہذا اگر کسی نبی نے استعفے دیا ہوتا کوئی الٰہی عہدہ دار عہدہ سے دست بردار ہوا ہوتا تو جناب امیر المومنینؑ کیلئے یہ سوچنے کی گنجائش تھی۔

(" اس موضوع پر امیر المومنینؑ نے ایک خط امیر معاویہ کو بھی لکھا تھا فرماتے ہیں انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوھم علیہ الخ میری بیعت انہیں لوگوں کی ہے جنھوں نے پہلے ابوبکر، عمر اور عثمان سے کی تھی اور اس بات پر

کی ہے جس پر ان کی ہوئی تھی کسی شاہد (حاضر موجود) کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی کرتا پھرے اور نہ کسی غائب (غیر حاضر) کو مسترد کرنے کی اجازت ہے شوری انصار و مہاجرین کا کام ہے وہ اگر کسی آدمی کو منتخب کر کے امام بنالیں تو اللہ کی رضا بھی اسی میں ہو گی "۔)

محترم برق صاحب ہم آپ کے قائم کردہ خیالی قلعوں کو کبھی مسمار نہ ہونے دیتے اگر وہ محض آپ کے خیال ہی میں رہتے مگر صفحۂ قرطاس پر اس کا نقشہ آگیا لہذا اب اس کے توڑنے پر ہم مجبور ہیں کیا کریں میدان مناظرہ میں اشہب قلم کو پیچھے مڑ کر دیکھنا ہی نہیں آتا ــــــ جس خطبہ کو آپ نے اپنے لئے مفید سمجھا ہے وہ آپ کے امیر معاویہ کے باغی و طاغی ہونے کا اعلان کر رہا ہے۔ مولانا! یہ صحیح بخاری نہیں نہج البلاغہ ہے ـــــــ ہم سے سنئے کہ اسکا مقصد کیا ہے۔

حریف کے سامنے اس کے غلط مسلمات کو پیش کر کے اس پر حجت قائم کرنا ہمیشہ عقلاء کا شیوہ رہا ہے چونکہ آپ کے خال محترم حضرت معاویہ صاحب جناب امیر علیہ السلام کے "سکھائے پڑھائے" یعنی "ٹریننگ یافتہ" دشمن تھے اور اب جبکہ حضرت علیؑ (اس طرح بھی) خلیفہ ہوئے (اسوقت کے عوام جس کی پیروی واجب جانتے تھے) پھر بھی معاویہ سرکشی سے باز نہ آیا تو اب اس کو اسی کی دلیلوں سے خاموش کرنا تھا لہذا ولایت مآب جناب امیر علیہ السلام نے معاویہ کو سمجھایا کہ تم اجماع شوری کو [illegible] سمجھتے ہو

اور انصار و مہاجرین کافر اور منافق تھے تو جس طرح ان کی حکومت ناجائز ۔ اور علیم

اگر مجھے منصوص من اللہ خلیفہ نہیں سمجھتا تو نہ سہی اب تو میں شوریٰ کے لحاظ سے بھی خلیفہ ہو گیا جس کی وجہ سے تم نے اگلوں (ابوبکر و عمر و عثمان) کو برحق تسلیم کیا مجھے اسی نہج سے سہی حق پر سمجھ کر سرکشی اور فتنہ و فساد سے باز رہ — اے معاویہ تو اپنے ہی بنائے قاعدوں سے مجبور ہے اس لئے کہ بیعت کرنے والے اور میری خلافت پر اجماع کرنے والے اہل مدینہ ہیں تمہارے خیال سے جنھیں شوریٰ کا حق حاصل ہے پھر ان جملہ امور کے بعد تو میری مخالفت پر کیوں آمادہ ہے؟

۱۔ ("حضرت امیر المومنین اپنی خلافت کے متعلق کسی نص کے قائل نہ تھے") غلط ہے! چونکہ اصول انتخاب والوں پر حجت تمام کرنی تھی لہٰذا ان پر انھیں کے اصول پیش کیے گئے تاکہ مجال انکار باقی نہ رہے۔

۲۔ ("آپ انتخاب خلیفہ مجلس شوریٰ کا حق سمجھتے تھے") اگر ایسا سمجھتے ہوتے تو خلفاء کی بیعت کر لیتے۔ اور ان کی سنت کو کبھی نہ ٹھکراتے

۳۔ ("آپ اس منتخب شدہ خلیفہ کو امام کہتے تھے") یہ کہنا لغو ہے اگر کوئی فقیر اپنا نام امیر رکھ لے تو ساری دنیا اس کو امیر کہے گی حالانکہ واقعی وہ امیر نہیں ہے اس بنا پر اگر امام کہہ دیا تو ان منتخب شدہ خلفاء کو کیا ملگیا امام تو ہر قسم کے ہوتے ہیں کیا باطل گروہ اپنا امام نہیں رکھتا؟ ان کو تو خود قرآن مجید نے امام کہا ہے وائمۃ یدعون الی النار (کچھ ائمہ ایسے ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے) کیا قرآن کے امام کہنے سے یہ امام برحق

ہو گئے حضرت امیرؑ نے یہ تو نہیں بتایا کہ یہ ائمہ ہدایت تھے رہا امام صلاۃ ہوتا تو اس کو حالات و واقعات بتائیں گے اور خود آپ کے ارشادات! کوشش کیجئے۔

۴۔ ("کہ خلفاء ثلاثہ کی بیعت ہر لحاظ سے جائز اور بیعت امیرؑ کے برابر تھی") یہ کہنا بہتان عظیم ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک

(الف) حق و باطل اور نور و نار برابر نہیں ہوا کرتے۔

(ب) خلفاء ثلاثہ کی بیعت واقعی "اجماع مسلمین" سے نہیں ہوئی بلکہ چند نفر نے بیعت کی تھی بخلاف اس کے سارا مدینہ وغیر مدینہ باب علوی پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔

(ج) خلفاء ثلاثہ نے عوام کی خوشامد کی اور یہاں عوام نے خود ہاتھ جوڑے قدموں پر سر رکھے کہ آپ ہم گمراہوں کی رہبری قبول فرمائیے۔

(د) خلفاء ثلاثہ منصوص من اللہ نہیں تھے اور حضرت علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام منصوص من اللہ و رسول تھے۔

(ر) خلفاء ثلاثہ محض چند نفوس پر حکومت کرتے تھے مگر ان کی خلافت ملک و جن نے نہیں قبول کی بخلاف اس کے جناب امیر علیہ السلام کہ آپکی خلافت پر جبرئیل تہنیت و مبارکباد کے لئے تشریف لائے تھے اور عمر صاحب سے تاکید بھی کی تھی کہ غدیری اقرار بھولنے نہ پائے (مودۃ القربیٰ)

فرمائیے خلفاء ثلاثہ اور جناب امیرؑ کی بیعت برابر کیسے ہوئی؟

من کنت مولاہ کی تشریح اہلسنت کے نقطہ نظر سے

اس حدیث کے

متعلق علمائے اہل سنت تین باتیں کہتے ہیں۔(۱) ضعیف سمجھتے ہیں")

آپ خود اس کو ضعیف سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر آپ بھی اس کو ضعیف سمجھتے ہوں تو براہ کرم وسعت نظر کے لئے سہی ذرا کتاب مستطاب عبقات الانوار کی حدیث غدیر کا مطالعہ فرمالیں (جس کے جواب کی آرزو میں آپکے علماء کو گوشہ قبر تک پہونچا آئیں اور جواب ممکن نہ ہوسکا) یہ کتاب آپ کا شبہ دور کردے گی نیز آپ کے محدثین کے کذب وصدق کو بھی واضح کردے گی

اگر حدیث غدیر بایں شان ومنزلت ضعیف ہے تو اسکے مقابلہ کی صحیح حدیث اگر آپ کے ذخیرۂ احادیث میں ایک بھی ہو تو پیش کیجئے اور اگر نہ ہو تو اپنا ذخیرہ احادیث دریا برد کردیجئے اس لئے کہ حدیث غدیر جیسی کوئی حدیث آپکے پاس نہیں ہے۔

۲- (".........مولا کا ترجمہ بھی دوست اور محبوب کرنا پڑے گا")

اس کی بحث ابھی آگے آتی ہے۔

۳- (" ایک گروہ کہتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق ایک خاص واقعہ سے ہے کہ حضور صلعم نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں بریدہ اسلمی اور خالد بن ولید بھی شامل تھے کسی کام پر حضرت امیر علیہ السلام کی سرگردگی میں یمن بھیجا واپسی پر یہ جماعت حجۃ الوداع میں حضور کیساتھ آملی اور لگی حضرت امیرؑ کی سخت گیری کی شکایت کرنے جب یہ معاملہ حد سے بڑھنے لگا تو حضور صلعم نے غدیر خم میں کجاؤں کا ایک منبر بنوایا اور اس پر چڑھ کر کہا جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے فاتح خیبر سے

محبت کرنا ہی ہوگی ......")

دنیا کسی کی برباد ہو جائے تو وہ قابل افسوس نہیں مگر بہت ہی بدقسمت ہوگا وہ آدمی جس کی عاقبت برباد ہو جائے ـــــــ مولانا! کذب بیانی اور دروغ گوئی کا بھی بقول آپ کے ایک "اسٹائل" ہوتا ہے اور یہ کام کہنہ مشق لوگوں کا ہے ـــــــ خیر آپ کی بھی ابتدا شاندار ہے اور آئندہ کامیابی اور ترقی کی بھی قوی امید ہے ـــــــ جس قافلہ نے یمن سے آکر شکایت کی اسی میں تو حضرت امیرؑ بھی تھے اگر یہ جماعت یمن سے چل کر حجۃ الوداع یعنی غدیر میں حضور صلعم سے ملاقی ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پورے قافلہ کو حج نصیب نہیں ہوا اور اسی میں جناب امیرؑ بھی ہیں اور یہ کتب تاریخ و حدیث وغیرہ کے قطعی مخالف ہے واقعہ یوں ہے کہ ابھی آں حضرت صلعم داخل شہر مکہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ حضرت امیرؑ نے پیغمبر اسلام تک اپنے کو پہونچا دیا اور قافلہ کو ایک دوسرے شخص کی سرداری میں پیچھے ہی چھوڑ دیا جب آں حضرت سے ملاقات ہوئی تو آں حضورؐ نے سوال کیا کہ تم نے کیا نیت کی؟ فرمایا میری نیت وہی ہے جو آپ کی رسول کریمؐ نے فرمایا اچھا جاؤ قافلہ والوں کو بھی لیتے آؤ چنانچہ آپ تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے خلاف حکم ان حلوں کو پہن لیا تھا جو تحفہ میں ملے تھے مگر حضرت علیؑ کے حکم سے کرہاً اتارنا پڑا اور جب یہ لوگ مکہ پہونچے تو وہاں شکایت کی اور وہیں پیغمبر اسلام نے ان لوگوں کو زجر و توبیخ فرمائی اور واقعہ غدیر مکہ سے واپسی پر مقام غدیر میں ظہور پذیر ہوا پھر ان دونوں میں کون سا

علاقہ ہے اس کے متعلق جو کچھ کہنا تھا وہ مکہ ہی میں فرما چکے غدیر کے مقام پر پہونچ کر گذر جانے والوں کو واپس بلا کر اور پیچھے رہ جانے والوں کا انتظار فرما کر کجاوؤں کا منبر بنوا کر انگارہ برساتے ہوئے آفتاب اور شعلہ اُگلتی ہوئی زمین پر لوگوں کو روک کر صرف اعلان محبت کا اعادہ کیا جائے جسکو متعدد بار مدینہ و بیرون مدینہ فرما چکے تھے بھلا عقل میں آنے والی بات ہے؟ کہ اہتمام سب کچھ اور بات وہی سو بار کی پھر اور عجیب بات یہ ہے کہ بقول آپکے اس معمولی واقعہ کے اعلان کے فوراً بعد الیوم اکملت لکم دینکم کی خوشخبری سنادی گئی اس سے بھی زیادہ تعجب شاعر اسلام حسان رض سے ہے کہ فوراً مدح علیؑ میں قصیدہ سنانے لگے اور ان سب سے زیادہ تعجب و حیرت حضرت عمر پر ہے کہ وہ مبارکباد پیش کرنے لگے اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ بحکم رسول جناب امیرؑ جملہ حاضرین سے بیعت لے رہے ہیں حالانکہ اعلان دوستی کو بیعت سے کوئی تعلق نہیں۔

ارشاد رسول میں مولیٰ کے معنی کتنے اہم اور عظیم ہیں ذیل کی روایت میں حسن تنبیہ و تہدید کے ساتھ حضرت عمر کو آگا کیا گیا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیے

عن عمر بن الخطاب قال نصب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ واخذل من خذلہ وانصر من نصرہ اللھم انت شہیدی علیھم قال وکان فی جنبی شاب حسن الوجہ طیب الریح فقال لی یا عمر لقد عقد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقدا لا یحلہ

الا منافق فاحذر ان تحله قال عمر فقلت یا رسول اللہ انک حیث قلت فی علی کان فی جنبی شاب حسن الوجه طیب الریح قال نعم یا عمر انه لیس من ولد آدم لکنه جبرئیل اراد ان یوکد علیکم ما قلته فی علی (مودة القربی ص۱۶)

عمر بن خطاب کا بیان ہے کہ آن حضرت نے حضرت علیؑ کو بلند کیا اور فرمایا جس کا میں مولی اس کا یہ علیؑ مولا ہے بار الہا جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ اور جو ان سے عداوت برتے اس کو تو بھی دشمن رکھ جو اس کا ساتھ چھوڑ دے تو بھی اسکو چھوڑ دے اور جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد فرما پالنے والے تو میرے اس بیان پر شاہد ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ اس اثناء میں میرے پہلو میں ایک نوجوان خوش رو خوش بو کھڑا تھا اس نے کہا عمر آج رسولؐ نے وہ عہد لیا ہے جسے وہی توڑے گا جو منافق ہوگا تم بچتے رہنا کہ توڑنے والے ہو۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں نے یہ واقعہ رسول سے بیان کیا آپؐ نے فرمایا اسے آدمی نہ سمجھنا وہ ملک مقرب جبرئیل تھا جو تجھ سے اس عہد کو استوار کر رہا تھا جو میں نے علیؑ کے بارے میں لیا ہے۔"

فرمایئے حضور جب صرف اسی قدر اعلان کرنا مقصود تھا کہ " جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے فاتح خیبر سے محبت کرنا ہی ہوگی " تو پھر آخر جبرئیل کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ آ گئے تھے تو ان کو حضرتؐ کے پاس رہنا چاہیے تھا یہ عمر صاحب کو کیسی دھمکی دی جا رہی ہے؟ اور اگر تاکید ہی

کرنا تھی تو منبر پر جا کر رسولؐ کے برابر کھڑے ہو کر سارے مجمع کو سناتے تاکہ کسی میں اس عہد کے توڑنے کی جرأت نہ پیدا ہوتی خصوصاً ان لوگوں کو سنانا ضروری تھا جنھوں نے حضرت علی کی شکایت کی تھی ـــــ حضرت عمر تو قافلہ یمن میں شریک بھی نہ تھے انھوں نے شکایت بھی نہیں کی تھی پھر جبرئیل امین نے مخصوص حضرت عمر کو کیوں تنبیہ کی؟ اہل نظر جانتے ہیں کہ جبرئیل امین ازخود تنبیہ کرنے کی غرض سے نہیں آسکتے جب تک حکم الٰہی نہ ہو بلبل سدرہ اپنی جگہ چھوڑ ہی نہیں سکتا ـــــ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ اجلاس سقیفہ کے صدر حضرت عمر ہونے والے تھے اور انھیں کی وجہ سے حضرت ابوبکر کی "اتفاقی" بیعت ہونے والی تھی لہٰذا قدرت نے جبرئیل کو حکم دیا کہ وہ حضرت عمر کو بتا دیں کہ اس عقد کا توڑنے والا "منافق" ہوگا لہٰذا وہ ایسا نہ کریں جس طرح آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ میری بیویوں میں سے ایک پر مقام حواب کے کتے بھونکیں گے اس وقت حضرت عائشہ نے قہقہہ زنی فرمائی تھی آں حضرتؐ نے یہ دیکھ کر فرمایا تھا کہ عائشہ ایسا نہ ہو کہ وہ تم ہی ہو۔

باسواد اور لائق علمائے اہل سنت نے حدیث غدیر میں "مولیٰ" کے کس معنی کو مراد لیا ہے ایک بیان ملاحظہ ہو۔

شرح معانی مولیٰ" (۱) جار بمعنی ہمسایہ (۲) معتق بکسر تا آزاد کنندہ (۳) معتق بفتح تا آزاد کردہ شدہ (۴) حلیف بمعنی ہم عہد (۵) ابن عم (۶) عصبہ وارث (۸) صدیق (۹) ناصر (۱۰) مالک (۱۱) سید و مطاع (۱۲) اولیٰ (بالتصرف)

اس حدیث میں مولیٰ کے لفظ سے "جار" یعنی ہمسایہ کے معنی مطلق نہیں لئے جاسکتے ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم کل مومنین کے ہمسایہ نہیں تھے "معتق بکسر تا یعنی آزاد کنندہ" کے معنی اس حدیث سے خارج ہیں کیونکہ جسوقت آں حضرت نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی اس وقت آپ کا منشاء کسی غلام کے آزاد کرنے کے متعلق نہ تھا "معتق بفتح تا یعنی آزاد کردہ شدہ" کے معنی بھی کسی طرح نہیں لئے جاسکتے نیز ان روایات میں مطلق کسی عہد و پیمان کا ذکر نہیں اور نہ آں حضرت اس وقت کسی سے عہد قائم کر رہے تھے کہ حلیف کے معنی مراد ہو سکیں "ابن عم" کے معنی تو کسی طرح چسپاں نہیں ہو سکتے کیونکہ آنحضرت کل مومنین کے ابن عم نہ تھے "عصبہ" کے معنی بھی نہیں لئے جاسکتے کیونکہ آنحضرت کل مومنین کے عصبہ نہ تھے "وارث" کے معنی بھی بفحوائے حدیث نبوی انا معشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کسی نہج سے چسپاں ہی نہیں ہو سکتے "صدیق" کے معنی بھی دوست نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ مسلمہ ہے کہ جس کسی کے آنحضرت دوست تھے حضرت علیؑ بھی اس کے دوست تھے اگر قضیہ کا عکس کر کے یہ کہا جائے کہ ممکن ہے اس حدیث کے یہ معنی ہوں کہ "جو میرا دوست وہ علیؑ کا دوست ہے" آں حضرتؐ نے ان کی تنبیہ کے لئے فرما دیا ہو تو بھی بیجا ہے کیونکہ بعض اشخاص آں حضرت کو تو دوست رکھتے تھے مگر حضرت علیؑ سے اختلاف رکھتے تھے اگرچہ بادی النظر میں یہ معنی موجہ معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ معنی ہرگز اس حدیث کے مفہوم میں سے نہیں ہیں، کیونکہ

اس حدیث میں لفظ مولا مضاف واقع ہوا ہے نہ کہ مضاف الیہ یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ بھی مولا ہے نہ یہ کہ جو میرا مولا ہے وہ علیؑ کا بھی مولا ہے اس لئے صدیق کے معنی نہیں لئے جا سکتے "ناصر" کے معنی بھی ٹھیک نہیں ہوتے کیونکہ حضرت علیؑ ہر طرح سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع تھے۔ بس کسی کی بھی آنحضرت نصرت فرماتے اس کی نصرت حضرت علیؑ پر واجب تھی اس کے اظہار کی کیا ضرورت تھی۔ "مالک" کے معنی بھی اس حدیث میں مراد نہیں ہیں کہ ان کے ان روایات میں مطلق کسی قسم کی ملکیت کا ذکر نہیں ہے۔ "سید و مطاع" کے معنی البتہ لئے جا سکتے ہیں یا "اولی (بالتصرف) کے" (مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ از حافظ شاہ محمد علی حیدر قلندر (سنی) ص ۳۱۳)

برق صاحب اس عبارت کو پڑھیئے اور دیکھیئے حق گوئی اور راست بازی اس کا نام ہے ...... لفظ "مولیٰ" کی تشریح ایک دیانتدار سنی عالم نے جس عنوان سے پیش کی ہے اس کے بعد مزید شیعہ ..... تشریح کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

مولیٰ کے معنی سید و مطاع یا اولیٰ بالتصرف ہی کے لئے جا سکتے ہیں اس لئے کہ قرینہ ہی ایسے مواقع پر کام دیتا ہے علم اصول میں یہ مسئلہ طے پا چکا ہے چنانچہ جامعہ ترمذی باب ماجاء فی طاعۃ الامام میں آپ کو یہ روایت ملے گی کہ پیغمبر اسلام نے بروز غدیر پہلے خطبہ ارشاد فرمایا یا ایھا الناس اتقوا اللہ وان امر علیکم عبد حبشی مجدع فاسمعوا لہ واطیعوا گروہ

مردم اللہ سے ڈرو اگرچہ تم پر غلام حبشی ہی کیوں نہ امیر اور حاکم بنا دیا جائے پھر بھی اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔ اور اس خطبہ کے بعد الست اولی بکم من انفسکم (کیا میں تمہارے نفسوں پر تم سے بڑھ کر حاکم نہیں ہوں) کا اقرار لینا اور اس کے فوراً بعد من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کہنا ذہن کو کس امر کی طرف متوجہ کرتا ہے؟

کیا اس اہتمام کے ساتھ کلام کا یہ سلسلہ پیار و محبت کی طرف ملتفت کرتا ہے جبکہ ابھی ابھی خطبہ میں ان امر علیکم عبد حبشی مجدع فاسمعوا لہ واطیعوا ارشاد فرما چکے ہیں خط کشیدہ الفاظ کو اس محل پر کیا سرور کائنات صلعم نے بے محل استعمال فرمایا تھا؟ اگر آں حضرت بغیر کسی تمہید کے صرف من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ فرما دیتے تو یقیناً آج آپ کو پورا حق ہوتا کہ لغت کا سہارا لے کر تاویل کیجئے لیکن جب اس کے قبل ایک طولانی خطبہ اور اس میں وہ لفظیں صرف پائیں جو مولی کے معنی کے سمجھنے کے لیئے عمدہ قرینہ بن رہا ہے تو اس کو نظر انداز کر دینا کس عقل کا کام ہے کیا پیغمبر اسلام عہدۂ نبوت کے ساتھ ہر مسلمان کے دشمن اور جملہ مسلمان آں حضرت کے دشمن تھے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر علی بن ابی طالبؑ بھی امامت و خلافت کے بعد کسی کے دشمن نہیں لہذا امت کو بھی چاہیئے کہ علیؑ سے ویسی ہی محبت کرے جیسے رسول سے کرتی تھی۔

عبث در معنی من کنت مولی میروی ہر سو
علیؑ مولا باں معنی کہ پیغمبر بود مولے

یہی معنی اس وقت حاضرین سمجھے تھے خصوصاً شاعر اسلام حسان بن ثابت علامہ شبلی کے "مہر و ماہ" ابو بکر و عمر صاحبان - اور حارث بن نعمان فہری نے تو واقعہ کو اور ظاہر کر دیا کم سے کم اپنے ہاں کے باسواد علما کی تفسیریں ہی دیکھ لیجئے کہ آیۃ سئل سائل بعذاب واقع کس موقع پر نازل ہوئی تھی

("وقولہ حین تکلمت طائفۃ فقالت نحن موالی رسول اللہ"......... فرماتے ہیں کہ ایک گروہ نے باتیں بنانا شروع کر دیں اور کہنے لگے کہ رسول اللہ کے موالی (جمع مولے دوست) ہم ہیں پھر جب رسول اللہ حجۃ الوداع کو گئے اور وہاں سے غدیر پر پہونچے تو وہاں ایک منبر سا بنوایا اس پر چڑھے اور میرا بازو پکڑ کر فرمانے لگے جو شخص مجھے دوست رکھتا ہے اسے علیؑ سے بھی محبت کرنا پڑے گی.... اگر روضہ کافی کی یہ حدیث صحیح ہے تو پھر اس حدیث میں لفظ مولیٰ کا ترجمہ دوست اور محبوب کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا")

مولانا یہ روایت قطعی صحیح ہے مگر جب سمجھنے والا دماغ نہ ہو تو اس میں حدیث کا کیا قصور ہے ——— وہ فرقہ جو یہ گفتگو کر رہا تھا کہ "نحن موالی رسول اللہ" اس سے یہ کب ظاہر ہوتا ہے کہ ہم لوگ محض رسول خدا ہی کو دوست رکھتے ہیں اور صرف انھیں کے موالی (بمعنی دوست) ہیں اور کسی کے نہیں، اور وہ کون سے لوگ تھے جو یہ کہہ رہے تھے؟ "تکلمت طائفۃ" سے یمن کے قافلہ والے ہی مراد کیوں لئے جائیں؟ ———

جبکہ ہزاروں مسلمان موجود ہیں۔ جناب عالی اپنے کو موالی رسول کہنے والے مدینہ سے ساتھ چلے تھے چونکہ آں حضرت نے اطلاع دیدی تھی کہ یہ میرا آخری حج ہوگا لہذا "کاہنوں کی پیشین گوئی" پر ایمان لاکر مسلمان ہونے والوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ "خوبیٔ قسمت سے دن قریب آگیا ہے نحن موالی رسول اللہ ہم ان کے بعد انکے املاک اور امور امامت کے متولی ہوں گے" چنانچہ جب غدیر خم میں حضرت امیر علیہ السلام کی امامت وخلافت کا اعلان ہو گیا تو اس گروہ کے جذبات کو سخت صدمہ پہونچا زبان سے تو جناب امیرؑ کے ولی الامر ہونے پر مبارکباد دی لیکن بحسرت آنسو رواں ہی ہو گئے مفسر کبیر اور مورخ ابوالفدا سے سوال کر لیجئے کہ کون رویا اور کیوں رویا؟ جناب برق صاحب انھیں رونے والے بزرگ ہی کا وہ گروہ تھا جو عرصہ سے رسولؐ کے بعد اپنے لئے تولیت امور کا منصوبہ تیار کر رہا تھا۔ جیش اسامہ سے تخلف اسی منصوبہ کی ایک کڑی تھی، وقت وفات رسول کریم کو "ہذیان" سے منسوب کر کے اس منصوبہ کو تقویت دی گئی۔

"دو واقعات سے اس امر کی تائید ہوتی ہے (۱) بوقت آخر پیغمبر اسلام نے اپنے چچا عباس کو طلب فرمایا اور کہا کہ "محمدؐ کی میراث لوگے" انھوں نے معذوری ظاہر کی دو مرتبہ کے بعد آں حضرت نے فرمایا "میں یہ میراث اس کو دوں گا جو اس کا حقدار ہے" .... (اصول کافی).. سمجھ میں نہیں آتا کہ

آپ نے حضرت عباس کو وراثت سنبھالنے کا مشورہ کیسے دیا تھا اگر حضرت عباس ہاں کر دیتے تو نص خلافت" کا کیا بنتا")

چونکہ عباس عم رسول تھے اور خاندان میں مسن بھی پیغمبر نے بنظر مصلحت ان دونوں حضرات کو طلب کیا ہو اور عباس کی نیت و ارادہ کو اس حسن سے دریافت فرما کر صحیح صحیح ظاہر کرا دیا تاکہ حضور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں انکا یہ اقرار خود ان پر شاہد اور گواہ بن کر اس اندیشہ کا بھی سدباب کر دیتے جو کسی کی ریشہ دوانی سے مبادا ان کی طرف سے ممکن ہو یقین کیجئے کہ اگر حضرت عباس اقرار بھی کرتے تو پیغمبر اسلام ان کو سمجھا دیتے کہ آپ اپنے دل سے اس ارادہ کو نکال ڈالئے اس لئے کہ حقیقی وارث یہ آپکے سامنے موجود ہیں یعنی علیؑ مگر اللہ کے فضل سے عباس نے انکار ہی کر دیا، لیکن اس کے باوجود آں حضرتؐ نے حقیقی وارث کا پتہ بتا دیا اس کو اتمام حجت کہتے ہیں تاکہ عوام الناس بھی تو سمجھ لیں کہ جب عباس جیسا بزرگ خاندان اس عہدۂ جلیلہ کو نہیں پا سکتا تو پھر غیر تو غیر ہی ٹھہرا اس کے علاوہ جناب عباس کو آخری وقت کا گواہ بھی بنا دیا کہ ایک بار اور سن لو کہ اس کا وارث حقیقتاً کون ہے؟ —— بات کہنے کی نہیں تھی مگر اب تو آپنے پوچھ ہی لی لہذا سنیئے کہ اس آخری وقت کی وصیت نے کیا اثر دکھایا آپ تو آپ خود حضرت عمر گھبرا گئے اس لئے کہ جناب عباس اور حضرت علی علیہ السلام ان دونوں بزرگوں نے کچھ اس انداز سے حضرت ابوبکر و عمر صاحبان کی خلافت کی دھجیاں دلائل و براہین قاطعہ سے اڑائیں کہ آخر حضرت عمر کو برسر دربار

اقرار کرنا پڑا کہ "تم دونوں نے ابو بکر کو بھی خائن غادر آثم اور کاذب سمجھا اور مجھے بھی ویسا ہی سمجھتے ہو" ممکن تھا کہ اگر یہ وصیت نہ ہوتی تو اس طرح کھل کر جناب عباس حضرت علی کا ساتھ بطلان خلافت شیخین میں نہ دیتے اللہ کا شکر ہے کہ جناب عباس کو آخری وقت کی وصیت کا دھیان رہا اور حق کا اعلان اس زور و شور سے کیا کہ "فاتح اعظم" نے بھی مغلوب ہو کر حقیقت امر کا اظہار فرما دیا فالحمد للہ علیٰ ذلک

آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ "میں یہ میراث اس کو دوں گا جو اس کا حقدار ہے" بتاتا ہے کہ جناب عباس واقعی اس کے حقدار نہیں تھے یہ کہنا کہ "اگر حضرت عباس ہاں کہہ دیتے تو نص خلافت کا کیا بنتا" مضحکہ خیز ہے اسلیے کہ معراج میں پیغمبر اسلام سے پوچھا گیا تھا کہ بما اشرفک یا محمدؐ (میرے حبیب تمہیں کس شرف سے نوازوں) اگر آں حضرت وجوب و امکان میں ایک کمان کا بھی فاصلہ ختم کر کے سرحد وجوب میں آنا چاہتے تو ذات واجب کا کیا بنتا؟

(۲) "وقت وفات آنحضرت نے انصار و مہاجرین کو جمع کر کے فرمایا کہ میرے بعد جو شخص بھی والی ہے وہ اللہ کو یاد کر کے مسلمانوں پر رحم کھائے" (حیوٰۃ القلوب) اگر حضرت امیر المومنین کی ولایت پر کوئی نص پہلے آچکی ہوتی تو اغلب یہی ہے کہ وہ یاد دلاتے اطاعت علی کی تاکید کرتے اور یہ نہ فرماتے کہ "میرے بعد جو بھی

والی ہے" بلکہ امیر المومنین کا صاف صاف نام لیتے ")

قبل اس کے کہ آنحضرت صلعم اصحاب سے وصیت فرمائیں اہلبیت کرام علیہم السلام سے آنے والی مصیبتوں اور غصب خلافت پر صابر و شاکر رہنے کا وعدہ لیا چنانچہ اس روایت کے چند سطر پہلے یہ ہے کہ "رسول خدا ؐ با حضرت امیر المومنین و فاطمہ فرمود کہ آیا فہمید ید آنچہ بشما گفتم و قبول کردید کہ بآنہا عمل نمائید گفتند بلے قبول کردیم چنانچہ حق قبول کردن ست و صبر می کنیم برآنچہ ما دشوار باشد" اس کے بعد تو صحابہ کو یکجا کیا اور ان سے وصیت کی ——— اگرچہ رسول خدا ؐ نے بارہا اعلان خلافت مرتضوی فرمایا تھا اور خصوصیت سے غدیر میں تو بڑا اہتمام منجانب اللہ ہوا تھا مگر معلوم تھا کہ کیا ہو گا اس "کیا ہو گا" کے متعلق ابھی تک کھل کر تنبیہہ نہیں فرمائی تھی لہذا آج ان سے وصیت فرما رہے ہیں کہ جو والی ہو اس کو یہ کرنا چاہیئے (اگرچہ اس آخری وصیت کا بھی کچھ لحاظ نہ کر کے عذاب میں اپنے لئے غاصبین نے زیادتی کی) تاکہ بروز حشر عذر و معذوری کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ جائے ——— اصل یہی ہے جو میں نے عرض کیا مگر آپ کو اقرار کرنے میں تامل ہو گا لیکن آپ کا تامل یا انکار حقائق کو حقائق ہونے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ خود جناب امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں" قال علیہ السلام ما قالت الانصار قالوا قالت منا امیر و منکم امیر قال علیہ السلام فھلا احتججتم علیھم بان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وصی بان یحسن الی محسنھم و یتجاوز عن مسیئھم (قالوا

وما فی ھذا من الحجۃ علیھم) فقال علیھم السلام لو کانت
الامارۃ فیھم لم تکن الوصیۃ بھم (نہج البلاغہ) حضرت نے فرمایا
کہ انصار نے کیا کہا لوگوں نے کہا کہ انھوں نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے اور
ایک تم میں سے، تو آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے یہ کیوں نہ کہا کہ پیغمبر نے وصیت کی
ہے کہ انصار کے نیکوکاروں کے ساتھ نیکی کا سلوک کیا جائے اور جو ان میں گنہگار
ہوں ان سے درگذر کی جائے۔ لوگوں نے کہا کہ اس گفتگو سے ان پر کیا حجت
قائم ہوسکتی تھی آپ نے فرمایا کہ اگر نبیؐ ان کو لائق امارت سمجھتے تو پھر انکے لئے
دوسروں سے وصیت کیوں فرماتے

ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی غضب ہی کیا کہ انھوں نے بھی آپ کی
حسرتوں کا لحاظ نہ کرتے ہوئے یہ تحریر فرمادیا کہ فاما کیفیتہ الاحتجاج علی
الانصار فقد ذکرھا علیؑ وھی انہ لو کان صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ ممن
یجعل الامامۃ فیھم لا وصی الیھم ولم یوص بھم۔

انصار پر دلیل اس طرح لائی جاتی جیسے حضرت علیؑ نے فرمایا اور وہ
یہ کہ اگر نبیؐ نے امامت ان میں قرار دی ہوتی تو پھر ان سے وصیت دوسروں کی
نگہداشت کی ہوتی نہ یہ کہ ان کے لئے وصیت فرماتے ——————

—— آپ نے جن دو واقعات پر اعتماد کیا تھا وہ دونوں خود ہی آپکے
خلاف ہوگئے فرمائیے اب کوئی اور سبیل باقی بچی ہے؟ مجھے یقین ہے
اگر آپ کے ترکش میں ٹوٹا ہوا بھی تیر ہوتا تو ضرور آزماتے مگر افسوس کہ
وہ بھی نہیں لہٰذا احادیث غدیر میں اب گفتگو کرنے کی جرائت نہ کیجئے گا۔

باحیا اگر کوئی ہوتا تو اپنے عقیدے کی درستگی کے لئے عبقات الانوار کا جواب لکھے بغیر لب کشائی کی ہمت نہ کرتا۔

(" شارح کافی کلینی کتاب الحجۃ کے باب واحد فواحد میں خلفاء ثلثہ کے متعلق لکھتے ہیں کانوا خلفاء ظاہریتہ وکان علی خلیفۃ باطنیۃ خلفاء ثلثہ ظاہری خلیفہ اور جناب علیؑ باطنی خلیفہ تھے")

برق صاحب نے شرح کی تعیین نہیں فرمائی جبکہ کافی کلینی کی متعدد شرحیں ہیں یہ بھی ایک فریب کی صورت ہے کہ بالفرض ہے بھی تو یہ نہ دیکھا جا سکے کہ کس نوعیت سے یہ نقل ہے۔ کس شرح میں یہ عبارت ہے نہیں معلوم اور اگر عبارت طویل ہوتی تو تلاش بھی کیا جا سکتا تھا لیکن یہ چند جملے کہاں ملیں کاش شارح کا نام ہی لکھ دیتے تو تلاش میں آسانی ہوتی —— اگر ہم یہ تسلیم بھی کر لیں کہ ہاں یہ عبارت کسی شرح میں ہوگی تو اس کی کیا ذمہ داری ہے کہ قبل و بعد کا وہ حصہ جو اس سے مرتبط ہو حذف نہیں کر دیا گیا۔ برق صاحب اس میں بہت مشاق ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی شرح میں یہ عبارت موجود ہی نہ ہو برق صاحب ایسا بھی کرتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ برق صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے اس میں صریحی نحوی غلطی موجود ہے جس سے برق صاحب کی عربی دانی پر دلچسپ روشنی پڑتی ہے اور اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جب ان کو عربی زبان کے قواعد ہی کا علم نہیں تو معانی کے سمجھنے میں ان کا دماغ کیا کام دے سکتا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو علی خلیفۃ باطنیۃ میں خلیفہ کی صفت مونث لکھی ہے حالانکہ

خلیفہ لفظ مذکر ہے ہمیں یقین ہے کہ اصل کتاب میں ایسی غلطی نہیں ہو سکتی اور اگر بفرض محال ہو بھی تو برق صاحب کی نگاہ کیوں چوک گئی اس سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ انکے پیش کردہ نتائج کے متعلق یہ ظاہر ہو سکے کہ وہ احادیث کو کتنا سمجھ سکتے ہیں اور انکے متعلق کیا سوچکر کس انداز سے اظہار رائے کر سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ عبارت (صحیح یا غلط) کسی شرح میں ہو لیکن پھر بھی برق صاحب کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا اسلئے کہ خلفا ثلثہ ظاہری خلیفہ تھے اور علی علیہ السلام باطنی اسکا کیا مطلب ہوا؟ کیا انبیاء ماسبق میں ایسی نیابت کی کوئی نظیر ملتی ہے آخر "باطنی" کا مقصد کیا ہے؟ اگر ظاہر کو دنیاوی اور باطن کو دینی سے متعلق کر دیا جائے جب بھی خلفا ثلثہ کی غیر معتدل روش انھیں مومن ثابت ہونے نہ دے گی — اور اگر ہم ان سب کو نظر انداز کر دیں جب بھی ہمارا کوئی نقصان نہیں اس لئے کہ خلفا ثلثہ اپنے اپنے عہد میں کھلے بندوں حکومت کرتے رہے مگر اس وقت جناب امیر علیہ السلام لوگوں کو اپنی طرف کھل کر دعوت نہیں دیتے۔ تھے اس خوف سے کہ مبادا عوام مرتد نہ ہو جائیں

(بیر نزاع .... اگر آپ احادیث سے چمٹے رہے اور قرآن کی مکمل، محکم، روشن، ارفع اور اعلیٰ تعلیمات سے آنکھیں بند کر لیں تو پھر آپ کے گھرانے سے تلوار کبھی جدا نہ ہو گی")

یہ بیان ہے ایک میل ملاپ کرانے والے بندۂ خدا کا جو بار بار شیعہ و سنی کو اپنے جملہ اختلافات سمیت قرآن تک لاکر فیصلہ کرانے کی سعی کر رہا ہے۔ حالانکہ خود قرآن پہ ایمان نہیں اس لئے یہ دعویٰ کر رہا ہوں کہ برق صاحب

کتاب کے صـ۱۱۲ پر لکھتے ہیں۔

("امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر امام کو اللہ مقرر کرتا ہے اور اس کی اطاعت نہ کرنے والا خارج از اسلام متصور ہوتا ہے جہاں تک تقرر امام کا تعلق ہے قرآن میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے")

اگرچہ امامیہ کے عقیدہ کی برق صاحب کو خبر نہیں کہ ایسے شخص کو ہم خارج از اسلام سمجھتے ہیں یا نہیں؟ مگر خود ان کا عقیدہ ملاحظہ ہو کہ قرآن مجید میں تقرر امام کے سلسلہ کی کوئی چیز ہی موجود نہیں حالانکہ قرآن مجید کا بیان ہے کہ نزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شئی یعنی پیغمبر اسلام پر ایسی کتاب نازل کی جس میں ہر شئی کا بیان موجود ہے حلال، حرام، حدود اور احکام اور ہر وہ چیز کہ کسی وقت جس کی ضرورت انسان کو ہو سکتی ہے اس کا بیان اس کتاب میں موجود ہے لیکن محترم برق صاحب کو قرآن کریم کے اس بیان کا اقرار نہیں ہے ان کا عقیدہ ہے کہ ہر شئے کا بیان تو قرآن میں ہے لیکن مسئلہ امامت و خلافت کے متعلق کوئی بیان نہیں ہے، کیا اس عقیدہ کے بعد قرآن پر ایمان رہ گیا سمجھ میں نہیں آتا کہ منکر قرآن کو قرآن کی طرف دعوت دینے کا حق ہی کیا ہے؟ اسے چاہیئے کہ پہلے اپنے عقیدہ کو درست کرے پھر مسلمانوں میں صلح کی جستجو کرے اس امامت کا ذکر قرآن میں نہ ہوگا جو "درحقیقت نبوت کا ایک شائبہ ہے (الفاروق ج ۲ صـ۱۶۲ ازالۃ الخلفاء از ولی اللہ محدث دہلوی) پھر قرآن میں اور ہے کیا؟ جب اتنا عظیم مسئلہ قرآن میں نہیں صحیح طریقہ سے جس کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے اسلام تہتر فرقوں میں

تقسیم ہوگیا تو اس میں دوسرے ہزاروں بیانات سے کیا فائدہ ؟

کیا یہ ممکن ہے کہ اتنی اہم تبلیغ اور اس کا تذکرہ قرآن پاک لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین کے دعوی کے بعد نہ کرے غیرت اسلامی کیا اسکی اجازت دیتی ہے کہ ہم صداقت قرآنی سے انکار کردیں اور پھر بھی مسلمان ہونے پر فخر کریں ("پیروان ملتہ ابراہیمی اور حاملین قرآن انصاف فرمائیں")

ہم نے کب قرآن کو ثالث بنانے سے انکار کیا بار بار ہماری طرف سے اعلان ہوتا رہا ہے کہ ہم بھی قرآن ہی سے فیصلہ چاہتے ہیں ہاں قرآن کو نیزہ پر بلند کرکے فیصلہ چاہنا ہمارا شیوہ نہیں اور نہ ہم ایسے شخص کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس نے ایسا کیا ہو

ناظرین کرام! "بھائی بھائی" کو ملاحظہ فرمالیں ہر مقام پر حدیث کیخلاف آواز بلند کی گئی ہے اور قرآن سے فیصلہ کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے لیکن خود "مابدولت" نے اول سے آخر تک سوائے دو ایک کے اور کسی مسئلہ کو قرآن مجید سے طے فرمانے کی ہمت نہیں کی ——— کاش جہاں یہ دعوے کیا تھا کہ مسئلہ امامت قرآن میں نہیں ہے اس کو بالدلیل ثابت کئے ہوتے لیکن یہ بھی نہ ہوسکا حضرات علماء امامیہ نے مدت ہوا کہ امامت ائمہ علیہم السلام کو قرآن مجید سے ثابت کردیا ہے "الفین" کا حوالہ اس کے قبل بھی دے چکا ہوں اور اب پھر عرض کرتا ہوں کہ موقع ملے تو علامہ حلی کی کتاب "الفین" ملاحظہ فرمالیجئے اچھا ہوگا کہ کسی سے پڑھوا لیجئے گا شاید آپ نے "احقاق الحق" کا نام سنا ہو اسی کو دیکھ لیجئے تاکہ آپ کو معلوم ہوجائے کہ قرآن مجید میں

امامت کا ذکر ہے یا نہیں اگر جناب کے قلم میں زور ہو تو ان کتابوں کا پہلے جواب لکھئے اور پھر کہیئے کہ قرآن میں امامت کا ذکر نہیں۔ اور اگر عربی و فارسی پر قدرت نہ ہو تو "امامۃ القرآن" اردو میں ہے اسی کو دیکھ لیجئے

حضرت علی علیہ السلام اور عمر صاحب کی دوستی کی دلیل لکھتے ہیں۔

("فاروق نے تو مواقع پر کہا تھا" علی نہ ہوتے تو عمر تباہ ہو جاتا اور حضرت امیرؑ اس وزارت پر اس قدر نازاں تھے کہ جب مسلمانوں نے آپ کو مسند خلافت سنبھالنے پر مجبور کیا تو آپ نے فرمایا... تمہارے لئے میری وزارت امارت سے بہتر ہے")

مولانا! جہاں عبارت کا مطلب نہ سمجھ میں آیا کرے تو کسی سے دریافت فرما کر لکھا کیجئے پوچھنا گناہ نہیں ہے اور نہ اس سے نکاح ٹوٹتا ہے۔ حضرت اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے اپنا حاکم بنا لوگے تو پھر میں واقعی حکومت کروں گا ایک حبہ ادھر ادھر نہیں ہونے دوں گا جس میں تم لوگوں کا گھاٹا ہی گھاٹا ہے اس لئے مجھے چھوڑ دو پہلوں کی طرح کسی اور حاکم چن لو سخت وقت آجائے گا تو میں مشورہ دیدیا کروں گا۔ احکام شرع میں حضرت امیرؑ اتنے ہی سخت تھے کہ اس کا اقرار حضرت عمر صاحب کو بھی تھا چنانچہ ایک شخص نے دم واپسیں ان سے کہا کہ حضرت علیؑ کو ہم لوگ خلیفہ بنالیں تو حضرت عمر بولے " انکم لعمری لا تستخلفونہ والذی نفسی بیدہ لو استخلفتموہ لاقامکم علی الحق وان کرھتم (کنز العمال ج ۳ ص ۱۵۹ حدیث ۲۴۴۲)

میں اپنی جان عزیز کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم لوگ ان کو خلیفہ نہیں

بناؤ گے اور اگر ایسا کروتو وہ تم لوگوں کو حق پر قائم رکھیں گے دلو تم کو بُرا معلوم ہو

تاریخی واقعات گواہ ہیں کہ تقسیم اموال کے سلسلہ میں جناب امیر علیہ نے آقا و غلام ہر ایک کو برابر دیا اسی بنا پر تو طلحہ و زبیر نے جمل کا معرکہ گرم کرایا۔ اور مشورہ میں یہ تھا کہ "مانو تو ٹھیک نہ مانو تو ٹھیک" حضرت امیرؑ پر کسی طرح کی ذمہ داری مشورہ ورائے کے بعد باقی نہیں رہتی۔

مسئلہ امامت (" تمام اہلسنت ان بارہ اماموں کو ان کے علم و تقویٰ کی بنا پر امام سمجھتے ہیں")

مگر یہ نہیں معلوم ہوا کہ کیسا امام؟ جیسے امام بخاری، امام رازی امام احمد حنبل ہیں اسی طرح یا ویسا امام " جس کا منصب در حقیقت نبوت کا شائبہ ہے اور (جس) امام کی فطرت قریب قریب پیغمبر کی فطرت کے واقع ہوتی ہے" (الفاروق ج ۲)

(" شیعہ انھیں پیدائشی طور پر معصوم (جس میں گناہ کرنے کی استعداد ہی نہ ہو مثل فرشتے) مانتے ہیں")

جہاں تک شیعوں کے اس عقیدہ کا تعلق ہے دائمۂ اہلبیت علیہم السلام کو معصوم مانتے ہیں برق صاحب نے اس کی ترجمانی میں غلطی نہیں کی اب اس کو کیا کیجئے گا کہ بیچارے کو عصمت کی تعریف ہی نہیں معلوم ———

——— برق صاحب ہم ائمہ معصومین کی عصمت ویسی نہیں سمجھتے جو آپ سمجھے ہیں ورنہ پھر آئمہ معصومینؑ کا کمال ہی کیا رہ جائے گا بلکہ عصمت سے وہ مخصوص لطف اور باطنی تائید مراد ہے جس کے بعد بندہ اپنے نفس کو

خدا کی ہر ایک نافرمانی سے روکتا ہے اور ہر ایک طاعت پہ آمادہ رکھتا ہے اور اس سے کسی وقت میں بھی کوئی امر ایسا سرزد نہیں ہوتا جو مرضی معبود کے خلاف ہو۔"

("اپنی خلافت کے دوران میں حضرت امیرؑ نے سینکڑوں خطبہ ارشاد فرمائے اپنے عاملین اہل کوفہ و بصرہ نیز معاویہ کو کئی خطوط لکھے ان میں اپنے تقرر کے متعلق یہی فرمایا کہ مجھے مہاجرین و انصار نے منتخب کیا ہے یہ کہیں نہیں کہا کم از کم میری نظر سے نہیں گزرا کہ میں اللہ کی طرف سے مقرر ہوا ہوں")

ہمیشہ عقلاء کا یہی طریقہ رہا ہے کہ خصم جس قسم کی دلیل پیش کرتا ہے اسکی رد میں انھیں دلائل کو پیش نظر رکھ کر جوابات بھی دیئے جاتے ہیں چنانچہ جب پہلی بار امت نے حق کا ساتھ چھوڑ کر باطل کی پیروی کی اس موقع پر جناب امیر علیہ السلام نے جو استدلال پیش کیا ہے اس کو مورخین نے اپنی اپنی معرکۃ الآرا تصانیف میں ذکر کیا ہے علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جز سادس اور علامہ ابن قتیبہ دینوری نے الامامۃ والسیاسۃ میں اس کا ذکر کیا ہے جب حضرت امیرؑ سے ابوبکر کی بیعت کے لئے کہا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا "انا احق بھذا الامر منکم لا ابایعکم وانتم اولی بالبیعۃ لی اخذتم ھذا الامر من انصار وانا احتج علیکم بمثل ما احتججتم بہ علی الانصار فانصفونا ان کنتم تخافون اللہ من انفسکم" میں تم سے زیادہ حقدار ہوں اس امر کا تمھاری بیعت میں

نہیں کروں گا بلکہ تم کو چاہیئے کہ میری بیعت کرو جس حیثیت سے تم نے انصار سے خلافت کی بیعت لے لی ہے اسی حیثیت سے میں تم سے بیعت لینے کا زیادہ حقدار ہوں اگر خوف خدا رکھتے ہو تو انصاف سے کام لو۔

دیکھا آپ نے کہ مولائے کائنات کا طریقہ استدلال احق بالخلافۃ ہونیکی بابتہ کیالاجواب تھا کہ آج تک اس دلیل کا جواب کسی سے نہ ہوا اور نہ انشاءاللہ اس کی امید ہے ——————— عمر صاحب کے بعد چونکہ جناب امیر علیہ السلام شوریٰ میں مخصوص طریقے سے بلائے گئے تھے لہذا آپ تشریف لے گئے سارا مدینہ یہ سمجھتا رہا ہوگا کہ آج علیؑ کے علاوہ کوئی دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا مگر حضرت عمر نے "اسمبلی" میں ایسے عمدہ ممبروں کا انتخاب کیا تھا جس کی وجہ سے ان کو پورا یقین تھا کہ حق حقدار تک نہیں پہونچ سکتا چنانچہ وہی ہوا عبدالرحمٰن صاحب باقی ممبروں پر چھائے ہوئے تھے، کھڑے ہوئے اور حضرت علیؑ سے کہا ابایعك علی کتاب اللّٰہ و سنۃ رسول اللّٰہ و سیرۃ الشیخین ابی بکر و عمر (میں آپ کی بیعت اس شرط پر کرتا ہوں کہ آپ اللہ کی کتاب رسولؐ کی سنت اور شیخین کی سیرت پر عمل کریں گے) خان بہادر عبدالرحمان صاحب کا پھینکا ہوا تیر ٹھیک نشانہ پر بیٹھا ان کو معلوم تھا کہ علی قیامت تک ایسا نہیں کر سکتے اور ہوا بھی یہی کہ آپ نے کتاب اللہ اور سنت نبوی کی پیروی کا تو وعدہ کیا مگر سیرۃ شیخین پر عمل کرنے سے انکار فرما دیا اگر علی علیہ السلام شوریٰ کو حق ہی سمجھتے ہوتے تو سیرۃ شیخین پر عمل کرنے سے انکار نہ فرماتے۔

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ پھر اپنی خلافت میں اس دلیل کو عوام کے سامنے کیوں پیش فرماتے رہے اس کو میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ دلیل خصم کے دلائل کو پیش نظر رکھ کر دی جائے گی تاکہ خصم کے خیالات کا گھروندا مسمار ہو جائے ۔ ـــــــــ جب عوام نے حضرت علی علیہ السلام کو منتخب کر لیا تو حضرت کو موقع ملا کہ مخالف کی مخالفت کا سد باب کرنے کے لئے انھیں کے مزعومات سے ان پر حجت تمام کریں اس لئے کہ شوری ان لوگوں کے نزدیک حق تھا اور جب جناب امیر شوری کے لحاظ سے بھی خلیفہ ہو گئے تو حضرت امیرؑ سے مخالفت ناجائز اور حرام تھی ۔ لیکن جن عاقبت اندیش مفسد اور شر پسند طبائع کا کوئی دین و ایمان نہ تھا انھوں نے نہ اس دلیل کو قبول کیا اور نہ اس دلیل کو ۔

آپ نے یہ کیسے فرمادیا کہ حضرت علی علیہ السلام نے (" یہ نہیں فرمایا کہ میں اللہ کی طرف سے مقرر ہوں ") جب آپ کی نظر وسیع نہیں تھی تو کسی ایسے شخص سے استفسار فرما لیتے جس کی نظر تاریخ اسلام پر بھرپور ہوتی ۔ آپ کو معلوم نہیں کہ انس بن مالک کیوں مبروص ہوئے اور کیوں براء بن عازب نابینا ہو گئے ؟ نہ معلوم ہو تو کتابیں دیکھئے معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں نے حدیث غدیر من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ کی گواہی نہیں دی تھی حالانکہ ان لوگوں نے رسول اللہ سے سنا تھا اور منبر سے جناب امیرؑ نے قسم دے کر پورے مجمع سے سوال کیا تھا اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آخر جناب امیر علیہ السلام نے اس حدیث پر انکو گواہی

گواہی کیوں لی تھی؟ اور ان لوگوں نے اسے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کیوں کی تھی؟

برق صاحب جناب امیرؑ کے جملہ خطبات نہج البلاغہ ہی تک محدود نہیں ہیں آپ "مشارق الانوار" ملاحظہ فرمائیے اس میں حضرت کا یہ کلام ملے گا "انا امیر المومنین انا عین الیقین انا حجۃ اللہ فی السموٰت والارض... انا ولی الحق علی سائر الخلق انا الذی لا یبدل القول لدیّ وحساب الخلق الیّ انا المفوض الی امر الخلائق وانا خلیفۃ الالٰہ الخالق انا سر اللہ فی بلادہ وحجۃ علی عبادہ الخ جس کا حاصل ترجمہ ہر طرح اپنے عہدہ۔ منصب اور منجانب اللہ ولی امر ہونے کا اعلان و ابلاغ ہے۔

نہج البلاغہ میں بھی آپ کو یہ ملے گا کہ حضرت نے عوام سے فرمایا ہے "جعل اللہ لی علیکم حقا بولایۃ امرکم ولکم علیّ من الحق مثل الذی لی علیکم اللہ نے حاکم اور ولی امر قرار دے کر تم پر میرے حق کو فرض کیا اسی طرح ایک تمہارا حق (بحیثیت رعیت) میرے ذمہ رکھا۔

ملاحظہ فرمائیے کہ صاف و صریح لفظوں میں حضرت نے فرمادیا جعل اللہ لی علیکم حقا بولایتہ امرکم یہ نہیں فرمایا کہ جعل الشوریٰ لی علیکم حقا بولایۃ امرکم ——— برق صاحب آپ کی وسعت نظر کی داد نہیں دی جاسکتی دیکھئے آئندہ ایسی جرأت نہ کیجئے گا۔

("ان ارشادات کی بنا پر اگر اہل بیت کے بعض اہم ارکان کو اس حقیقت کا علم نہ تھا کہ امام کا تقرر خدا کرتا ہے تو مقام تعجب نہیں")

اپنے تو اپنے غیروں کو بھی معلوم تھا کہ جانشین رسول کا تقرر کیسے ہوتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم تھا کہ کتنے جانشین ہوں گے اور یہ بھی معلوم تھا کہ ان کے نام کیا ہوں گے کم از کم اپنے ہی ہاں کی کتابیں آپ دیکھ لیتے مولانا حضورؐ نے جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ اپنے پانچویں جانشین کو سلام بھی کہلوایا ہے ـــ اس سلسلہ میں جناب زید شہیدؒ، عبداللہ محض اور عبداللہ افطح وغیرہ سے متعلق اصول کافی کے روایات جنھیں آپ نے پیش کیا یا حضرت محمد حنفیہ اور جعفر تواب جو اسی سلسلہ میں آسکتے ہیں یا اسی طرح بعض اصحاب کے حالات یقیناً یہ شبہ پیدا کر سکتے ہیں کہ اگر ائمہ معصومین نام بنام خدا اور رسولؐ کی جانب سے منصوص تھے تو وہ شکوک جو مختلف پیرایوں میں اہل حق سے ظاہر ہوئے تو کیوں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ " اگر یہ استدلال صحیح تسلیم کیا جائے تو ہر شخص کو حسن ظن کی وجہ سے معصوم خیال کرنا پڑیگا اور یہ بھی لازم ہو گا کہ اگر کوئی فرقہ منہیات کتاب باری پر عمل کرتا ہو تو آیات قرآنی کا انکار کر دیا جائے کیونکہ اگر آیات میں ان باتوں سے نہی ہوتی تو کوئی فرقہ کیوں معصیت کرتا حالانکہ اس کے بطلان میں کوئی شک نہیں مثال میں یہ بات پیش کی جاسکتی ہے کہ ہمارے نبی مکی کی خبر توریت وانجیل میں مندرج تھی علامات اور مخصوصات بھی بیان کئے گئے تھے نام نامی کی تصریح بھی کی گئی تھی مگر پھر بھی اہل کتاب انکار کرتے تھے اور ایمان نہ لاتے تھے تو کیا کوئی عاقل اس مقام پر یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر توریت وانجیل میں وہ بشارتیں ہوتیں تو ضرور اہل کتاب ایمان لاتے اور کسی قسم کا شک نہ کرتے، واقعہ

غدیر خم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علی بن ابی طالب علیہ السلام کے خلیفہ کرنے میں اہتمام قابل انکار نہیں جس کو موالف ومخالف نے تسلیمی حیثیت سے ذکر کیا ہے مگر پھر بھی اس وصیت کی مخالفت کی گئی تو اس مخالفت کی وجہ سے ہم واقعۂ غدیر خم سے انکار نہیں کر سکتے۔

یہ ایک بات ہوئی دوسری بات یہ ہے کہ فرقۂ امامیہ کا مقصود ہرگز یہ نہیں کہ جو حدیثیں وارد ہوئیں ان کو ہر ایک نے سنا لیکن اگر معدودے چند نے حدیثوں پر اطلاع حاصل نہیں کی تو ان کے نہ سننے سے ان حدیثوں کے ورود میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا البتہ وہ لوگ جن کا نہ سننا اک ذرا استبعد معلوم ہوتا ہے جیسے محمد بن حنفیہ یا زید شہید یا زرارہ بن اعین ان لوگوں کی جلالت قدر اس بات کے منافی ہے کہ ان لوگوں کو باوصف ورود حدیث علم نہ ہو پھر بھی وہ تقریر جو زید شہید اور مومن طاق سے ہوئی اس میں مومن طاق نے ایک ایسی وجہ بیان کر دی ہے جس سے زید سے بزرگ کا خالی از علم ہونا مستبعد نہیں معلوم ہوتا اور وہ یہ ہے۔

زید بن علی نے ایک دن مومن طاق سے کہا کہ تم آل محمد میں کسی ایسے امام معین کا وجود ضرور جانتے ہو جس کی فرماں برداری خلق پر واجب ہو؟

جواب میں مومن طاق نے اس امر کا اقرار کیا اور کہا کہ "آپ کے والد بزرگوار بھی انھیں اماموں میں سے ایک امام تھے اس وقت

زید علیہ الرضوان نے بیان فرمایا کہ بڑے افسوس کی بات ہے تم خیال نہیں کرتے میرے والد بزرگوار اپنی ران پر مجھے بٹھاتے تھے اور گرم لقمہ کو سرد کر کے میرے منھ میں رکھتے تھے کیا آتش جہنم سے میرے بچانے کا خیال ان کو نہ تھا اور گرم لقمہ سے میری حفاظت چاہتے تھے ان کو کیا مانع تھا کہ وہ مجھ سے فرما دیتے کہ میرے بعد اپنے بھائی محمد باقر علیہ السلام کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور مجھے جہالت کی موت سے بچاتے۔"

اس کے جواب میں مومن طاق نے اپنا یہ متین کلام جو آب زر سے تحریر کرنے کے قابل ہے پیش کیا "آپ کے والد بزرگوار کو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی کہ ان کے کہنے کے بعد آپ ان کی مخالفت کریں۔ جس کا خمیازہ عتاب الٰہی کے سوا اور کچھ نہ ہو اور آپ کے والد کو پھر آپ کی شفاعت کرنے کا موقع نہ ملتا انھیں خیالوں سے آپ کو یونہی چھوڑ دیا کہ مشیت خدا میں جو ہے وہ ہوگا مگر ان کو آپ کے باب میں شفاعت کا حق حاصل ہے اس کلام کے بعد مومن طاق نے جناب زید سے پوچھا کہ آپ بہتر ہیں یا انبیاء ؟ ——— زید نے فرمایا انبیا بہتر ہیں، مومن نے کہا کہ یعقوب علیہ السلام نے جناب یوسفؑ سے فرمایا تھا" لا تقصص رءویاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا " اپنا خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا نہیں تو وہ تمھارے ساتھ کوئی نہ کوئی مکر و کید کریں گے جناب یعقوبؑ نے ان کے بھائیوں کو کیوں نہ مطلع کر دیا اور کیوں کید

کرنے سے منع نہ کیا اگر وہ ایسا کرتے تو یوسف ؑ کے بھائی کید سے باز رہتے جس طرح یعقوب ؑ نے اس راز کو یوسف ؑ کے بھائیوں سے چھپایا اسی طرح آپ کے پدر بزرگوار نے آپ سے چھپایا کیونکہ اگر وہ منزلت جو قلب امام علیہ السلام میں امام محمد باقر علیہ السلام کی تھی آپکو معلوم ہو جاتی تو ممکن تھا کہ آپ اپنے بھائی کے لئے کسی قسم کا کید کرتے (جس سے آپ کے لئے برائی تھی) جیسا کہ حضرت یعقوب ؑ نے اسی بات کا خیال کرکے اپنے اور فرزندوں کو مطلع نہ کیا یہ خبر (کہ زید اور مومن طاق میں یوں گفتگو ہوئی)

امام جعفر صادق علیہ السلام تک پہونچی آپ نے مدح مومن میں یہ مختصر جملہ واللہ ماخاف غیرہ (خدا کی قسم مومن طاق سوائے خدا اور کسی سے نہیں ڈرے) بیان فرمایا۔ حالانکہ زید سے بزرگ شخص کے متعلق یہ خیال کرنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ وہ ائمہ کو بعینہ پہچانتے تھے لیکن اس قسم کی باتوں سے وہ اور لوگوں کے اعتقاد کی جانچ اور دوسروں پر (جو ادعاء امامت کرنے کو تیار تھے) اس بات کو ظاہر کرتے تھے کہ جب ہم باوصف اولاد رسول اور اتحاد نسبی کے مستحق امامت و خلافت نہیں ہو سکتے تو تم باوصف عدم قابلیت کیونکر مستحق امامت ہو سکتے ہو اس مطلب پر یہ مناظرہ کی صورت میں جو کلام مومن طاق و زید شہید کے مابین واقع ہوا یہ بھی دال ہے کیونکہ انھوں نے اس تمام کلام میں اپنے متعلق کوئی حرف بھی نہیں فرمایا بلکہ مومن طاق کا عقیدہ دریافت کیا اور دوسری

بات جسے زید نے بیان کیا وہ بالکل سچ تھی امام زین العابدین علیہ السلام نے زید سے نہیں کہا تھا لیکن زید نے اپنے بھائی کی امامت کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ صورت واقعہ بیان کی تھی اور مومن طاق کے کلام کے بعد زید کا سکوت یہ اسی امر کی دلیل تھی کہ ان کا قلبی عقیدہ وہی تھا جو مومن طاق کا عقیدہ تھا اور جس طرح یہ کلام زید کے انکار پر دلالت نہیں کرتا اس طرح زید کا خروج بھی اس امر پر دال نہیں کہ وہ اپنے ہی لئے ایسا کرتے تھے، بلکہ حقیقت میں وہ طرفداری حق تھی جس سے مقصود نصرت آل محمدؐ تھی چنانچہ وہ امر جس سے زید کے قلب میں خروج کی جانب قوی حرکت پیدا ہوئی وہ ہشام کا کلام تھا جو اس نے بھری محفل میں زید سے کیا اگرچہ حقیقت میں کربلا کا حسرتناک واقعہ (جو تاریخ عالم میں اپنی آپ نظیر ہے) زید کو انتقام خون امام حسین علیہ السلام کی جانب ایک مدت سے دعوت دے رہا تھا لیکن ہشام نے زید سے ایک دن اس خطا پر کہ انھوں نے اس احول چشم کو خوف خدا کرنے کی وصیت کی تھی یہ گفتگو کی کہ "تم اپنے کو مستحق خلافت و امامت جانتے ہو اور اس کے امیدوار ہو حالانکہ تمسے اور خلافت سے کیا علاقہ تم تو جاریہ زادے ہو" اس کے جواب میں زید نے کہا "میرے نزدیک خدا کے مقربین میں گروہ انبیاء سے زیادہ کوئی اور گروہ نہیں ان میں بھی اسمٰعیل بن ابراہیم علیہم السلام اسی طرح ہیں جیسا تو مجھے سمجھ رہا ہے۔ جب یہ امر نبوت کے منافی نہ ہوا تو امامت کے منافی کیوں ہو گا؟

ہشام کے پاس اس لاجواب کلام کا جواب ہی کیا تھا اپنے متعلقوں کو حکم دیا کہ آج زید میرے لشکرگاہ میں رہنے نہ پائیں زید اس ظلمت کدہ سے یہ کہتے ہوئے نکلے "جس قوم کو تلوار کی دھار بُری معلوم ہوگی وہی ذلیل ہوگی۔"

زید کے لئے ہشام کی یہ تقریر جو بلحاظ حضرت اسمٰعیلؑ جناب رسالت مآبؐ پر بھی ایک قسم کا حرف لاتی تھی قوی محرک ہوئی اور انھوں نے نصرت حق پر اچھی طرح کمر باندھ لی اگر قضاء الٰہی مساعدت کرتی اور قرعہ فتح و ظفر انھیں کے نام نکلتا تو ائمہ طاہرینؑ ہی کے لئے اسکا ثمر ہوتا جیسا کہ امام رضا علیہ السلام نے اس امر کی تصریح اس وقت فرمائی ہے جب زید بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بصرہ میں عباسیوں کے گھر جلا دیئے اور وہ اسیر کرکے دربار مامون میں لائے گئے اور مامون نے امام رضا علیہ السلام کا خیال کرکے ان کے فعل سے درگذر کی۔ تب مامون نے امام رضا علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ کے بھائی کا یہ فعل کوئی جدید فعل نہ تھا بلکہ یہ وہی بات تھی جو زید بن علی بن الحسین علیہم السلام سے ظاہر ہوئی اور وہ اسی وجہ سے قتل کر ڈالے گئے اگر مجھے آپ کا خیال نہ ہوتا تو میں آپ کے بھائی کو بھی قتل کرتا کیونکہ انھوں نے بھی جو کچھ کیا وہ تھوڑا نہیں کیا"

امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بھائی کا قیاس کرنا زید بن علیؑ پر درست نہیں کیونکہ ان کا شمار علماء آل محمد علیہم السلام میں تھا

خدا ہی کی ترویج دین کے لئے وہ غضبناک ہوئے اور دشمنان خدا سے انھوں نے جہاد کیا یہاں تک کہ راہ خدا میں وہ قتل کئے گئے میرے باپ امام موسی کاظم علیہ السلام فرماتے تھے کہ میں نے اپنے باپ امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سُنا

"خدا میرے چچا زید پر رحمت نازل کرے انھوں نے لوگوں کی دعوت آل محمدؐ سے مستحق امامت کی جانب کی تھی اور اگر ان کو ظفر حاصل ہوتی اور اپنی مراد پا جاتے تو جس چیز کی جانب دعوت کی تھی اس کو پورا کر کے دکھا دیتے۔ مجھ سے میرے چچا نے اپنے خروج کے باب میں مشورہ لیا تھا تو میں نے ان سے کہا تھا کہ اگر آپ کو مقتول و مصلوب ہونا منظور ہو تو آپ کو اختیار ہے جب وہ رخصت ہو کر چلے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص زید کی فریاد سن کر پھر بھی ان کی نصرت نہ کرے گا وہ ہلاک ہوگا"

جب امام رضا علیہ السلام نے زید شہید کی یوں توصیف فرمائی تو مامون نے اعتراض کی حیثیت سے پوچھا کہ جو شخص غیر مستحق ہو کر دعوئی امامت کرے اس کی مذمتین کیا (قرآن و احادیث میں) وارد نہیں ہوئیں؟ —— (یعنی زید غیر مستحق امامت تھے اور پھر مدعی امامت تھے تو وہ کیونکر قابل مدح و ثنا ہو سکتے ہیں؟) حضرت نے ارشاد کیا کہ زید کی شان اس سے بالاتر تھی کہ وہ غیر

مستحق ہو کر کسی چیز کے طالب ہوں بلکہ وہ چاہتے تھے (نصرت دین و تقویت ائمہ طاہرین علیہم السلام اس کے وہ حقدار تھے وہ تو آل محمدؐ سے مستحق امامت کی جانب دعوت فرماتے تھے اور جو کچھ برائیاں وارد ہوئی ہیں وہ ان لوگوں کے باب میں وارد ہوئی ہیں جو اس بات کے مدعی ہیں کہ ان کو خدا نے امامت کے لئے معین کر دیا ہے اور پھر وہ دین خدا کے علاوہ دین کی ترویج کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنی جہالت سے راہ خدا سے بہکاتے ہیں اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا" خدا کی قسم زید ان لوگوں میں سے تھے جن کو خدا نے اس آیۃ مبارکہ میں اپنا مخاطب قرار دیا جاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو اجتباکم (جہاد کرو خدا کی راہ میں اس طرح جس طرح جہاد کرنے کا حق ہے خدا نے تمہیں منتخب کیا) اس مبارک حدیث سے چند فائدے متحقق و ثابت ہوئے

(۱) زید کا شمار علماء آل محمدؐ سے ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ان نصوص سے جو ائمہ طاہرین صلوٰت اللہ علیہم اجمعین پر وارد ہوئے ہیں واقف تھے اور ذرہ برابر بھی ارادہ مخالفت نہ رکھتے تھے چہ جائیکہ ان سے مخالفت ظاہر ہو اور جو باتیں جن سے شائبہ مخالف معلوم ہوتا ہو وہ یا امتحانی تھیں یا دوسروں کو ساکت کرنے کے لئے

تھیں جیسا کہ گذرا اور وہ فرقہ جو امامت زید کا قائل ہوگیا
اور فرقۂ زیدیہ سے ملقب ہوگیا وہ اپنی جہالت اور غلط فہمی
سے خطرناک حالت میں پڑگیا زید نے کوئی دعویٰ ایسا
نہیں کیا تھا جس کا تعلق امامت سے ہو بلکہ لوگوں نے زید
کے خروج سے یہ استنباط کرلیا کہ وہ اپنے ہی لئے امامت
کی تجویز کرتے ہیں حالانکہ ہرگز ایسا نہ تھا بلکہ وہ آل محمدؐ سے
مستحق کی جانب لوگوں کو ترغیب دلا رہے تھے اور یہی ان کا
مقصود بھی تھا جیسا کہ حدیث سابق سے معلوم ہوا
اور کیونکر زید ایسا خیال کر سکتے تھے دراں حالیکہ ان کو
اپنے بھائی کی امامت کا علم پہلے ہی سے تھا اور بعد میں
وہ اس وصیت سے واقف تھے جو امام محمد باقر علیہ السلام
نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق کی تھی یہ وہی
مضمون ہے جس کو خالد بن صفوان نے ہشام سے بیان کیا
تھا اور خالد بن صفوان کو زید شہید کے حالات سے واقفیت
تھی چنانچہ خالد ہشام سے وہ روایتیں بیان کرتے تھے
جن کی روایت وہ زید سے کرتے تھے۔

اس مضمون کی تائید روایت عمرو بن خالد سے ہوتی
ہے وہ بیان کرتا ہے کہ زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب
علیہم السلام بیان کرتے تھے کہ ہر زمانہ میں ہم اہلبیت میں سے

خدا ایک شخص کو اپنی حجت قرار دیتا ہے ہمارے زمانہ میں حجت خدا میرے بھتیجے جعفر بن محمد علیہم السلام ہیں انکی پیروی کرنے والا گمراہ نہ ہوگا اور ان کی مخالفت کرنے والا سرچشمہ ہدایت تک پہونچ نہیں سکتا

(۲)۔ وہ اپنی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتے تھے بلکہ وہ اس بات پر لوگوں کی بیعت لیتے تھے کہ آل محمدؐ میں سے جو شخص پسندیدہ اور لائق امامت ہو اس کی پیروی اور اتباع کرنا اس عنوان خاص میں کوئی دلالت اسکے اوپر نہیں کہ وہ خود اپنے نفس کو مراد لیتے تھے بلکہ اس کلام سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کسی اور ہی کی جانب دعوت کر رہے تھے کیونکہ اگر خود ان کو اپنی امامت کا خیال ہوتا تو صاف صاف اپنا ہی نام ظاہر کر دیتے اور اس کو مبہم رکھنے کی کوئی بھی ضرورت نہ تھی۔

(۳)۔ مامون کے اعتراض کا جو جواب امام علیہ السلام نے دیا اس سے بطریق نص یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ زید کا خیال ہرگز اپنے متعلق نہ تھا۔

(۴)۔ ان کا جہاد موافق رضائے باری تھا کیونکہ امام رضا علیہ السلام نے ان کو آیت جاھدوا الآیہ کا مخاطب قرار دیا ہے اور ان کی فریاد رسی کر نصرت سے دست کشی

کرنے والے کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہالک بتایا ہے ان کے اور ان کے ساتھیوں کے محق ہونے پر یہ امر بھی دال ہے کہ صادق آل محمدؐ نے ابو خالد واسطی کے ہاتھوں ایک ہزار اشرفیاں زید شہید کے ساتھیوں کے اہل و عیال میں تقسیم کرائیں اور زید کی شہادت پر بہت کچھ رنج و ملال فرمایا جس کا ذکر تواریخ میں موجود ہے:

زمانہ ائمہ معصومین کی حالتیں ان لوگوں پر اچھی طرح واضح ہیں جن کی نظریں تاریخ عالم کے صفحات پر پڑ چکی ہیں وہ ایک نہایت پر آشوب وقت تھا جس میں ذریت رسولؐ اور اولاد علیؑ و فاطمہؑ (جو حقیقی وارث خلافت رسولؐ تھے) کا قتل سلطنت دنیادی کی چولوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے ایک ایسا فریضہ سمجھا گیا تھا جو کسی حال میں قابل ترک نہ تھا زمانہ منصور و ہارون و حجاج بن یوسف وغیرہ میں بیشما سادات کرام صرف اس جرم میں کہ وہ اس نسل مطہر سے تھے قتل کر ڈالے گئے دیواروں میں چن دیئے گئے کنوئیں ان کی لاشوں سے پاٹ دیئے گئے۔

اس قسم کے زمانوں میں ان لوگوں کا فرض تھا جو حامل اسرار ائمہ تھے کہ وہ اپنے اخباروں کو راز مخفی کی طرح

دل سے نہ نکلنے دیں، اور اگر ظاہر بھی کریں تو انھیں لوگوں پر جن کی رازداری کو وہ اچھی طرح جانچ چکے ہوں۔

یہ حفاظتیں دونوں جانب تھیں ائمہ معصومین علیہم السلام اپنے اصحاب کو چھپانا چاہتے تھے تاکہ وہ لوگ نشر دین کے لئے باقی رہیں اور اصحاب باوفا اپنے امام کی حفاظت کی فکر کرتے تھے تاکہ وہ سرچشمہ ہدایت خلق کے لئے باقی رہے۔ زرارہ ایسے شخص کو امام جعفر صادق علیہ السلام نے اکثر اوقات اپنے سے علیحدہ فرمایا اور اپنی برأت زرارہ سے ظاہر فرمائی اور بعد میں ان کی تسلی کیلئے اپنا پیام ان کے بیٹے عبداللہ کے ذریعہ سے بھیج کر فرمادی کہ

"اے عبداللہ اپنے باپ سے میرا اسلام کہنا اور ان سے کہنا کہ میں تمھیں معیوب ظاہر کرکے تم سے مصائب کید دشمن کو دفع کرتا ہوں کیونکہ دشمن ان لوگوں کی فکر میں لگے رہتے ہیں جن کو ہم اپنا مقرب بتاتے ہیں اور جن کو ہم اچھا سمجھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو اذیت پہونچائیں جن کو ہم اپنا مقرب اور محبوب جانتے ہیں اور ان کو ہماری محبت وقربت کے جہت سے معیوب اور قابل اذیت وقتل جانتے ہیں اور جس شخص کو ہم معیوب ظاہر کرتے ہیں اس کی تعریف کرتے ہیں۔ میں اس لئے تمھیں معیوب

ظاہر کرتا ہوں کہ تم ہمارے احباب میں مشہور ہو اور ہماری جانب منسوب ہو اور مائل ہو تا کہ وہ لوگ ہمارے معیوب ظاہر کرنے سے تمہیں دینی حیثیت سے اچھا سمجھیں اس میرے معیوب ظاہر کرنے سے تمہارا ضرر دفع ہوتا ہے "

(الکاظمؑ)

صرف اصحاب ہی تک اس احتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا گیا بلکہ زمانہ کی نزاکت نے اتنا مجبور کر دیا تھا کہ کھل کر اپنے وصی کا اعلان بھی سبب قتل سمجھا جاتا تھا چنانچہ مناقب میں ہے کہ ابو جعفرؑ نے آدھی رات کو ابوایوب خوزی کو بلوایا حاضر ہوا تو ایک خط اس کے آگے ڈال کر کہا یہ محمد بن سلیمان والی مدینہ کی تحریر ہے۔ لکھتا ہے کہ جعفر بن محمدؑ نے وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون جعفر کی مثل کہاں کوئی پیدا ہوتا ہے پھر کہا ابن سلیمان کو لکھ کر اگر کسی شخص خاص کو وصی مقرر کر گئے ہوں تو اس کو پکڑ کر قتل کرے اس نے فرمان والئ مدینہ کے نام لکھا وہاں سے جواب آیا کہ پانچ اشخاص کے نام وصیت فرمائی ہے (۱) ابو جعفر منصور (۲) محمد بن سلیمان (۳) عبداللہ و موسٰی پسران و حمیدہ خاتون۔ منصور نے کہا ما الی قتل ھولاء سبیل ان سب کے قتل کرنے کی تو کوئی صورت نہیں ہو سکتی"

(العقد الناظم)

میرا خیال ہے کہ محترم برق صاحب اگر ہٹ دھرمی ا بیجا ضد سے کام نہ لیں گے تو اس تقریر کے بعد ان کے جمل اعتراضات یاد رہوا ہوتے ہوئے نظر آئیں گے اور اس میں ان کے ہر سوال کا جواب مل جائے گا اور اگر پھر بھی خدا نخواست توفیق خیر شامل حال نہ ہو تو اس کا جواب پھر بھی دیا جائیگا کہ اصحاب ہوں یا اہل خاندان کسی کی مخالفت سے جب نبوت کا دامن داغ دار نہیں ہو سکتا تو پھر امام ج نائب نبی ہے اس کا دامنِ عصمت بھی ان لغو اعتراضات سے گندہ نہیں ہو سکتا۔

اصول کافی کی یہ عبارت کہ امام علیہ السلام نے یحییٰ س فرمایا کہ احذرك باالخليفه واحثك علی بره وطاع جس پر آپ نے مسرت کا اظہار فرمایا کہ ہمارے معصو امام نے آپ کے عاصی خلیفہ ہارون الرشید کو خلیفہ تسلیم کر لی اور اس کی طاعت و فرماں برداری کی ترغیب دی۔ اس پ خوش نہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ خلیفہ کہنا کوئی خاص بات نہیں اس وقت سارا زمانہ اس کو اسی خطاب سے یاد کرتا تھا جیسے آج ملا سیف الدین طاہر صاحب کو "سیدنا" کہہ کر لوگ یاد کرتے ہیں تو کیا ہر وہ شخص جو "سیدنا" کہدے آپ اس پر کسی طرح کی حجت قائم کر سکتے ہیں؟

چونکہ خلاف وقت ومصلحت وخروج کرنا چاہتے تھے جس میں ہر طرح کا نقصان تھا لہذا معصوم نے صبر کی تلقین فرمائی کہ ہارون رشید (ملقب بہ خلیفہ) سے کھلم کھلا اعلان بغاوت نہ کرو فضا سازگار نہیں ہے جس عالم میں وہ اس وقت تم کو رکھتا ہے اسی پر قناعت کرو اور اس کے احکام پر یوں عمل کرو کہ باغی نہ کہلاؤ۔ اور اگر آپ کو یہ صحیح تاویل پسند نہ ہو تو اس تحریر کو تقیّہ پر محمول کیجئے۔ اس لئے کہ زمانہ جیسا تھا اسے میں بیان کر چکا۔ یہ امام کی تحریر اگر کہیں کسی جاسوس کے ہاتھ لگ جاتی تو نتیجہ ظاہر ہے کہ کیا قیامت ہوتی اور یحییٰ کو خروج سے منع بھی کرنا تھا لہذا یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔

آگے چل کر انشاءاللہ ہم تاویل کی ضرورت بیان کرینگے انتظار کیجئے۔

(* اس مسئلہ پر حضرت امیرالمومنین ؑ کا ایک ارشاد قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے باوجودیکہ آپ کو مجلس شوریٰ نے باقاعدہ خلیفہ وامام مقرر کر دیا تھا۔ لیکن امیر معاویہ نے قتل عثمان کی آڑ لے کر بغاوت کر دی جنگ صفین میں خونریز جنگ ہوئی دوطرفہ ہزارہا اصحابہ شہید ہوئے امیر معاویہ کا یہ اقدام صریحا بغاوت اور خدا اور رسول کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ لیکن امیرالمومنین کی وسعت نظر اور تکفیر وتفسیق میں انتہائی احتیاط کی

داد دیجیے کہ پیروان معاویہ کو بھی بالکل اپنے جیسا مسلمان سمجھتے تھے فرماتے ہیں۔

انا التقینا والقوم من اهل الشام۔ والظاهر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدة ولا نستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق برسوله ولا یستزیدوننا الامر واحد الا ما اختلفنا فیه من دم عثمان ونحن منه براء الخ (نہج البلاغہ ط مصر ص۱۱۱)

شام کی ایک جماعت سے ہمارا تصادم ہوگیا ہے ظاہر ہے کہ سب کا خدا ایک رسول ایک اور اسلام ایک ہے خدا پر ایمان اور رسول کی تصدیق میں ہم ان سے زیادہ نہیں۔ اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں معاملہ بالکل واحد ہے صرف قتل عثمان کے معاملہ میں ہمارا اختلاف ہوگیا ہے اور ہم اس معاملہ میں بقصور ہیں۔۔۔۔۔۔ حضرت امیرؑ کا تو یہ حال کہ باغیوں کو اور خدا و رسول کے محاربوں کو بھی مسلمان کہہ رہے ہیں اور ان کے نام لیواؤں کی یہ کیفیت کہ ہر کلمہ گو کو کافر بنا رہے ہیں")

پیغمبر اسلام صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ نے یہ فرما دیا تھا کہ میرے بعد بارہ ائمہ ہوں گے اور نام بنام اس کی تصریح بھی فرما دی تھی، جس کے قائل محض امامیہ ہی نہیں بلکہ خدا کے فضل سے حضرات اہلسنت نے بھی اس کا اقرار کیا ہے ینابیع المودۃ وارجح المطالب

وغیرہ ملاحظہ کیجئے۔

اگر تقیہ کی وجہ سے اصحاب یا خود افراد خاندان کو نہ معلوم ہو یا کسی وجہ سے معلوم ہونے کے بعد بھی مخفی رکھیں اور یہ ظاہر کریں کہ ہم کو نہیں معلوم جیساکہ ہم نے سابق میں بیان کیا تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ سرور کائنات صلعم کی حدیث غلط ہو جائے نقباء بنی اسرائیل کی تعداد بارہ تھی پیغمبر آخر الزماں صلعم نے بھی فرمایا تھا کہ میرے جانشین ۱۲ ہوں گے مثل عدد نقباء بنی اسرائیل۔ لیکن بعض اصحاب یا افراد خاندان کے متعلق وہ روایتیں جو کافی یا اس کے علاوہ برق صاحب کو مل گئیں تو وہ پھولے نہیں سمائے اور فوراً فیصلہ کر دیا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کا تقرر منجانب اللہ نہیں ہوتا بحمد اللہ ہم نے مدلل بیان سے اس عقیدہ فاسدہ کو باد ہوا کر دیا لیکن اب قول فیصل کے لئے جناب امیر علیہ السلام کے ایک مکتوب گرامی کو پیش کیا ہے۔

ناظرین کرام اگر واقعی حضرت امیر کا مکتوب مبارک برق صاحب کے خیال کی تائید کرے تو آپ سمجھ لیں کہ حق برق صاحب کے پاس ہے ورنہ ہمارے ساتھ آپ بھی پڑھئے لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور دیکھئے کہ ہمارے محترم اور مصلح قوم کتنا سخت دھوکہ کھاتے ہیں اور دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں ہم نے پورا وہ حصہ خطبہ کا نقل کر دیا جس سے برق صاحب نے استدلال فرمایا تھا اس کا وہ ترجمہ "جو مصلح قوم" نے فرمایا ہے اسکو بھی

نقل کر دیا ہے اہل انصاف ان کی دیانت داری اور صلح جوئی کی داد دیں، صحیح ترجمہ ہم پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو۔

(معرکہ صفین کی) ابتدائی صورت حال یہ تھی کہ جب ہماری اور شام والوں کی مڈبھیڑ ہوئی تو حال یہ تھا کہ بظاہر ہم سب کا رب ایک نبی ایک اسلام کی دعوت ایک، نہ ہم ان سے زیادہ کا مطالبہ کرتے تھے نہ وہ ہم سے اضافہ چاہتے تھے ابتک معاملہ ایک تھا صرف خون عثمان کا جھگڑا تھا اور یہ یقین ہے کہ ہم اس سے بے تعلق تھے۔

دونوں ترجموں میں دیکھئے زمین و آسمان کا فرق ہے یا نہیں اور کیا اس صحیح ترجمہ کے بعد برق صاحب کا خیال صحیح معلوم ہوتا ہے؟

"وکان بدء امرنا" سے مکتوب شروع ہوتا ہے اس کا نہ رہنا بھی ترجمہ میں خرابی پیدا کرتا ہے اس کو ملا کر ہم نے ترجمہ پیش کیا ہے اور اپنے ترجمہ کے صحیح ہونے پر ہم دلیل بھی رکھتے ہیں "والظاهر" کا لفظ بتاتا ہے کہ حضرت کی مراد یہ ہے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شامی توحید و نبوت کے اعتقاد میں ہمارے ساتھ ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ڈھول کے اندر پول ہے۔ چنانچہ جناب عمار (جن کے لئے پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا کہ اے عمار تم کو گروہ باغیہ قتل کرے گا) اسی جنگ صفین میں شامی مسلمانوں کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

ما اسلموا و لکن استسلموا و اسروا الکفر فلما وجدوا

علیہ اعلیٰ انا اظہر وہ ٥

شامی اسلام نہیں لائے تھے انھوں نے تو اسلام کا بظاہر اقرار کیا تھا ورنہ حقیقتاً کفر کو پوشیدہ رکھے تھے اور جب معاون مددگار اور ناصر پیدا ہو گئے تو کفر کا اعلان کر دیا اس سلسلہ میں ہم علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کا بھی قول پیش کر کے "مصلح قوم" کے خیالی قصر کی بنیادوں کو بیخ وبن سے اکھیڑنا چاہتے ہیں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی اس خطبہ کی مکتوب گرامی کی شرح میں فرماتے ہیں

والظاہر ان ربنا واحد، کلام من لم یحکم لاہل صفین من جانب معاویہ حکما قاطعا بالاسلام بل قال ظاہرہم الاسلام۔

(ابن ابی الحدید ج ۲ جز سادس عشر ص ۳۰۵)

کہیے اب تو نہ کہیے گا کہ حضرت امیر علیہ السلام معاویہ یا اس کے ساتھیوں کو مسلمان سمجھتے تھے ابن ابی الحدید نے شرح کر دی کہ شامیوں کے لئے حضرت کا یہ قطعی فیصلہ نہیں تھا بلکہ مقصود یہ تھا کہ بظاہر یہ مسلمان ہیں۔

جنگ صفین میں ایک دوسرے کے دشمن بن کر آئے تھے فرض کیجئے اگر جناب امیر علیہ السلام اور معاویہ آمنے سامنے آگئے ہوتے تو ضرور دونوں میں سے ایک قتل ہو جاتا اگرچہ شجاعت علوی پر ہمیں کو نہیں آپ کو بھی یقین ہے کہ ایسا بہادر سرزمین عرب نے پیدا نہ کیا

اس سے یقین ہوتا ہے کہ قضا معاویہ کی ہی آتی۔

چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام نے معاویہ کو طلب بھی فرمایا تھا کہ میدان میں آجاؤ فیصلہ ہوجائے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کے خونی دشمن تھے اب ایک روایت ملاحظہ ہو

"عن الاحنف بن قیس قال ذهبت لانصر هذا الرجل فلقینی ابو بکرة فقال این ترید قلت انصر هذا الرجل قال ارجع فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم یقول اذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل والمقتول فی النار

(بخاری کتاب الایمان باب المعاصی من امر الجاهلیة

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں یہ شعلے بلند ہوئے تو حضرت احنف بن قیس ان کی حمایت کے لئے اُٹھے اتفاق سے ابوبکرہ سے ملاقات ہوگئی انھوں نے ان کو روکا اور کہا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمان باہم جنگ کریں تو دونوں جہنمی ہیں۔

(اسوۂ صحابہ جلد ۲ صہ ۳۷)

آپ یا آپ کے ہواخواہ جو دل میں آئے بیباکی سے کہہ سکتے ہیں لیکن یاد رکھئے کہ جناب امیرؑ یقیناً اس مسئلہ کو جانتے رہے ہوں گے ہاں اس لئے بھی کہ آپ باب مدینہ علم تھے مگر اس کے علاوہ دوسری دلیل جنگ جمل میں جناب مالک اشتر سے حضرت علیؑ کا وہ قول ہے کہ "مالک میری تلوار صرف اس کو قتل کرتی ہے جس کی نسل میں

کوئی مسلمان پیدا ہونے والا نہیں ہوتا" اتنا علم رکھنے والا امام یقیناً معاویہ کو مسلمان سمجھ کر اس کے خلاف تلوار نہیں اٹھا سکتا تھا جنگ جمل میں اصحاب آکر شکایت پہ شکایت کرتے رہے کہ حضور ادھر سے تیر آرہے ہیں اور ہمارے ساتھی دم توڑ رہے ہیں اجازت جہاد عنایت فرمائیے مگر آپ اس وقت تک رکے رہے جب تک ان کی طرف سے کفر کا اعلان نہ ہولیا پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ حضرت علیؑ معاویہ کو مسلمان سمجھ کر اس پر تلوار اٹھاتے اور قتل کرنے کے لئے کیسے اس کو میدان جنگ میں آنے کی ترغیب دیتے ——— یاعلی حربک حربی وسلمک سلمی پیغمبر اسلام کا اعلان ہے (ینابیع المودۃ، مودۃ القربیٰ، مناقب خوارزمی ارجح المطالب، روائح المصطفیٰ وغیرہ)

یاایھاالنبی جاھد الکفار والمنافقین کفار سے پیغمبرؐ نے جہاد کیا مگر کیا منافقین سے جنگ بھی کی؟

ہرگز نہیں مگر علیؑ کی جنگ ہی اصل میں پیغمبرؐ کی جنگ تھی لہذا علیؑ نے معاویہ سے جنگ نہیں کی بلکہ حقیقتاً پیغمبرؐ ہی نے جنگ کی تو کیا پیغمبر کسی مسلمان کو قتل کر سکتے تھے؟

نہیں تو پھر سمجھ لیجئے کہ معاویہ ہرگز مسلمان نہیں تھا ورنہ حضرت علیؑ کبھی اس کو میدان میں آنے کی دعوت نہ دیتے۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ مسلمان نہیں تھا تو پھر حضرت علیؑ علیہ السلام اس کو مسلمان کیسے سمجھتے یہ آپ کی سمجھ کا پھیر ہے حضرت کے کلام سے

ہرگز وہ مطلب نہیں نکلتا جو آپ سمجھے ہیں اس کو ہم نے بیان کر دیا۔ مسلمان وہ ہے جو اللہ کا ہو جائے اور معاویہ کون تھا بقول آپ کے

("بغاوت کرنے والا اور خدا و رسول ؐ کے خلاف اعلان جنگ کرنے والا")

اور یہی حضرت علیؑ بھی معاویہ کو سمجھ رہے تھے چنانچہ جس خطبہ میں شہدائے صفین پر اظہار تاسف فرمایا ہے اسی میں فرماتے ہیں کہ

"الجہاد الجہاد عباد اللہ الا وانی معسکر فی یومی ھذا فمن اراد الرواح الی اللہ فلیخرج"

جہاد جہاد اللہ کے بندوں میں لشکر ترتیب دے رہا ہوں جو اللہ کی طرف بڑھنا چاہے وہ نکل کھڑا ہو۔"

اور آپ معاویہ کے خلاف لشکر جمع فرما رہے تھے۔ گویا حضرت امیرؑ معاویہ کو آپ کی زبان میں باغی اور اللہ و رسول کے خلاف جنگ کرنے والا سمجھ رہے تھے اور خود اللہ کی طرف سے اس سے جہاد فرما رہے تھے اس کے باوجود آپ فرما رہے ہیں کہ حضرت اس کو مسلمان سمجھ رہے تھے اگر ایسا ہی ہے تو فرعون و نمرود نے کیا قصور کیا تھا ان کو بھی مسلمان کہہ دیجئے۔

معاویہ کے بارے میں ہم بہت کچھ عرض کرتے مگر اس سلسلہ میں کافی سے بھی زیادہ ابھی حال ہی میں لکھا جا چکا ہے بابا خلیل احمد (سنی) کی تصنیفات نے اصل حقیقت سے عوام کو روشناس کرا دیا لہذا ہم کو

اس میں کوئی دلچسپی نہیں معاویہ کے تعارف کے لئے اتنا کہنا کافی ہے کہ وہ یزید کا بھی باپ ہے"

اخیر میں حضرت علی علیہ السلام کا معاویہ کی بابتہ ناطق فیصلہ سنایا جاتا ہے۔

"واللہ ما معاویتہ بادھی منی ولکنہ یغدر ویفجر، ولولا کراہیتہ الغدر لکنت من ادھی الناس، ولکن کل غدرۃ فجرۃ وکل فجرۃ کفرۃ" (نہج البلاغہ جلد ۱)

خدا کی قسم معاویہ مجھ سے زیادہ ہوشیار نہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ غداریوں سے چوکتا نہیں اور بدکرداریوں سے باز نہیں آتا اگر مجھے عیاری اور غداری سے نفرت نہ ہوتی تو میں سب لوگوں سے زیادہ ہوشیار ہوتا لیکن ہر غداری گناہ اور ہر گناہ حکم الٰہی کی نافرمانی ہے،

اگر بات ابھی واضح نہ ہوئی ہو تو تاریخ کامل ابن اثیر جلد تین ۳ طبع مصر ۱۳۰۲ھ کے صفحہ ۱۲۳ کی یہ عبارت پڑھئے۔

وکان علی اذا صلی الغداۃ یقنت فیقول اللھم العن معاویتہ ۔ یعنی حضرت علیؑ جب صبح کی نماز پڑھتے تو قنوت میں معاویہ پر لعنت کرتے تھے۔

دیکھ لیا لہذا اب نہ کہئے گا کہ حضرت علی علیہ السلام معاویہ کو مسلمان سمجھ رہے تھے ـــــ آپ کی وہ دلیل جسے آپ نے قول

فصیل ٹھہرایا تھا باطل ہو گئی تو وہ سارے خیالات جن کا مدار اس دلیل پر تھا باطل محض ہو گئے۔

(" میں بارہا عرض کر چکا ہوں کہ اسلام وہ نہیں جو ہماری صد رنگ روایات میں ملتا ہے بلکہ وہ ہے جس کی تفصیل الحمد للہ سے والناس تک قرآن میں دی گئی ہے")

میں بارہا گذارش کر چکا ہوں کہ وہ اسلام جو الحمد اللہ سے نہیں بلکہ بائے بسم اللہ سے والناس تک قرآن میں بتایا گیا ہے آپ کے خیال میں ناقص ہے اس لئے کہ اس میں امامت، خلافت نیابت رسولؐ اور ولایت کا تذکرہ نہیں جس کی اہمیت کو محسوس کر کے صحابہ کرام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ کر کمیٹی کرنے لگے تھے۔

وہ اسلام کیا جس میں وضو کا مسئلہ بتایا جائے، زنا کی حد معین کی جائے، آدم و ابلیس کے تذکرہ ہوں، ابراہیمؑ و نمرود اور موسیٰ و فرعون کے قصہ ہوں اور نہ ہو تو وہ قیمتی بیش بہا ذکر خیر جس کے نہ ہونے سے امت مسلمہ تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئی گویا اس افتراق کی ذمہ داری آپ کے بیان کے مطابق اللہ پر آئی احادیث کی مخالفت کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ

(" روایات سے چمٹے ہوئے مسلمانو! ذرا خیال رکھیئے کہیں آپ اس گروہ میں شامل نہ ہو جائیں جس کے متعلق محشر میں حضور صلعم

یہ شکایت فرمائیں گے۔ وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا۔ اے رب کریم میری اس قوم نے اس قرآن کا بائیکاٹ کر دیا تھا")

مسلمانوں کا کون سا فرقہ حدیث سے چمٹا ہوا ہے۔

(اس سے بحث نہیں کہ وہ صحیح ہوں یا غلط)

اور کون سا فرقہ ایسا ہے جو روایت زدہ ملت کہا جائے موتو "شریف" میں شرکت کرنے والے ہی بتا سکیں گے مگر اتنا تو ہم بھی جانتے ہیں کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں جس فرقہ نے اپنی جمع کردہ روایتوں اور حدیثوں کو "صحیح" سمجھا اور بجائے قرآن کریم کے اسی سے اخذ مسائل کرنے لگا۔ مثلاً مسئلہ عول و تعصیب جو نص قرآنی کے خلاف ہے جیسا کہ فاضل روزبہان نے بھی اقرار کیا ہے اور جس مذہب کے مصلحین نے قرآن کو مسئلہ امامت میں معاذ اللہ گونگا تصور کر لیا غالباً یہ خطاب انھیں سے ہے

تصفیۂ مسئلہ خلافت کے سلسلہ میں کسی صحابی رسولؐ یا حافظ قرآن نے کسی آیۂ قرآنیہ سے استدلال نہیں کیا اور فدک جو دربار خلافت کا پہلا مقدمہ تھا جس میں بنت رسولؐ نے آیات قرآنی سے دلائل پیش فرمائے تھے قرآن کی آیتوں کے مقابلہ کے لئے روایت زدہ ملت نے حدیث رسول کا سہارا لیا اور ہر موقع پر قرآن کا بائیکاٹ کر دیا۔

عجب نہیں کہ انھیں کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمائیں یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا اور رسول کریمؐ کو دنیاوی قاعدے کے لحاظ سے بھی حق ہے کہ ان کے لئے "مھجورا" کا شکوہ کریں تاکہ "ہجر" کا کچھ تو بدلا چکایا جاسکے۔

صحیح و غلط کا ایک عمدہ معیار

(مہاتما بدھ علیہ السلام نے فرمایا تھا "نفرت پہ قابو پانا میرا دھرم ہے" حضرت کرشنؑ نے پاکیزہ کلام و دماغ کی تفصیل یوں دی تھی۔ "اعتدال جذبات خاموشی، ضبط نفس پاکیزہ دماغ کی صفات ہیں...... الخ......

جب اہل طائف کی سنگ باری سے حضور صلعم لہولہان ہوگئے تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی تھی کہ اے رب اھد قومی فانھم لا یعلمون (میری قوم کی آنکھیں کھول دے اور انھیں راہ راست پہ ڈال یہ لوگ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں .... مذہب نام ہے امن وسلام کا رحم واحسان کا عدل ومروت کا اور اتحاد ومحبت کا اگر یہ چیز روایات میں موجود ہے تو وہ عین اسلام ہیں اور اگر موجود نہیں تو ملت کو خدا ان سے محفوظ رکھے")

بحمداللہ ہمارے نبی کریم اور انکے ائمہ اہلبیت علیھم الصلوٰۃ والسلام نے

ہمارے لئے ایسے مثالیہ چھوڑے ہیں جس کے بعد ہم کو غیر کے دروازہ پہ جاکر دست سوال دراز کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ان مثالی کردار کو اپنا کر ہزاروں ہمارے یہاں فخر گوتم و کرشن ہوئے ہیں دست سوال کا ہر کہہ و مہ کے سامنے دراز کرنا برق صاحب کو مبارک ہو۔ لیکن اس کے بعد بھی ہم سوال کر سکتے ہیں کہ کیا بدھ مذہب میں خونریز جنگ نہیں ہوئی شاک منی جی اور شنک اچارج کے قصے آپ نے نہیں سُنے۔ خود مہابھارت کی مشہور جنگ سے آپ واقف نہیں جس میں ارجن جی اور کرشن بھی شامل تھے رامچندر جی اور راون کی بھی لڑائی آپ کو معلوم نہیں جس میں لاکھوں بے گناہوں کا قلع قمع ہو گیا خود پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ۲۶ غزوات اور ۳۶ سرایا سے آپ کو واقفیت نہیں۔؟

جن لوگوں کو رسول کریمؐ نے مدینہ سے نکالا تھا جو بعد میں رضی اللہ عنہم کی دُعاؤں کے مستحق ہو گئے ان کے نام سے آپ کو آگاہی نہیں ؟

ہم کو بھی معلوم ہے کہ اسلام امن و آشتی کا مذہب ہے لیکن یہ بھی حقیقت واقعیہ ہے کہ یہ دین محمدی ہے دین عیسوی نہیں جس میں چپت کھانے کے لئے دونوں رُخسارے پیش کر دیئے جائیں۔ اسلام تو قصاص کا حکم دیتا ہے اور

یہی تو مذہب اسلام کی خوبی اور کمال ہے کہ رحم کی جگہ رحم معافی کی جگہ معافی لڑائی کی جگہ لڑائی اور صلح کی جگہ صلح کی تعلیم دے رہا ہے اسلام نے پہل کی ممانعت کی ہے مگر حفاظت خود اختیاری کی تو عام اجازت دی ہے ہمیں بھی فتنہ و فساد پسند نہیں مگر ہم اس کے بھی قائل نہیں کہ خون کے دھبوں کو گلاب اور کیوڑہ کے عرق سے صاف کیا جائے ہمارا مسلک خون سے خون کے دھبوں کو دھونا اور جنگ ہی سے جنگ کا خاتمہ کر دینا ہے جو اسلام کی تعلیم ہے تاکہ دُنیا میدان جنگ کی جگہ سے ہٹ کر آغوش صلح میں اطمینان کی زندگی بسر کرے ورنہ اگر تعلیم عیسوی وغیرہ پر عمل کرنے لگیں گے تو وقت کے راون و یزید صلح پسند طبائع کا خاتمہ کر دیں گے۔ مروت و محبت عدل اور انصاف ہمارا مذہب ہے لیکن ؎

"ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد"

ظالم کے ساتھ مروت و محبت اور قزاق کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنا ہرگز معقول نہیں ہے اور نہ اسلام نے اس کی اجازت دی ہے ہم سے زیادہ صلح پسند اور کون ہوگا

آپ حضرات نے ہماری صلح پسندی سے غلط فائدہ اٹھایا پھر بھی ہم نے اف نہ کی ہماری مظلومیت نے کسی کو رلا نا پسند نہیں کیا تو ہم نے رونا شروع کیا جو قرآن کا حکم تھا لیکن آنسوؤں کی بڑش سے آپ اس طرح حواس باختہ ہوئے کہ ہم کو "ملت گریہ کن" کہنے لگے اس طعن و تشنیع کی بھی جب ہم نے پرواہ نہ کی تو ہمارے تعزیوں علموں اور ہماری مجلسوں میں شرکت کو بدعت کہا گیا علی الاعلان ہمیں بدعتی کہا جانے لگا ہمارے خلاف غلط پروپیگنڈا کیا گیا کہ ہم کھانوں میں تھوک کر لوگوں کو کھلاتے ہیں بلکہ بعض مقامات پر (مثلاً کشمیر) کے شیعوں کو آدم خور بتایا گیا۔ سچ بتائیے مروّت و محبّت کا کون خوگر ہے آپ یا ہم اور جب تمام کوششیں ختم ہوگئیں تو اب آپ نے شربت میں زہر دینا چاہا گڑی ہڈیاں اکھیڑ کر بھولے قصوں کو یاد کرا کر صلح نہیں کرائی جاتی اس سے تو زخم ہرا ہوتا ہے پھر صلح کیونکر ہوگی حاشا و کلا ہم کو کسی سے دشمنی نہیں عداوت نہیں اور اگر ہے تو اپنے جذبات کی بناء پر نہیں بلکہ اللہ اور محض اللہ کے لئے ہم اسی کے لئے محبت کرتے ہیں اور اسی کے لئے عداوت رکھتے ہیں اور اگر یہ بھی جرم ہے تو آپکی نظروں میں ہو ہم کو تو اسوۂ نبوت کی پابندی کرنا ہے اگر ہر

بازار میں مروت و محبت کا قیمتی سکہ چالو ہو جائے گا تو بڑی دشواری ہو گی پھر تو بانی اسلام کے لئے بھی کہا جا سکتا ہے کہ مروت و محبت کے لحاظ سے چاہئے تھا کہ پیغمبر اسلام بتوں کی تعریف نہ کرتے تو ہجو اور برائی بھی نہ کرتے۔ اور پھر تو قرآن کی تعلیم پر بھی حرف آ جائے گا کہ مشرکین کو کھلے عام "نجس" کہہ رہا ہے اور خانۂ خدا "کعبہ" کے طواف سے منع کر رہا ہے جو خلاف مروت و محبت ہے۔

کہئے آپ اس پر راضی ہیں۔ خدا کے واسطے متاع قرآن کو "چور بازار" میں برباد کرنے کا سبق نہ پڑھایئے۔

"ایک زمانہ تھا کہ اہل سنت کے سیاسی طبقوں میں ائمہ اہل بیتؑ کے متعلق کچھ شکوک تھے جن کی بنا پر بعض ائمہ کو دکھ بھی پہونچا تھا"

"مصلح قوم" نے تخصیص نہیں کی ذرا ہم کو بھی تو معلوم ہوتا کہ آخر وہ کون سا زمانہ ہے زمانہ کو چھپایا کیوں گیا اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ ع

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

"سیاسی طبقوں" کی قید بھی خوب ہے ارے صاحب ع

ایں خانہ ہمہ آفتاب ست

فقیہہ جو مسجد کے امام تھے وہ تو سیاسی نہیں تھے جن کا کام تھا قرآن پڑھانا اور تفسیر بیان کرنا کیا انھیں لوگوں نے اسّی برس تک منبروں پر جناب امیر علیہ السلام کے خلاف تبرا نہیں کیا عبدالعزیز (خدا اس کے اس فعل نیک کی جزا دے) نے آخر اس رسم قبیح کو کیوں کر ختم کیا تاریخ دیکھئے مسجد کے امام صاحب اس بیچارے کو بھی طعن و تبرا کا حکم دیتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بتائیے کہ وہ کون تھا جو سیاسی نہیں تھا؟

("بعض ائمہ کو دکھ پہونچا تھا")

سُبحان اللہ کیا ایسا ہی دکھ جیسا آپ کی کتاب سے اہل حق کو پہونچا نہیں محترم دُکھ نہیں ائمہ اہلبیت علیہم السلام کے خون سے دامن رنگین ہیں ذرا غور سے دیکھ لیجئے صبیت علی مصائب کی آواز آج بھی فضا میں ٹکرا رہی ہے حسنین علیہم السلام کا خون ناحق منتقم حقیقی کا انتظار کر رہا ہے مسجد رسول آج بھی فریادی ہے جہاں سے جانشین نبیؐ کو حالت نماز میں گرفتار کیا گیا تھا نبیؐ کا قائم مقام گرفتار ہو کے جا رہا تھا رسولؐ قبر سے نکل کر اس قیامت خیز منظر کو دیکھ رہے تھے معصومہ عالم فریاد کر رہی تھیں اہلبیت مجبور تھے کچھ کر نہیں سکتے تھے۔

("آج ان عظیم شخصیتوں کی محبت و عقیدت پہ ساری دنیائے

اسلام متحد ہے :")

آج سے مراد اگر وہ دن ہے جس روز آپ کی یہ کتاب شائع ہوئی تو مجھے نہیں معلوم کہ اس روز اہلبیتؑ پہ ظلم ڈھایا گیا یا نہیں اور اگر یہ صدی مراد ہے تو یہ کہنا غلط ہے اس لئے کہ اب بھی یزید کو خلیفہ اور امیر المومنین سمجھنے والے موجود ہیں جس کے نام کے آگے رضی اللہ عنہ بھی بڑے طمطراق سے لگایا جاتا ہے ۔

باب پنجم

حضرت امیر علیہ السلام اور خلفائے ثلاثہ کے تعلقات محبت

کے افسانے

["محرف تواریخ میں ابوبکر و عمر پر جو الزامات عائد کیے گئے ہیں ان میں سے دو ہیں اول یہ کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمۃ الزہرا کو وراثت سے محروم کر دیا تھا۔ دوم کہ حضرت عمر نے حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا حمل گرا دیا تھا۔ پہلے الزام کے متعلق ہم آگے چل کر کچھ عرض کریں گے دوسرے الزام کے متعلق یہاں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ واقعہ ہوا ہوتا تو بنی ہاشم تلواریں سونت کر میدان میں نکل آتے اور وہ بارہ ہزار صحابہ جو اہلبیت سے محبت جزو ایمان سمجھتے تھے کبھی خاموش نہ رہتے .... الخ"]

پہلے الزام کے متعلق جب آپ کچھ عرض کیجئے گا تو وہیں جواب موجود ملے گا رہ گئی دوسری حقیقت جسے آپ الزام کہہ رہے ہیں اس کے متعلق یہ عرض کرنا ہے کہ یہی بنی ہاشم تو غصب خلافت کے وقت بھی موجود تھے کیا تلواریں سونت کر میدان میں آگئے نامہ فدک آپ کے فاروق نے چاک کر دیا کسی نے وجہ پوچھی؟ میں بنی ہاشم کے جوانوں پر بزدلی کا الزام نہیں عائد کرتا مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ خود وصیت رسول کی بنا پر جناب امیر علیہ السلام نے نوجوانوں کو منع فرما دیا ہو کہ ہرگز تم لوگ دخل نہ دینا اور یہ خون کے

گھونٹ پی کر رہ گئے ہوں، بالکل اسی طرح جیسے دفن امام حسن علیہ السلام کے موقع پر جناب امام حسین علیہ السلام نے نوجوانان بنی ہاشم کو منع فرما دیا تھا باقی رہے بارہ ہزار اصحاب ان کے متعلق گذشتہ صفحات میں ہم عرض کر چکے کہ اگر یہ واقعی محب اہلبیت ہوتے تو آج تاریخ اسلام کسی اور نہج سے مرتب کی جاتی نہ معاویہ صفین سے بچ کر زندہ واپس جاتا اور نہ یزید خلیفہ بنتا اور نہ آپ کو دو اسلام اور "بھائی بھائی" کے لکھنے کی حاجت ہوتی۔

[" حضرت امیرؑ نے اپنے عہد خلافت میں لاتعداد خطبے دیئے تھے......

.... حضرت امیرؑ نے خلفاء پر بڑے سے بڑا الزام عائد کیا ہے ....

.... اس کے باوجود .... ان مظالم کا کہیں ذکر نہیں جس سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہانیاں بعد کی تخلیق ہیں "]

ناظرین کرام ملاحظہ فرمالیں جناب امیر نے خلفاء پر الزام عائد کیا اخبار ہیں حضرات اکثر اخباروں میں دیکھتے ہوں گے کہ جس خبر کو بے بنیاد اور معمولی بنا کر پیش کیا جاتا ہے اس کا انداز بالکل ایسا ہی ہوتا ہے۔ سبحان اللہ اس کے بعد دعوی ہے محبت کا۔ کیا حضرت علیؑ کسی پر الزام عائد کریں گے یا حقیقت کا اظہار فرمائیں گے۔ یہ ضروری نہیں کہ جن امور کا تذکرہ نہج البلاغہ میں نہ ہو وہ صحیح اور درست نہیں رسول خداؐ کا جنازہ تین روز تک دفن نہیں ہوا حضرت ابوبکر و عمر صاحبان جنازہ رسول میں شریک نہیں ہوئے (کنز العمال ج ۳ صفحہ ۱۴۰ ۱۳۱۳ھ دائرۃ المعارف حیدر آباد ۲۳۴۵۱) نہج البلاغہ میں اس کا ذکر نہیں۔ مقدموں کے فیصلے جو عہد خلفاء میں حضرت نے فرمائے کسی کا ذکر اس کے اندر موجود نہیں ہے تو کیا ان سب کے قبول کرنے سے انکار

کر دیا جائے گا جناب عالی اگر کوئی اور دوسرا آدمی یہ کہتا تو اچھا بھی معلوم ہوتا آپ کو کیا حق ہے اس لیے کہ بقول آپ کے حبیب اللہ کے کلام (قرآن) میں امامت و خلافت کا ذکر تو درکنار اشارہ تک نہیں حالانکہ ضرورت امامت سے انکار نہیں کیا جا سکتا تو پھر کلام علیؑ میں اگر اس کا ذکر نہیں کہ عمر صاحب نے میرے گھر کو جلانے کی دھمکی دی اور دروازہ گرایا جس سے جناب محسن کی شہادت ہوگئی تو اعتراض کیا؟

اس کے علاوہ جناب امیر علیہ السلام کوئی کتاب تو لکھ نہیں رہے تھے یہ تو سید رضی کا احسان ہے کہ انھوں نے اِدھر اُدھر سے چن چن کر اس کو کتابی شکل دیدی ممکن ہے کہ حضرت نے اس کے متعلق بھی اظہار فرمایا ہو اور وہ سید علیہ الرحمہ کو دستیاب نہ ہوا ہو نہج البلاغہ کے بہت سے خطب و کتب کامل نہیں درمیان سے حصے غائب ہوگئے ہیں اچھا جس قدر نہج البلاغہ میں ہے آپ اسی کو کہاں قبول کر رہے ہیں اگر اسی کو کلام علی مرتضیٰ سمجھ لیجئے اور اس پر عمل کیجئے تو پھر "بھائی بھائی" کی ضرورت ہی نہ ہو اس کا ذکر نہج البلاغہ کے اندر نہ ہونا بتاتا ہے کہ یہ کلام حضرت علیؑ کا ہے اس لیے کہ اگر یہ کلام سید رضی کا ہوتا تو جہاں بہت سے ظلم و جور کو منسوب کرتے اس کو بھی منسوب کر دیتے اس میں نقصان ہی کیا تھا لیکن سید رضی کی دیانت صداقت اور ایمانداری ملاحظہ ہو کہ جس قدر حضرت علیؑ کا کلام مل سکا اسی کو جمع فرمایا اور جو نہ مل سکا اس پر صبر کیا ممکن ہے بلکہ یقین ہے کہ اگر حضرت کے خطب و کتب ضائع نہ ہوتے تو اس میں اس کا تذکرہ ضرور ملتا۔

اگر وہ روایتیں صرف ہمارے ہاں ہوتیں تو آپ کو مجال انکار تھا لیکن بدقسمتی ہے آپ کے ہاں اکثر نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ حضرت عمر صاحب غصہ میں اگر خانہ معصومہ علیہا السلام کے

جلانے کے لیے آگ اور لکڑی لائے تھے چند حسب ذیل سطریں پڑھ لیجئے۔

۱۔ اتی عمر بن الخطاب منزل علیؑ وفیہ طلحۃ و زبیر و رجال من المھاجرین فقال واللہ لاحرقن علیکم او لتخرجن الی البیعۃ (طبری ج ۳ ص ۱۹۸ طاولی حسینیہ مصریہ)

۲۔ جاء عمر الی بیت فاطمہؑ...... فقال والذی نفسی بیدہ لتخرجن الی البیعۃ او لاحرقن علیکم (ابن ابی الحدید ص ۲۹۳ جزو سادس)

۳۔ بعث ابوبکر عمر بن الخطاب .... فاقبل بقبس من نار علی ان یضرم علیھم النار فلقیہ فاطمۃ فقالت یا بن الخطاب جئت لتحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیما دخلت فیہ الامۃ (تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۵۶ و عقد الفرید ابن عبد ربہ ج ۱ ص ۱۱۹ از مخطوطات مدرسۃ الواعظین لکھنؤ والامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۲۱ ۱۳۲۲ھ مطبوعہ النیل مصر) جملہ حوالجات میں بطور تواتر معنوی قصد احراق عزم و جزم کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر مزید حوالوں کی ضرورت ہے تو "النار الموقدہ" پڑھ لیجئے ہم نے ازراہ رواداری پیش کردہ روایات کا ترجمہ نہیں کیا ناظرین خود سمجھ لیں کہ جو شخص بعد رسول اتنا زبردست ہو جائے کہ وہ خانہ سیدہ کی عظمت کا خیال نہ کرے اور اس گھر کو گھر والوں سمیت جلانا چاہتا ہو۔ جس کے دروازہ پر خاتم النبیین صلعم اہلبیت کو سلام کریں (صواعق محرقہ) تو پھر اگر اس کی اسی بڑھتی ہوئی ہمت نے جناب محسن کو شہید کر دیا ہو تو کیا تعجب ہے چونکہ حضرت عمر صاحب بہت زیادہ غصہ والے بھی تھے دروازہ کھل نہیں رہا تھا اس لیے اب تو ان کے غصہ کی انتہا نہ رہی ہوگی

جیسے ہی انھوں نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ کوئی دروازہ کے قریب آیا دروازہ خود گرایا ہو یا گرادیا ہو تو بعید نہیں۔

امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی کتاب الملل والنحل حاشیہ ملل و نحل ابن حزم صہ۲۳ ط ادبیہ مصر ۱۳۱۷ھ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

ان عمر ضرب بطن فاطمة علیها السلام یوم البیعة حتی القت المحسن من بطنها۔

مولوی صدرالدین روائح المصطفےٰ ط احمدی کانپور صہ ۳۶ و ۳۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

"بعد از وفات پیغمبر واقعات بسیار گذشتہ مثل حاملہ فدک سقط شدن حمل"

یا تو آپ ان تاریخی حقائق کو قبول کیجئے یا صاف صاف کہہ دیجئے کہ ہمارے ہاں کے جملہ علماء کاذب اور کتابیں لائق دریابرد ہیں تو ہمارا اعتراض ختم ہوجاتا ہے۔

کتب اہلسنت والجماعت کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تاریخ اسلام کے جگر کے آبلہ ہیں جن کو اب "کہانیاں" سمجھ لیا گیا ہے۔

فدک (۱) چونکہ فدک جزیہ کے سلسلہ میں ملا تھا اس لئے وہ ملوکہ حکومت شمار ہوگا۔ مال فے کے متعلق قرآن کا یہ فیصلہ ہے ما

افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل...... الآیہ............ محاصل فدک

کے آٹھ گروہ تھے (۱) حضور (۲) اقربا جن میں تو امہات المومنین........

(۳) قوم کے یتیم بچے (۴) مساکین (۵) مسافر (۶) تمام مہاجرین (۷) تمام انصار (۸) بعد میں آنے والے مسلمان۔ حضور صلعم اپنی زندگی میں فدک کی مد اسی طرح صرف فرماتے تھے آپ کی وفات کے بعد حضرت فاطمة الزہرا کو

گمان ہوا کہ شاید فدک حضور کی شخصی جائداد تھی اور اس بنا پر حضرت صدیق سے فدک کا مطالبہ کر دیا ۔"

جی ہاں کیا کہا جائے اللہ ہی میاں سے چوک ہو گئی کہ آپ کو زمانہ رسول میں پیدا کرنے کے بجائے چودھویں صدی میں بھیجا ورنہ حضرت عمر کے ساتھ مل کر آپ بھی اسلام کے قوانین میں حسب دلخواہ درستگی فرماتے اور دوسری چوک یہ ہو گئی کہ اس سلسلہ میں نہ اللہ نے ہی آپ سے رائے مشورہ لیا اور نہ رسول اللہ نے آپ کے خیال کے مطابق فدک " مملوکہ حکومت شمار ہوگا " لیکن اللہ و رسول نے تو قطعاً اس کو مملوکہ حکومت نہیں شمار کیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ فاعطاھا فدکا (در منثور ج ۴ ص ۱۷۷ ط میمنیہ مصر ۱۳۱۴ھ) (رسول کریم صلعم نے معصومہ عالم کو بلایا اور فدک ان کو عطا کر دیا) جب آں حضرت نے معصومہ کو ہبہ کر کے فدک مخصوص کر دیا تو آپ کے باقی مستحقین کا اس میں حق کہاں رہا کیا آں حضرت نے دوسروں کے حقوق کو معاذ اللہ نظر انداز فرما دیا ہے۔؟

آپ کو اسلامی تاریخ سے بھی آگاہی نہیں مورخ طبری اور ابن ہشام کا بیان سماعت فرمائیے۔

کانت فدک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالصۃ لانہ لم یوجف علیھا بخیل ولا رکاب (طبری ج ۳ ص ۹۵ ط اولی حسینیہ مصر)

فدک آنحضرت کا خالصہ تھا اس لیے کہ اس میں جنگ و جہاد اور سوار و پیادہ سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہوئی (سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۱۹۴ ط اولی خیریہ مصر ۱۳۲۹ھ)

(فتوح البلدان بلاذری ص۳۰ ط اولی مطبعۃ الموسوعات مصر ۱۳۱۹ھ)

مورخ ابوالفدا بھی انھیں کے موافق بیان دیتا ہے کہ خیبر کی آمدنی مسلمانوں کے لیے تھی اور فدک خالص رسول اللہ کے لیے تھا اسلیے کہ وہ بغیر حرب وضرب کے فتح ہوا تھا۔

جب یہ طے ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خالص مال تھا اور اس میں کسی مسلمان کا ایک حبہ بھی نہیں تو پھر پیغمبر اسلام کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ جس کو چاہیں مرحمت فرمادیں کسی کو کیا حق ہے کہ اس پر اعتراض کرے فرض کیجیے فدک معصومہ عالم کو نہیں کسی اور کو دیدیتے تو کیا آپ کو اعتراض کرنے کا حق تھا؟

مزید ثبوت کے لیے ملا علی متقی کی کنز العمال ملاحظہ کیجیے۔

لما نزلت وات ذالقربی حقہ قال النبیؐ یا فاطمۃ لک فدک (رواہ الحاکم)

جب آیۂ وات ذالقربیٰ نازل ہوا تو رسول خدا صلعم نے حضرت فاطمہؑ سے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ فدک میں نے تجھے دیدیا۔

صاحب تاریخ روضۃ الصفا رقمطراز ہیں کہ

"پیغمبر فاطمہ را بخواند وبرائے وے حجۃ نوشت وآں وثیقہ بود کہ فاطمہ بعد از وفات رسول اللہ پیش ابوبکر آورد وگفت ایں کتاب رسول خدا است کہ برائے من حسن وحسین (علیہم السلام) نوشتہ ست" (ج ۲ ص۳۷ نولکشور لکھنؤ)

یعنی پیغمبر نے فاطمہؑ زہرا کو بلایا اور ان کے لیے ایک وثیقہ لکھ دیا یہ وہی وثیقہ تھا جس کو حضرت رسولخدا کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر صاحب کے سامنے پیش کیا تھا اور بیان کیا تھا کہ یہ جناب رسالتمآبؐ کا وثیقہ ہے جس کو

آپ نے میرے اور حسنؑ و حسینؑ کے لیے تحریر فرمایا ہے۔

ایک دوسری روایت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ "معصومہ عالم کے دعوی کو حق سمجھ کر ابوبکر نے بھی ایک نوشتہ رسول کی بیٹی کو دیا تھا لیکن ہزار افسوس کہ " دبیر الملک " جناب عمر صاحب نے رسول کی چہیتی بیٹی کے ہاتھ سے نوشتہ کو لیکر پہلے اس پر تھوکا پھر چاک کر ڈالا (ابن ابی الحدید جز دساد س عشر ج ۲ ص ۳۰۰)

سوال یہ ہے کہ میں برق صاحب کے " صدیق " کو سچا خیال کروں یا ان کے " فاروق " جیسے تہذیب یافتہ کو جس نے تھوک کر نوشتہ چاک کر دیا کیا ابوبکر صاحب کی تحریریں اسی قابل ہوا کرتی تھیں کہ ان پر تھوکا جائے ۔ ؟

معصومہ عالم نے دو دعوی کئے تھے ہبہ اور میراث ہبہ کے ثبوت کے لیے وثیقہ رسول پیش کیا اور میراث کے دعوے میں علی علیہ السلام حسنینؑ اور ام ایمن کو پیش کیا گیوں جناب برق صاحب یہ مباہلہ کے گواہ کیا صرف معصومہ عالم کے گمان کی بنا پر گئے تھے یہی تو وہ گواہ تھے جن کی صورت ہی دیکھ کر نصاری نجران مباہلہ کرنے سے باز رہے میرے خیال سے .... وہ کافر اچھے تھے رہ گئی بخاری شریف کی وہ لاوارث حدیث جس کے راوی محض حضرت ابوبکر صاحب ہیں اس کیلئے معصومہ عالم کی نظر انتخاب کی داد دیجئے کہ ام ایمن کو اپنی صداقت کے لیے زندہ ثبوت کی حیثیت سے پیش فرمایا تھا اس لیے کہ ام ایمن کو رسول خدا نے میراث میں پایا تھا شرح بھجۃ المحافل ج ۲ ص ۱۵۲ ان ۱۳۳۰ھ ط حمالیہ مصر واستیعاب برحاشیہ اصابہ ج ۴ ص ۲۵۰ ط مصر ۱۳۲۸ھ طاولی مطبع سعادۃ ۔ یہ مقام ہے کہ اس حدیث کو قرآن پر پیش کیا جائے تاکہ صدق و کذب کا فرق معلوم ہو جائے مگر یہاں آپ قرآن کا نام بھی زبان پر نہیں لائیں گے

اس لئے کہ دعائے جناب زکریا یرثنی و یرث من آل یعقوب - وورث سلیمان داود اسی قرآن میں مذکور ہے جس سے اس حدیث کی تکذیب ہوگی - اگر فاطمہ زہراؑ کو گمان ہوا تھا تو کیا جناب امیرؑ و جناب حسنینؑ (جیسے شاہدان نبوت) اور ام ایمن جیسی مومنہ کاملہ ہر ایک کے دل و دماغ پر اسی گمان کا قبضہ ہوگیا تھا؟ اقضاکم علی ("علی تم میں جج ہے") کا کچھ بھی خیال نہ کیا گیا اور فرمان رسول الحق مع علی وعلی مع الحق پس پشت ڈال دیا گیا - حیف صد حیف -

اصل یہ ہے کہ فدک چونکہ بغیر کسی جنگ و پیکار کے ملا تھا لہذا بحکم الٰہی رسول خداؐ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو عطا فرما دیا تھا مگر بعد وفات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ حضرت ابوبکر و عمر صاحبان نے "بمصلحت" اس کو بھی زبردستی لے لیا۔ خلیفہ عبدالعزیز وغیرہ کا واپس کرنا دلیل ہے میرے اس دعوے کی کہ یہ مال فاطمہ زہرا کا تھا چنانچہ اس موقع پر کسی نے خلیفہ عبدالعزیز سے یہ کہا کہ ابوبکر و عمر پر طعن کرتا ہے اس لئے کہ ان لوگوں نے تو نہیں دیا اور تو دے رہا ہے تو عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ "نزد من و شما بصحت رسیدہ کہ فاطمہ دختر پیغمبر بودہ و دعوے فدک فرمودہ و در دست او بودہ و از شان او نبودہ کہ دروغ بر پیغمبر بگوید بانکہ علی و ام ایمن و ام سلمہ بر وفق دعوی او گواہی دادند فاطمہ نزد من صادق القول ست ہر چند کہ دعوی کند و برآں گواہ نداشتہ باشد و او سیدہ زنان اہل جنت ست الخ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کو بخوبی اس کا علم ہے کہ فاطمہ زہراؑ دختر رسول تھیں انھوں نے دعوی بھی کیا اور حقیقۃً فدک ان کے قبضہ میں بھی تھا (جو بزور و ظلم ان سے لے لیا گیا تھا) اور ان کی ہستی اس سے کہیں بلند ہے کہ وہ رسول خدا پر جھوٹا الزام

عائد کریں" مزید تقویت کے لئے یہ ہے کہ علیؑ ام ایمن اور ام سلمہ نے ان کے دعویٰ پر گواہی بھی دی بھائی فاطمہ زہرا اگر گواہ بھی نہ رکھتیں تو بھی ہم ان کو سچا ہی سمجھتے وہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں" (تمھیں کچھ خبر بھی ہے) خدا رحم کرے عمر بن عبدالعزیز پر کتنا صاف بیان ہے جس سے حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنا کچھ دشوار نہیں اگر اللہ توفیق دے تو آدمی سمجھے۔ عمر بن عبدالعزیز کے خیالات کی تائید علامہ ابن ابی الحدید بھی فرماتے ہیں۔

"وقد اجتمعت الامۃ علی انھا لم یظھر منھا بعد رسول اللہؐ معصیۃ بلاشك وارتیاب بل اجمعوا علی انھا لم تدع الا الصحیح

(ابن ابی الحدید ج ۲ جزو سادس عشر ص ۳۰۵)

امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ بعد رسولؐ معصومہ عالم سے کسی معصیت کا ظہور نہیں ہوا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے بلکہ اس امر پر (بھی) اجماع ہے کہ صحیح کے علاوہ کبھی غلط دعوی کیا ہی نہیں" آپ نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ ابوبکر صاحب معافی مانگنے آئے تو یہ کہا (" اے بنت رسول آپ اپنے دعوے میں سچی ہیں")

معاملہ نہایت واضح تھا مگر تاریخ بگاڑنے والوں اور حدیث گڑھنے والوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا اور حقیقت کو چھپا کر فدک کو رسول کی معصومہ بیٹی سے زبردستی لے لینے والوں کی مدح سرائی میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے۔

مسئلہ فدک اور ڈپٹی نذیر احمد

مروت، محبت اور عدالت کا درس دینے والے "مصلح قوم" محترم برق صاحب ذیل کی

سطریں پڑھ لیں اور انصاف ہی کا واسطہ ہے کہ انصاف فرمائیں ۔

"جو شخص وفات رسول صلعم سے سب سے زیادہ متاذی ہوا وہ فاطمہ تھیں والدہ پہلے مر چکی تھیں اب ماں باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب تھے اور باپ بھی کیسے دین و دنیا دونوں کے بادشاہ ایسے باپ کا سر پر سے سایہ اٹھ جانا اس پر سے حضرت علیؓ کا خلافت سے محروم رہنا نمک بر جراحت ترکہ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا کسی دوسرے کو ایسے پیہم صدمات پہونچتے تو وہ زہر کھا کر مر رہتا مگر ان کے صبر و تحمل انھیں کے ساتھ تھے پھر انھیں صدموں میں گھل گھل کر چھ مہینہ کے اندر انتقال فرماگئیں اور جتنے دن زندہ رہیں ان لوگوں سے جنھوں نے ان کو رنج دیے تھے نہ بولیں اور نہ بات کی یہاں تک کہ ان لوگوں کو اپنے جنازے پر آنے کی منادی (ممانعت) کر دی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ (رویائے صادقہ)"

مولانا قصور معاف دیکھئے یہ مقام تھا جہاں از راہ مروت، محبت اور عدالت بحق جناب فاطمہ فیصلہ کیا جاتا مگر افسوس نہ اس وقت صحیح فیصلہ ہوا اور نہ آج مظلومہ کے ساتھ آپ جیسے اہل قلم انصاف فرماتے ۔

سفید جھوٹ

امامیہ کی اہم تصنیف حجاج السالکین میں درج ہے

"ان ابابکر لما رأی ان فاطمۃ انقبضت عنہ و ھجرتہ ولم تتکلم بعد ذالک فی امر فدک کبر ذالک عندہ فاراد استرضاءھا فاتاھا فقال لھا صدقت یا ابنۃ رسول اللہ فیما ادعیت

ولکنی رأیت رسول اللہ یقسمہا فیعطی الفقراء والمساکین وابن السبیل بعد ان یوتی منہا قوتکم والصانعین۔ فقالت افعل فیہا کما کان ابی رسول اللہ یفعل فیہا فقال ولک اللہ علی ان افعل فیہا ما کان یفعل۔ فقالت اللہم اشہد فرضیت بذلک واخذت العہد علیہ۔

جب ابوبکر نے دیکھا کہ سیدہ فاطمہ (فیصلہ فدک پر) رنجیدہ ہو کر الگ ہو گئی ہیں اور انھوں نے فدک کا ذکر ہی چھوڑ دیا ہے تو ابوبکر کو بڑی ذہنی کوفت ہوئی چنانچہ آپ نے سیدہ زہرا کو راضی کرنے کا ارادہ کر لیا آپ کے ہاں گئے اور کہنے لگے کہ اے بنت رسول آپ اپنے دعوے میں سچی ہیں لیکن میں نے حضور پُرنور کو خود دیکھا کہ وہ فدک کی آمدنی اپنے اقارب کی ضروریات مہیا کرنے کے بعد فقراء و مساکین مسافرین اور کارکنوں میں تقسیم کر دیتے تھے تو سیدہ نے فرمایا آپ بھی وہی کریں جو کچھ میرے والد محترم کیا کرتے تھے تو صدیق بولے کہ میں وہی کروں گا...... اس کے بعد سیدہ بولیں اے اللہ گواہ رہنا اور ابوبکر سے راضی ہو کر ان سے عہد لے لیا۔"]

ناظرین کرام! لیجئے اسی مقام پر فیصلہ ہو جائے تو بہتر ہے پوری عبارت حجاج السالکین کی ہم نے درج کر دی اگر حجاج السالکین کو برق صاحب کسی امامیہ کی تصنیف ثابت کر دیں تو کم از کم میں اسی دن اپنا مذہب تبدیل کر دوں گا یہ حجاج السالکین نہیں بلکہ محجاج السالکین ہے آج سے بہت پہلے پہلی مرتبہ اس کا حوالہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے تحفہ مسروقہ میں پیش کیا تھا ملاحظہ ہو تحفہ ص ۲۷۱ طبع نولکشور لکھنؤ سنہ ۱۳۰۵ اور یہی عبارت جو برق صاحب نے پیش کی ہے تحفہ مسروقہ میں درج ہے اور

برق صاحب نے اسی مال مسروقہ میں حصہ بٹایا ہے مگر حیا اور غیرت کا تقاضا تو یہ تھا کہ پہلے تحفہ مسروقہ کے جوابات میں مذہب امامیہ کی طرف سے جو کتابیں لکھی گئیں ان کا جواب پیش کر دیتے تو پھر مجاج السالکین کا حوالہ دیتے مگر افسوس کہ عبقات الانوار، صوارم الهیات، تقلیب المکائد، حسام الاسلام، بوارق موبقہ، احیا السنۃ، طعن الرماح اور تشئید المطاعن کا جواب دینا تو درکنار ان کتابوں کے مطالعہ کی بھی زحمت غالباً برداشت نہیں کی گئی صاحب تشئید المطاعن نے اعلان کر دیا تھا کہ اس نام کی کوئی کتاب ہے ہی نہیں اور اگر کہیں ہوگی بھی تو ہرگز مذہب امامیہ کی نہیں ہے مگر غیرتمند اور حیادار مصلح قوم نے پھر دوبارہ اس کا حوالہ پیش کیا حقیر عرض کرتا ہے کہ یا تو حضرت برق صاحب یہ ثابت کر دیں کہ یہ کتاب ہے اور مذہب امامیہ کی ہے اور مجھے اپنا ہم مسلک بنالیں اور اگر ایسا نہیں کر سکتے تو شیعہ ہونے کا اعلان کریں مگر یہ بھی نہیں ہو سکتا لہذا ہر دو صورتوں پر عمل نہ کرنے کی صورت میں ہم قرآن مجید کی آیۃ لعنۃ اللہ الایۃ الخ پڑھ کر ان کی صداقت پر دم کریں گے۔

یہ فرقہ ہمیشہ کذب صریح سے کام لیتا رہا ہے چنانچہ ایک زمانہ میں مولوی نبی بخش صاحب نے اپنی کتاب ذوالفقار حیدری (برعکس نہند نام زنگی کافور) میں امام مؤید باللہ ابن حمزہ کو شیعہ لکھا تھا اور ان کی کتاب اطواق الحمایۃ کا حوالہ پیش کیا تھا جس کا جواب مولوی عنایت علی شاہ امامی نے ذوالفقار صفدری لکھ کر دیا محمود احمد عباسی نے جریر طبری کو شیعہ لکھا ہے حالانکہ اس بیچارے کو یہ بھی نہیں معلوم کہ طبری نام کے کتنے عالم گزرے ہیں کون شیعہ اور کون سنی رسالہ تذکرہ کراچی ایک زمانہ میں لکھتا تھا کہ تحفہ اثنا عشریہ کا جواب شیعوں سے نہیں ہو سکا "عشرۂ کاملہ" جو مرزائیوں کی رد میں ہے

اس کے ٹائیٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے کہ تحفہ اثنا عشریہ کا جواب شیعوں سے نہیں ہوسکا حالانکہ نزہتہ اثنا عشریہ، برہان سعادت، سیف ناصری اور مذکورہ بالا کتب کے جواب کی حسرت اس فرقہ کے بڑے بڑے علما ر قبر میں لے گئے — ہم کو چند سطر مجبوراً لکھنا پڑا تا کہ ناظرین کذب صریح سے واقف ہو جائیں۔

اگرچہ محجاج السالکین کا وجود نہیں مگر ہم پھر بھی جواب عرض کرتے ہیں کہ ابوبکر صاحب جیسا "سند یافتہ" صدیق کہہ رہا ہے کہ

["صدقت یا ابنۃ رسول اللہ فیما ادعیت" "اے بنت رسول! آپ اپنے دعوے میں سچی ہیں"]

کیوں حضرت برق صاحب جب "صدیق" معصومہ عالم صلواۃ اللہ علیہا کی صداقت کے قائل ہو چکے اور خصوصیت سے اس مورد میں کہ آپ اپنے دعوے میں سچی ہیں تو ان پر کیا فرض تھا کہ اس اظہار حقیقت کے بعد حیلہ حوالہ کریں یا از راہِ انصاف فدک واپس کر دیں؟ اگر اس نوعیت کا کوئی مقدمہ آج ہائیکورٹ میں پیش ہو اور جج کے سامنے مدعا علیہ مدعی کی صداقت کا اعتراف کرلے تو فیصلہ کس کے حق میں ہوگا کیا پھر کوئی عذر مسموع ہوگا؟

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

تاریخ اسلام کی خوش قسمتی ملاحظہ ہو شاید تاریخ عالم ایسا موقع نہیں پیش کر سکتی کہ خلافت مآب حضرت ابوبکر صاحب مدعا علیہ بھی، جج بھی اور حدیث کے راوی بھی — ایں چہ بوالعجبی ست۔

["خلفائے ثلثہ جناب امیرؑ سے تمام ملکی، سیاسی، دینی اور شخصی

امور میں مشورہ لیتے تھے "]

مگر مجھے نہیں معلوم کہ احراق خانہ معصومہ یا احراق مصحف اور غصب فدک ان چار قسموں میں سے کس قسم میں داخل ہے آیا ملکی، سیاسی امور میں یا دینی اور شخصی بہرحال جس میں ان کا شمار ہو. براہ کرم برق صاحب یہ ثابت کر دیں کہ کس مقام پر حضرت علیؑ نے مشورہ دیا تھا کہ سیدہ کے دروازے پر آگ اور لکڑی لائی جائے یہ کہاں لکھا ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ قرآن جلا دیا جائے، کہاں حضرت نے مشورہ دیا تھا کہ فدک لے لیا جائے اگر حضرت نے مشورہ، رائے، صلاح یا ازیں قبیل کچھ فرمایا ہو تو برق صاحب پیش کریں میں اپنے چند دیگر ساتھیوں سمیت تبدیل مذہب پر تیار بیٹھا ہوں مگر مجھے یقین ہے کہ قیامت آجائے گی اور برق صاحب یا ان کے ہم مشرب و مسلک ثابت نہیں کر سکتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت سے انھیں امور میں مشورہ لیا جاتا تھا جہاں عقل کام نہیں کرتی تھی مسئلہ پیچیدہ صورت اختیار کرتا جاتا تھا تو ایسے مواقع پر حلال مشکلات یاد کئے جاتے تھے۔

یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ پھر ایسے ہی موقع پر بھی حضرت علیؑ کیوں جواب دیتے یا مشورہ و صلاح سے نوازتے تھے گذشتہ صفحات میں حقیر بیان کر چکا۔ مکرر عرض ہے کہ امام کا وجود مثل پانی کے ہے اگر پیاسا پئے گا تو پانی اپنی تاثیر ضرور کرے گا اور اگر پیاسا نہ پیتا تو پانی پر یہ اعتراض بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اسی طرح حضرات ائمہ اہلبیت علیہم السلام تھے۔ امت تشنہ تعلیم تھی خود اس پر واجب تھا کہ بحر علوم سے سیراب ہوتی مگر اس کی بدقسمتی تھی کہ جب ہلاکت کا خوف ہوتا تھا تو مجبوراً دروازے پر آتے تھے لہٰذا امام مشورہ بھی دیتے، صلاح نیک سے سرفراز بھی فرماتے ان پر اعتراض اسلئے

نہیں ہو سکتا کہ وہ آئے ہی کتنے اسی لیے۔ امام اپنی امامت سے انکار نہیں کر سکتا۔ لہذا رائے اور مشورہ کے دینے سے علیؑ اور بین الخلفا دوستی اور محبت، کا ثابت کرنا عقلمندی کی دلیل نہیں۔

قرابتیں قرآن کریم سے واقف کار اور تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والوں کو بخوبی معلوم ہوگا کہ دین اسلام میں کسی دو مسلم یا کافر کی مسلم سے قرابتداری ایمان وعمل کے سلسلہ میں قطعی مثمر نہیں ہوتی۔ فرزند نوحؑ کا حشر دیکھنے والوں اور زوجۂ نوحؑ و لوطؑ کے انجام سے آگاہی رکھنے والوں کے سامنے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں

عقد ام کلثوم حضرت عمر کے ایمان کے ثبوت کے سلسلہ میں یہ فرقہ مدتوں سے زور لگائے ہوئے ہے مگر آج تک ان بیچارے کا ایمان دلائل و براہین کے کیل کانٹوں سے درست نہیں ہوا۔ اللہ بھلا کرے علماء اہل سنت کا جنھوں نے اس راہ میں بڑی مشقتیں جھیلیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ بدقسمتی سے حضرت عمر کا ایمان پایۂ ثبوت کو نہ پہونچ سکا لیکن جہاں تک ان کی کوششوں کا سوال ہے یقیناً ان حضرات کو دربار "فاروقی" سے اجر و ثواب ملنا چاہئے اسلئے کہ نور کو نار اور نار کو نور ثابت کرنا کچھ معمولی عقل و دماغ کی بات نہیں ہے۔ حضرت حق صاحب نے بھی کوشش کی ہے ملاحظہ ہو۔

> ["کسی شیعہ نے رفع حیرت کے لئے پوچھا کہ حضرت امیرؑ نے عمر بن الخطاب کو اپنی بیٹی کیسے دیدی تھی اس کا جواب قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں یوں نقل کیا ہے "اس لئے کہ عمر شہادتین کا اقرار کرتا تھا اور زبان سے جناب رسالت مآبؐ کی رسالت کا قائل تھا—

قاضی نور اللہ کی اپنی توجیہہ اس نکاح کے متعلق ازالۃ الغین میں یوں دی ہے .... جب عمر نے علیؑ سے ام کلثوم کا رشتہ مانگا تو علیؑ سوچنے لگے کہ اگر نہ دوں تو عمر میرے قتل کا ارادہ کرے گا اور اگر اس نے ایسا کیا اور میں نے بچاؤ کے لئے ہاتھ اُٹھایا تو رسول کی اطاعت سے باہر ہو جاؤں گا اُنھوں نے صبر کی وصیت کی تھی وصیت کی مخالفت ہو جائے گی اور پھر دین میں بڑی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی یہ سوچ کر آپ نے اپنی بیٹی دے دی"]

اس سلسلہ میں میرا سب سے پہلے برق صاحب سے یہ سوال ہے کہ اس سے قبل عقد ام کلثوم کی بحث ہمارے اور آپ کے درمیان ہو چکی ہے ہماری طرف سے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا جواب دیئے بغیر صرف اپنی کہے جانا کہاں کی غیرت وحمیت ہے؟ دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ پہلے ہمارے جوابات کو آپ رد فرما دیتے پھر اعلان کرتے کہ ذمایہ کے دلائل پامال ہو گئے لہذا ہمارا اعتراض آج بھی بحال ہے مگر افسوس کہ ہزاروں بار کے اچھوئے ہوئے لقمہ کو آپ حضرات آج بھی نعمت غیر مترقبہ سمجھ رہے ہیں ۔ خیر چلئے ہماری تو وضع میں داخل ہے کہ جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچا دیں آیئے آپ بھی آیئے لیکن سن لیجئے کہ ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے ــــــ یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

ذیل میں ہم اصل عبارت مجالس المومنین کا ترجمہ پیش کرتے ہیں تاکہ برق صاحب کی صداقت آئینہ ہو جائے ۔

"علی بن اسمٰعیل کی تصنیفات جن کو شیخ نجاشی نے کتاب رجال میں ذکر کیا ہے ان میں سے ایک، کتاب امامت ہے مجالس ہشام بن حکم، کتاب النکاح ،

کتاب الطلاق اور کتاب متعہ ـــــــــ اور منجملہ اس کے مناظروں کے ایک مناظرہ جو ابو الہذیل علاف کے ساتھ واقع ہوا یہ ہے کہ ایک روز علی بن اسمٰعیل نے ابو الہذیل سے پوچھا تو جانتا ہے کہ شیطان ہر نیکی و بدی کو رد کرتا ہے ابو الہذیل نے کہا ہاں ایسا ہی ہے ابو الحسن نے کہا پس مجھے بتا کہ جو امام بعد جناب رسول خداؐ تیرا مقتدا "پیشوا" ہے آیا وہ نیکی و بدی کو جانتا ہے یا نہیں؟ ابو الہذیل! وہ نہیں جانتا - ابو الحسن پس (تیرے اس بیان سے ثابت ہوا کہ) ابلیس زیادہ علم والا ہے تیرے امام سے ابو الہذیل حیران رہ گیا ....

....

کتاب متقی میں مسطور ہے کہ کسی نے ابو الحسن مذکور سے پوچھا کہ حضرت امیر علیہ السلام کس لیئے ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھتے تھے - اس نے جواب دیا کہ چونکہ آنحضرتؑ حقیقی قبلہ اہل راز کے تھے تو اس (اول) کے لمبے قد کو محراب نماز میں ستون مسجد سمجھتے تھے (دوم) پھر پوچھا کیوں جناب امیر نے عثمان کے حکم سے ولید بن عقبہ کو اس کے ایوان کے سامنے حد شراب لگائی تو ابو الحسن نے جواب دیا کہ حقیقتاً حد کا قائم کرنا آپ ہی کا حق تھا اور آپ ہی سے تعلق رکھتا تھا اس لیے کہ آپ ہی سچے امام تھے، اسی سبب سے امام پر واجب ہے کہ جب کبھی ممکن ہو جس تدبیر سے بھی بن پڑے اس کو قائم کریں (یعنی حد کو جاری کریں) (سوم) کیوں آپ ابوبکر و عمر کی رہنمائی فرماتے تھے اور جمہور کے کاموں میں ان کے مشیر ہوئے؟ ابو الحسن اس لیئے کہ آپ چاہتے تھے کہ جس ذریعہ سے ہو سکے اجرائے احکام و اجرائے قواعد رسالت پناہی ہو جائے جس طرح جناب یوسف نے وزارت ملک مصر طلب کی تھی جمہور کے معاملات پر

نظر کرتے ہوئے اور آپ اس (عزیز مصر) کے تمام معاملات میں مشیر کار تھے - علاوہ اس کے یہ بھی وجہ تھی کہ روئے زمین کی خلافت وحکومت دین سید المرسلین انھیں جناب ہی کا حق تھی پس جس وقت بھی ان سے ممکن ہو سکا کہ اجرائے احکام الہیٰ و آدام حضرت رسالت پناہی بنفس نفیس خود کرسکیں تو دیا گیا والا فلا -

(۴) کیوں آپ نے ان تینوں کو قتل نہ کر دیا؟ جواب دیا جس طرح حضرت ہارون نے سامری اور اصحاب گوسالہ پرست کو قتل نہیں کیا اسی طرح حضرت امیرؑ کا بھی حال سمجھو (۵) کیا حضرت امیر علیہ السلام ان کے قتل کرنے سے ضعیف و عاجز تھے ابوالحسن جناب امیر علیہ السلام کا حال اس اوندھے زمانہ میں حضرت ہارون سے مشابہ تھا کہ آپ فرماتے تھے کہ ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی (یقینا قوم نے مجھے کمزور کر دیا تھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالتے) - یا آپ کا حال حضرت نوح کے مانند تھا کہ وہ فرماتے تھے رب انی مغلوب فانتصر (اے میرے رب میں عاجز ہوں میری مدد کر) یا آپ حضرت لوط کے مشابہ تھے جیسا کہ وہ جناب فرماتے تھے لو ان لی بکم قوۃ او اوی الی رکن شدید (کاش مجھ میں قوت ہوتی یا میں پناہ لیتا کسی مضبوط حمایتی کی طرف) یا آپ جناب موسیٰ و ہارون کے مثل تھے جیسا کہ آپ فرماتے تھے رب انی لا املک الا نفسی واخی (اے اللہ میں مالک و صاحب قدرت نہیں ہوں مگر اپنے نفس پر اور اپنے بھائی پر)

(۶) جناب امیر شوریٰ میں کیوں داخل ہوئے؟ جواب دیا اس لیئے تاکہ ان پر حجۃ قائم کریں کیونکہ آپ جانتے تھے کہ قوم آپ کی حجۃ پر غور کرے گی اور انصاف پر عمل تو پھر دوسرے کو مجھ پر مقدم نہ کرے گی اور اگر آپ ان کے شوریٰ میں داخل

نہ ہوتے تو دوسرے پر حجت قائم نہ ہوتی اور اس سبب سے خلافت شبہہ میں پڑ جاتی اسی لیے تو آپ نے اس روز فرمایا کہ الیوم ادخلت فی باب الضعف فیہ وصلت الی حقی (آج میں ایسے دروازہ میں داخل ہوا ہوں کہ اگر میرا انصاف کیا گیا تو اپنے حق میں خلافت تک پہنچ جاؤں گا)۔

(۷) آپ نے کس لیے اپنی بیٹی عمر بن خطاب کو دی؟ جواب دیا اس لیئے کہ وہ شہادتین کا اقرار کرتا تھا زبان سے اور آنحضرت کی رسالت کا (بظاہر) قائل بھی تھا علاوہ ازیں اس بات سے حضرت کا مقصد یہ تھا کہ عمر کی بدلگامی بدزبانی اور اکھڑپنے کی اصلاح ہو جائے اور یہ معاملہ جناب لوط پیغمبر کے معاملہ سے زیادہ دشوار تھا جو کہ اپنی بیٹیوں کو کافر قوم کے سامنے پیش کرتے تھے اور زبان مبارک سے یہ آیت دانی ھدایہ تلاوت فرماتے تھے ھولاء بناتی الادیہ" (ملخص از ترجمہ مجالس المومنین)

اگرچہ بحث صرف سوال ۷ سے متعلق ہے لیکن ہم نے پوری عبارت کا ترجمہ اس لیے پیش کیا کہ اس کے اندر ان سوالات کے جوابات بھی موجود ہیں جو برق صاحب کی طرف پیش کیئے جاتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ بھی تو بتانا تھا کہ سائل کون ہے؟ اس لیے کہ برق صاحب نے یہ دعوی کیا تھا کہ

["کسی شیعہ نے رفع حیرت کے لیے پوچھا"]

حالانکہ پوری عبارت میں سائل کا نام یا اس کے مذہب کا نشان نہیں ملتا پھر برق صاحب نے سائل کو شیعہ کیوں سمجھا! قرینہ سے تو پتہ چلتا ہے کہ ابوالحسن جو ایک شیعی مناظر تھے ان سے اہل خلاف سے اکثر مناظرہ ہوتا رہتا تھا چنانچہ ابوالہذیل علاف اور ابوالحسن سے مناظرہ کے درمیان میں جو گفتگو ہوتی تھی اس میں سے ایک مسئلہ

کے سلسلہ میں جو گفتگو ہوئی وہ شروع میں نقل کر دیا گیا اس کے بعد شہید علیہ الرحمہ نے ابوالحسن اور "کسی سائل" کی گفتگو نقل فرمائی ہے کیا عجب ہے کہ مثل ابوالہذیل یہ بھی مخالف رہا ہو بلکہ گمان غالب یہ ہے کہ وہ سنی المسلک تھا اس لیے کہ عقد ام کلثوم با عمر بن خطاب اجماعاً باطل محض اور دروغ بیفروغ سمجھا جاتا ہے ــــــ سوالات کی نوعیت بتاتی ہے کہ یہ وہی سوالات ہیں جنھیں وقتاً فوقتاً اہل سنت امامیہ کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں ان قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ سائل برق صاحب کا ہم مسلک تھا اس نے اپنے دستور کے مطابق خلفا ثلثہ کی دوستی کے سلسلہ میں یہ سوالات ابوالحسن سے دریافت کیے شیعہ مناظر نے خصم کے باطل دعاوی کو فرض کر کے احسن طریقے سے اس کے جوابات دیکر فبہت الذی کفر کا مصداق بنا دیا ۔

اس غلط پروپیگنڈے کو اس طریقے سے مشہور کیا گیا کہ ہمارے دلائل و براہین اس پروپیگنڈے کے سامنے ویسے ہی ہو گئے جیسے نقارخانہ میں طوطی کی آواز عوام الناس دھوکہ میں آجاتے ہیں لہذا خصم کو مقصد میں ناکامیاب کرنے کیلئے اس الزام کو فرض کر کے اس کا جواب دیا جو ہر کہہ و مہ کی سمجھ میں آسکتا تھا ورنہ علم الہدی سید مرتضیٰؒ نے اجماع کا دعوی کیا ہے کہ کوئی شخص ہمارے ہاں اس کا قائل نہیں ہے ۔

یہ بھی عجیب لطیفہ ہے کہ دعوی مشرق کا تو دلیل مغرب کی کسی خوش مذاق نے اسی موقعہ کے لیے کہا تھا "مارو گھٹنہ پھوٹے آنکھ" برق صاحب کا دعوی تو ہے کہ

["حضرت امیر علیہ السلام نے اپنی ایک بیٹی ام کلثوم کا جو سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے بطن سے تھیں حضرت عمر کے ساتھ نکاح کر دیا"]

اور دلیل میں جس قدر بھی غلط یا صحیح حوالے پیش کئے ہیں کسی میں بھی اس کا ذکر

نہیں ہے کہ دختر علیؑ بنت فاطمہؑ تھیں لہذا برق صاحب پر واجب ہے کہ دعوی کے مطابق دلائل پیش کریں یعنی وہ یہ ثابت کریں کہ حضرت علیؑ نے ام کلثوم بنت فاطمہؑ کا عقد عمر سے کیا اس لیے کہ ان کا دعوی یہی ہے ۔

صاحب اسعاف الراغبین صواعق محرقہ اور تاریخ خمیس نے یہ لکھا ہے کہ جناب ام کلثوم بنت فاطمہ زہرا کے متعلق علی مرتضی نے عمر کو یہ جواب دیا کہ میں نے اسکی نسبت اپنے بھتیجہ ابن جعفر سے کی ہے ۔

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ جناب امیر نے یہ طے کر لیا تھا کہ ام کلثوم بنت فاطمہ کا عقد اپنے بھتیجہ سے کروں گا اب آپ کے ذمہ واجب ہوگا کہ یہ ثابت کریں کہ پھر علی مرتضیؑ نے ابن جعفر کو جواب دیدیا ہو کہ اب تمہارے ساتھ عقد نہیں ہوگا جب تک یہ ثابت نہ کر دیجیے اس وقت تک عقد ام کلثوم بنت فاطمہؑ کے متعلق اس طرح کی نازیبا گفتگو شرافت وانسانیت کے خلاف ہے ۔

(۲) ام کلثومؑ بنت فاطمہؑ زہرا واقعہ کربلا کے بعد تک باحیات رہیں اور ام کلثوم زوجہ عمر (بنت ابی بکر) کا انتقال عہد معاویہ میں ہو گیا ۔

(۳) ام کلثومؑ بنت فاطمہ زہراؑ کی ولادت سرور کائنات صلعم کے وقت میں ہو چکی تھی یعنی عمر صاحب کے عقد کا افسانہ جس زمانہ کے لیے تراشا گیا ہے اسوقت بنت فاطمہ راشدہ وعاقلہ تھیں یعنی سن شریف ۱۳ سال کا تھا اور عمر صاحب کے عقد میں آنے والی ام کلثوم نابالغ اور غیر راشدہ بتائی جاتی ہیں (براہین قاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۲۸۱ ط لاہور) پھر بنت فاطمہؑ پر یہ تہمت موجب عذاب الہی ہے کہ نہیں ؟

(۴) جب ام کلثوم راشدہ اور عاقلہ تھیں تو مظلومہ ماں کی یہ فریاد بھی سنی ہوگی یا ابت یا رسول اللہ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب (الامامۃ والسیاسۃ صف۲) اور ہچکیاں لے لے کر نانا کے مزار پر ماں کو روتا بھی دیکھا ہوگا دستاویز فدک کا چاک ہونا اور بنت رسول کا بد دعا کرنا جناب ام کلثومؑ سے پوشیدہ نہیں رہا ہوگا پھر یہ راشدہ اور عاقلہ اسی کے ساتھ رہنا بھی گوارا کرے صاحبان عقل و خرد انصاف فرمائیں۔

ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ والد نے جس کے ساتھ چاہا بیاہ دیا راشدہ ہونے کے بعد بھی باپ کے حکم کی تعمیل کی اس میں کیا قباحت ہے؟ لیکن یہ غلط ہے اس لیے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بھتیجے کے ساتھ شادی طے کر دی تھی جیسا کہ ابھی اوپر گذرا لہذا اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ جناب امیرؑ نے کسی طرح کا دوسرا حکم دیا ہو اس کے علاوہ بالغہ و راشدہ کے لیے اس کی مرضی کے خلاف حکم دینا جناب امیر علیہ السلام کے لیے ایسا خیال کرنا سراسر کفر ہے ——

جب یہ مسلم ہے کہ بنت فاطمہؑ کا عقد عمر بن خطاب سے ہرگز نہیں ہوا عقل و نقل اس سلسلہ میں شاہدین عادلین کی حیثیت سے موجود ہیں —— تو اب گفتگو ہے صرف بنت علی میں یعنی کسی اور زوجہ سے ام کلثوم نامی دختر تھیں جن کی شادی کا امکان ہے مگر ظن غالب یہ ہے کہ یہ ام کلثوم ابوبکر صاحب کی دختر تھیں عمر صاحب نے جن کی خواہش بھی کی تھی ممکن ہے کہ اسماء بنت عمیس (جو پہلے ابوبکر صاحب کی زوجیت میں تھیں اور ان کے بعد جناب امیرؑ کے حبالہ عقد میں آئیں) ان کو اپنے ہمراہ خانہ جناب امیر میں لے آئی ہوں اور جناب امیر کو یہ منظور نہ رہا ہو کہ اس کی بھی شادی

عمر جیسے شخص کے ساتھ ہو اس موقع پر ازالۃ الغین کی وہ عبارت ضم کر کے پڑھئے بخوف قتل اس کی شادی عمر کے ساتھ کر دی گئی ۔ تو اس میں کیا قباحت ہے ؟

"حضرت عمر نے درخواست کی ام کلثوم کی علیؑ سے پس عذر کیا انھوں نے صغر سنی کا" (ذخائر العقبیٰ از محب الدین طبری) علامہ سبط ابن جوزی لکھتے ہیں کہ

"انکار علی مرتضیٰ کا حضرت عمر پر شاق گزرا اور عباس نے علیؑ سے کہا کہ میں تزویج کیے دیتا ہوں اس کی کہ مجھ کو ایک بات پہنچی ہے عمر سے اور تزویج کر دیا حضرت عباس نے اس لڑکی کی عمر سے :"

وہ بات عمر کی حضرت عباس تک کیا پہنچی تھی جس کو ابن جوزی صاحب نے شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیا ازالۃ الغین نے اس کو صاف کر دیا کہ ۔

"جب عباس نے دوبارہ خبر علی کے منع کرنے کی کی تب عمر نے عباس سے کہا کہ بروز جمعہ مسجد میں حاضر ہو اور قریب منبر بیٹھو اور جو کچھ وہاں ذکر ہو اس کو سنو تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ میں قتل علی پر قادر ہوں اگر ارادہ کروں پس عباس حاضر مسجد ہوئے جب عمر موعظہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ صاحبو! یہاں ایک مرد اصحاب رسولخدا سے ہے کہ اس نے زنائے محصنہ کیا ہے اور اس کے زنا پر مطلع ہوا ہے تنہا امیرالمومنین پس اس بارہ میں تم لوگ کیا کہتے ہو ہر طرف سے لوگوں نے کہا کہ ہر گاہ امیرالمومنین نے اطلاع پائی ہے تو کسی غیر کے مطلع ہونے کی کیا حاجت ہے چاہیئے کہ بے تامل خلیفہ اس پر حد زنا جاری کرے جب عمر مسجد سے چلے تو عباس سے کہا کہ اب جاؤ اور علیؑ سے کہہ جو کچھ سن چکے ہو اگر علیؑ نہ کریں گے تو میں کر گزروں گا جو کچھ کہ تم نے

سنا ہے پس عباس علی کے پاس گئے اور جو کچھ سنا تھا کہہ دیا علی نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ بات اس کے نزدیک بہت آسان ہے اور میں اس کی آرزو کا بر لانے والا نہیں ہوں پس عباس نے کہا کہ اگر تم نہیں کرتے تو میں کیے دیتا ہوں اور قسم دیتا ہوں کہ اس امر میں میری مخالفت نہ کرو۔۔۔۔۔۔الخ (الفرق)

یہ وہ حقیقت تھی جس کو علامہ ابن جوزی نے چھپانے کی کوشش کی تھی اسی کو صاحب ازالۃ الغین نے واضح کر دیا۔ چونکہ عباس نے قسم دی اور حضرت رسول کریم صلعم کی وصیت بھی یاد تھی لہذا آپ خاموش رہے اور عباس نے شادی کر دی اس کے بعد قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ ام کلثوم تھیں کون؟ لیکن اس سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ عقد عمر میں ام کلثوم نامی کتنی عورتیں تھیں؟ مجھ سے سنئے عمر بن خطاب کے عقد میں تین ام کلثوم تھیں۔

(۱) ام کلثوم بنت جرول خزاعی (۲) کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط (۳) ام کلثوم بنت عاصم اور چوتھی ام کلثوم جن کے لیے عمر صاحب پریشان تھے وہ بنت ابوبکر تھیں جن کے لیے خطبہ بھی کیا (ابن ابی الحدید ج ۲ ص۲۳ طبع خامس وطبری ج ۵ ص۱۷ طبع اولی حسینیہ مصر و تاریخ خمیس ج ۲ ص۲۶۷ طبع ۱۳۰۲ھ) لہذا قرینہ بتاتا ہے کہ چوتھی ام کلثوم عقد عمر میں آنے والی ابوبکر صاحب کی دختر نیک اختر تھیں۔ حکومت کی مدد اور سیم و زر کے سہارے تاریخ اسلام کو چیستاں بنا دیا گیا ورنہ حقیقتہ بنت علیؑ کا عمر سے عقد ہونے کا کوئی ربط ہی نہیں۔

ام کلثوم بنت فاطمہؑ یا بنت علیؑ کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھ سکتا۔

اس لیے کہ حضرت عمر صاحب کفو بھی تو نہیں تھے جن حضرات کو

حضرت عمر "فاروق" صاحب کے نسب نامہ سے واقفیت ہے انھیں معلوم ہے
کہ عمر صاحب ہرگز کفو نہیں تھے پھر ان کی شادی بنت فاطمہؑ وعلیؑ سے کیونکر ممکن ہے؟

{"اس نکاح سے اتنی بات تو واضح ہو گئی کہ حضرت علیؑ نے یہ نکاح حضور صلعم کی اطاعت کے سلسلہ میں کیا تھا رہا یہ قتل وتل کا قصہ تو سب مجھے حضرت امیرؑ کے اپنے خطبات و مکتوبات میں اس کا کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ نور اللہ شوستری .... لکھتے ہیں "بنی دختر بعثمان داد وے دختر بعمر فرستاد"}

حضرت علیؑ نے گر نکاح کیا تو اس کی کیا صورت ہوئی ہم بتا چکے اس کے اعادہ کی اب ضرورت نہیں ——— مگر اب سوال یہ ہے کہ یہ قتل وتل کا قصہ کون جانے گا؟ برق صاحب ہی جیسے لوگ رہے ہوں گے جو لا تقربوا الصلوٰۃ سے استدلال کرتے تھے اور انتم سکاریٰ کو نظر انداز کر دیتے تھے ——— مولانا اگر قتل وتل کا تذکرہ آپ کو حضرت کے خطب وکتب میں نہیں ملا تو قصہ عقد ہی کا تذکرہ خطب وکتب میں کہاں مل گیا پھر اس کو تسلیم کرانے پر اتنا اصرار کیوں ہے؟ نہج البلاغہ میں قتل کا اشارہ موجود ہے مگر عقد کا اشارہ بھی کہیں نہیں خطبہ شقشقیہ دیکھ لیجئے اس کے علاوہ تاریخ کی کتابوں میں کادوا یقتلوننی موجود ہے مگر اس کو آپ ہضم کرنے کی کوشش فرما رہے آخر کیوں؟

مجالس المومنین کے اس فقرہ میں کہ "نبی نے عثمان کو لڑکی دی (تو) انھوں (علیؑ) نے عمر کو دی" یہ اقرار عقد نہیں ہے سمجھنے کی کوشش کیجئے مطلب یہ ہے کہ جب عثمان کو لڑکی دینے سے رسول کی نبوت میں فرق نہیں آیا

اور نہ عثمان مومن ہوگئے تو اسی طرح علیؑ کی امامت میں بھی فرق نہیں آئے گا اور نہ حضرت عمر کے ایمان پر استدلال کیا جا سکتا ہے یہ یاد رہے کہ جب آپ حضرات نے اس غلط الزام کا بہت زیادہ پروپگینڈا کیا تو ہماری طرف سے بفرض تسلیم یہ جواب دیا گیا ہے۔

خلفاء اربعہ کی آراء ایک دوسرے کے متعلق

["گو حضرت امیرؑ نے ایک آدھ مقام پر اس مجلس شوریٰ کا شکوہ کیا جو حضرت عمر نے وفات کے وقت مقرر کی تھی اور ان عربوں سے بھی نالاں تھے جو بعد از رحلت رسول مقبولؐ حضرت امیرؑ کے حق کو نظر انداز کر کے بیعت کے لیے ابو بکر پر ٹوٹ پڑے تھے لیکن ان تعلقات سے ان حضرات کے تعلقات خیر و فلاح پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا تھا ایسی چھوٹی موٹی شکر رنجی ماں باپ بیٹے اور ماں بیٹی میں ہوتی رہتی ہیں۔"]

ایک آدھ نہیں بلکہ اکثر مقامات پر شکوہ فرمایا ہے اور صرف مجلس شوری جو حضرت عمر نے مقرر کی تھی اسی کی شکایت نہیں فرمائی بلکہ بعد وفات سرور کائنات جو پہلی چال چلی گئی اس وقت سے لیکر آخر وقت تک ناخوش و نالاں رہے ———— آپ کی اس عبارت سے ہمارے چند حسب ذیل دعادی کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۱) جناب امیر علیہ السلام مجلس شوری نیز خلافت بجریہ کے مخالف رہے ورنہ شکوہ کیسا؟

(۴) بعد وفات سرورِ عالمؐ جناب امیرؑ کے "حق" کو نظر انداز کیا گیا جس میں خلفاء ثلثہ بھی برابر کے شریک وسہیم رہے دوسرے لفظوں میں اسے یوں کہا جاسکتا ہے کہ جناب امیر ان تمام لوگوں کو اپنے حق کا غاصب جانتے تھے جنھوں نے جناب امیرؑ کے خلاف بیعت کی یا بیعت لی۔

برق صاحب! یہ شکر رنجی نہیں ہے اگر حضرت امیرؑ کی جگہ غیر معصوم شخص ہوتا تو انھیں (غیر معمولی) اختلافات پر جس کو آپ شکر رنجی فرمارہے ہیں وہ عالمگیر جنگ ہوتی جو سارے عرب کو جلا کر خاکستر کر دیتی اور ابوسفیان نے یہی چاہا بھی تھا مگر معصوم امام اسلام کو تباہ ہوتے کیسے دیکھتا لہٰذا ابوسفیان کو دھتکار دیا اور فرمایا تو اسلام کا دوست کب تھا؟ ——— وہ ادھر سے مایوس ہو کر انھیں لوگوں میں جا ملا جن سے حضرت امیر علیہ السلام کو اختلاف تھا اور اسی کے صلہ میں حکومت وقت کی طرف سے شام کا علاقہ ابوسفیان کے بیٹے یزید پھر معاویہ کو ملا اور معاویہ کے بعد یزید بن معاویہ برسر اقتدار آیا جس نے اہلبیت رسول کے مقدس خون سے ہولی کھیلی ——— اہل نظر واقعات کی کڑیاں ملا کر دیکھیں تو ان سارے مظالم کے ذمہ دار وہ لوگ ملیں گے جنھوں نے دشمنِ اسلام کے قبضہ میں شام کا علاقہ دیا تھا ——— اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کشتہ شد حسینؑ اندر سقیفہ۔

آپ اس اختلاف کو چھوٹی موٹی شکر رنجی سمجھتے ہیں جیسے باپ بیٹے اور ماں بیٹی میں ہوا کرتا ہے مگر حضور اس مغالطہ سے اب کام نہیں چلے گا ——— سوچنے کی بات ہے کہ باپ بیٹے اور ماں بیٹی کے اختلافات ان کی ذات یا

زیادہ سے زیادہ گھر والوں پر اثر انداز ہوتے ہیں اختلافات کی یہ بیماری دائمی نہیں ہوتی ان اختلافات کے اثرات قوم و ملک پر محیط نہیں ہوتے۔

["یہ لوگ پچاس برس تک اکٹھے رہے اس طویل مدت میں ایک آدھ شکر رنجی کوئی حقیقت نہیں رکھتی"]

برق صاحب اگر یہاں پچاس سال کے عرصہ میں اس قسم کی شکر رنجی کی کوئی حقیقت نہیں تو قرہا قرن عبادت کرنے والے شیطان نے کیا جرم کیا تھا کہاں اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا تھا جو " ان علیك لعنتی " کا قلادہ پہنا دیا گیا؟ عذاب الٰہی میں غرق ہونے والا فرزند نوح کب ہر آن و ہر لمحہ مخالفت پر کمربستہ رہا یہاں تو واقعی باپ اور بیٹے ہی کا معاملہ تھا۔

اگر این است رسم دوست داری　　بدیوار حرم زن ساغر و مینا

خلفاء ثلٰثہ امیر المومنین کی نظر میں

برق صاحب کا بیان بعد میں سنئے گا پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ جناب امیر علیہ السلام خلفاء کو کیسا سمجھتے ہیں۔ " خدا کی قسم ابو قحافہ کے بیٹے نے (خلافت کا) پیراہن (زبردستی) پہن لیا حالانکہ اس کو معلوم تھا کہ میری وہی حیثیت ہے خلافت کے لئے جو چکی کے اندر کیل کی ہوتی ہے .... ادئ تراثی نھبا (افسوس) میں اپنے میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا .... پھر دونوں نے خلافت کے تھنوں (کا دودھ مل جل کر) آپس میں تقسیم کر لیا قسم ہے خدائے لایزال و لم یزل کی ان کی کجروی بغاوت اور تلون مزاجی نے لوگوں کو گمراہ کر دیا ____ .... اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے مینگنیوں اور چارہ کے درمیان

کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کے اعزہ واقارب بھی اٹھ کھڑے ہوئے جو مالِ خدا اس طرح چر رہے تھے جیسے اونٹ فصل ربیع کی گھاس چرتا ہے (نہج البلاغہ) ان حضرات کے افعال کیسے تھے جناب امیرؑ علیہ السلام ان حضرات کو کیا سمجھتے تھے صاحبان انصاف فیصلہ فرما سکتے ہیں ۔

حضرت علیؑ خلفاء ثلثہ کو کیا سمجھتے رہے حضرت عمر بن الخطاب کی زبانی سنئے عمر صاحب فرماتے ہیں ابو بکر صاحب جب خلیفہ تھے تو تم دونوں (علیؑ و عباس) نے ان کو گنہگار، دغا باز، خائن سمجھ رکھا تھا اور اب اسی طرح مجھے بھی کاذب آثم غادر اور خائن جانتے ہو۔ (صحیح مسلم ص ۹۱ طبع نول کشور لکھنؤ، بخاری کتاب المغازی، فتح الباری اوائل کتاب الخمس)

اب برق صاحب کیا فرماتے ہیں سُنئے ـــــ

[للّٰہ بلاد فلان فقد قوم الأود وداوی العمد خلف الفتنۃ واقام السنۃ .... الخ اللہ عمر کے شہروں پر برکت نازل کرے اس نے ٹیڑھے پن کو دور کیا بیماری کی دوا کی سنت رسول کو قائم کیا فتنے کو مٹایا .... ''۱

(۱) فلاں کا ترجمہ "عمر" مضحکہ سے خالی نہیں ـــــ فلاں سے مراد عمر ہیں سب سے پہلے اس کا دعویٰ ابن ابی الحدید معتزلی نے کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ خود سید رضی نے فلاں کی تشریح میں عمر کا نام لکھا ہے لیکن یاد رکھئے کہ اگر یہ قول درست ہوتا تو کلام علویؑ کے علاوہ درمیان کلام میں تشریح کیلئے جس طرح سید رضی کے بہت سے کلام ہیں اسی طرح یہ بھی ہوتا مگر آج دنیا کے

کسی مطبوعہ یا قلمی نہج البلاغہ میں سید رضی کی یہ تحریر نہیں دکھائی جا سکتی اگر ابن ابی الحدید کو کوئی سند ملی ہوتی تو یقیناً وہ اس کو درج کرتے لیکن یہاں تو صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے دلیل ندارد۔

(۲) صاحب "آیات بیّنات" نے کسی زمانے میں فلاں سے مراد ابوبکر کو لیا تھا اور اب آپ حضرت عمر کو مراد لیتے ہیں مولانا تعیین مراد کا یہ تضاد دعویٰ کو مجروح کرتا ہے پھر اذا تعارضا تساقطا کے اعتبار سے کیوں نہ کہا جائے کہ اس سے مراد نہ ابوبکر ہیں اور نہ عمر۔

(۳) خطبہ شقشقیہ کی موجودگی کے بعد اس خطبہ میں اگر فلاں سے ابوبکر یا عمر صاحبان مراد لئے جائیں گے تو خود علی مرتضیٰ کے کلام میں تضاد پیدا ہو جائے گا اور چونکہ خطبہ شقشقیہ یقینی اور لابدی حضرت کا کلام ہے جس کو اکابر علماء اہلسنت نے بھی تسلیم کیا ہے لہذا یہ قیاس درست نہیں ہو سکتا۔

(۴) اگر فلاں سے مراد حضرت عمر ہیں تو پھر ان میں بڑی خوبیوں کو تسلیم کرنا پڑیگا مگر بایں ہمہ حضرت علی علیہ السلام شیخین کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار فرماتے ہیں۔ آخر کیوں؟

(۵) جب "فلاں" کی لفظ حضرت نے استعمال فرمائی ہے تو کسی کو کیا علم کہ اس سے کون مراد ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اپنے اصحاب میں سے کسی کے لئے فرمایا کہئے اس میں کیا قباحت ہے؟

(۶) ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت کی فلاں سے مراد جناب سلمان فارسیؓ کی ذات ستودہ صفات ہے۔

[" حضرت امیر خلیفہ کے پاس گئے اور یوں گفتگو شروع ہوئی .... لوگ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں انھوں نے اپنا سفیر بنا کر آپ کے ہاں بھیجا ہے بخدا میں نہیں جانتا کہ آپ کو کیا کہوں میں کوئی ایسی چیز نہیں جانتا جس سے آپ ناواقف ہوں نہ کوئی ایسی بات بتا سکتا ہوں جس سے آپ بے خبر ہوں ہم کسی حقیقت تک آپ سے پہلے نہیں پہونچے اور نہ کوئی ایسا راز موجود ہے جسے صرف ہم جانتے ہوں اور آپ پر منکشف کر سکیں آپ نے بھی ہماری طرح سب کچھ دیکھا ہماری طرح سنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا فیض صحبت ہماری طرح حاصل کیا .... "]

چونکہ " حضرت عثمان کے دور خلافت میں جب حکومت اور اس کے کارندوں کے ستائے ہوئے مسلمان اکابر صحابہ تک اپنی فریاد پہونچانے کے لئے مدینہ میں سمٹ آئے تو پر امن طریقۂ کار اختیار کرتے ہوئے امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خواہش کی کہ وہ حضرت عثمان سے مل کر انھیں سمجھائیں بجھائیں کہ وہ مسلمانوں کے حقوق پامال نہ کریں اور ان فتنوں کا سد باب کریں جو رعیت کے لئے تباہی کا باعث بن رہے ہیں جس پر حضرت ان کے ہاں تشریف لے گئے اور اس موقع پر یہ کلام ارشاد فرمایا جناب امیر المومنینؑ نے موعظہ کی تلخیوں کو خوشگوار بنانے کے لئے تمہید میں وہ لب ولہجہ اختیار کیا جو اشتعال دینے کے بجائے ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرے اور فرائض کی جانب متوجہ کرے چنانچہ ان کی صحابیت شخصی اہمیت اور شیخین کے مقابلہ میں پیغمبر سے ان کی خاندانی قرابت کو ظاہر کرنے سے اس فرض شناسی کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے ورنہ ظاہر ہے کہ

یہ موقع ان کی مدح سرائی کا نہ تھا کہ آخر کلام سے آنکھیں بند کر کے اسے "مدح عثمانی میں" قصیدہ سمجھ لیا جائے جبکہ اس تمہید سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے تھے ایسا نہ تھا کہ انھیں علم و اطلاع نہ ہو اور لاعلمی کی بنا پر ان کی لغزشوں کو قابل مواخذہ نہ سمجھا جائے ——— ہاں اگر رسول کی صحبت میں رہنے ان کی تعلیمات کو سننے ان کے طرز عمل کے دیکھنے اور اسلامی احکام پر مطلع ہونے کے بعد ایسا طور طریقہ اختیار کرنا کہ جس سے دنیائے اسلام چیخ اٹھے کوئی فضیلت ہے تو پھر اس تعریض کو بھی مدح سمجھا جا سکتا ہے اگر وہ فضیلت نہیں ہے تو پھر اسے بھی مدح نہیں کہا جا سکتا حالانکہ جن لفظوں کو مدح سمجھ کر پیش کیا جاتا ہے وہ ان کے جرم کی سنگینی ثابت کرنے کے لیے ہیں بے خبری و لاعلمی میں جرم اتنا سنگین نہیں ہوتا جتنا جانتے بوجھتے ہوئے جرم کا ارتکاب اس کے وزن کو بڑھا دیتا ہے چنانچہ اگر راستہ کے نشیب و فراز سے ناواقف شخص گھپ اندھیرے میں ٹھوکر کھائے تو اسے معذور سمجھ لیا جاتا ہے اور اگر راستہ کے گڑھوں سے واقف دن میں ٹھوکر کھائے تو اسے سرزنش کے قابل سمجھا جاتا ہے اور اگر اس موقع پر اس سے یہ کہا جائے کہ تم آنکھیں بھی رکھتے ہو راستہ کے اونچ نیچ سے بھی واقف ہو تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اس کی وسعت کو سراہا جا رہا ہے بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے آنکھوں کے ہوتے ہوئے پھر راستہ کے گڑھوں کو نہ دیکھا اور جاننے بوجھنے کے باوجود پھر سنبھل کر نہ چلا لہٰذا آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر اور جاننا نہ جاننا یکساں ہے (نہج البلاغہ مترجم مفتی جعفر حسین)

جو کچھ عرض کیا جا چکا وہ عقل سلیم اور فہم مستقیم رکھنے والے کیلئے کافی ہے

لیکن آپ کے لیئے مزید ایک حوالہ آپ ہی کے گھر کا دیا جاتا ہے علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ا جزء تاسع ص۲۴ پر رقمطراز ہیں واقسم علی ذالک انہ لا یعلم ما ذا یقول لہ لانہ لا یعرف امرا یجھلہ۔ ای من ھذہ الاحداث خاصۃ وھذا حق لان علیا لم یکن یعلم منھا ما یجھلہ عثمان۔

یعنی جناب امیرؑ نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ وہ کوئی ایسی بات نہیں جانتے کہ جس کو حضرت عثمان نہ جانتے ہوں اس سے بالخصوص وہ بدعات محرمہ و سیئہ مراد ہیں جن کو حضرت عثمان نے رواج دیا ان میں سے کوئی ایسی نہ تھی جس کو علی مرتضیٰ جانتے ہوں اور عثمان صاحب نہ جانتے ہوں —— اور یہ بالکل درست ہے بے شک جو بدعات کو رواج دینے والا ہوگا وہ چونکہ اس کی علت یعنی کیوں؟ کس لیئے؟ کو بھی بخوبی جانتا ہوگا اسی کو آپ نے مدح عثمان کا قصیدہ سمجھا ہے کیا خوب۔

("لعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید رحمھما اللہ وجزاھما اللہ باحسن ما عملا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ابوبکر و عمر اسلام میں مقام بلند رکھتے تھے انکی وفات اسلام کے لیے ایک گہرا زخم ہے خدا ان پر رحم کرے اور انھیں ان کے نیک اعمال کا اجر دے")

اہلبیت رسالت پر جو مظالم بعد پیغمبر اسلام مسلمانوں نے روا رکھے اور جن دشوار گزار منزلوں سے انھیں گزرنا پڑا وہ تاریخ کے طالب علم سے مخفی نہیں اسی سلسلہ مصائب کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ قتل عثمان کی ذمہ داری جناب امیرؑ پر عائد کی جاتی تھی

جس میں ام المومنین بی بی عائشہ طلحتین اور معاویہ سب سے آگے تھے معاویہ نے یہ چال چلی کر عوام الناس کو یہ کہہ کر جناب امیرؑ سے برگشتہ کرنے لگا کہ "علی تو ثلثہ کو غاصب خائن اور آثم جانتے ہیں اسی سلسلہ میں وہ یہ چاہتا تھا کہ جناب امیرؑ کے خیالات کو ضبط تحریر میں پاکر عوام کالانعام میں پروپیگنڈہ کرے اس کی سبیل اس نے یہ نکالی کہ مولائے کائنات کے پاس ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

"تم پر سلام ہو میں خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے آنحضرت کو رسول بنا کر بھیجا اور اس کے لیے مسلمانوں میں سے مددگار چن لیے پس وہ مسلمان صاحب فضیلت تھے جن میں سے اسلام میں افضل رسول صلعم کے بعد اس کا خلیفہ (ابوبکر) تھا اور اس کے بعد خلیفہ کا خلیفہ (عمر) تھا پھر اس کے بعد تیسرا خلیفہ عثمان تھا ان سب پر تم نے حسد کیا اور سب پر تم نے بغاوت کی اور ہم نے تیری آنکھوں میں سرخی اور غصہ دیکھا اور تیری باتوں میں بیہودہ پن اور تیری سانس میں دم کشی اور ان خلفاء کی بیعت سے تیری پہلو تہی معلوم کی ان سب مقامات پر تجھے اس طرح کھینچ کر لایا گیا جس طرح باردار اونٹ کو نکیل سے کھینچا جاتا ہے۔"

جناب امیر علیہ السّلام نے اس خط کا جواب تحریر فرمایا کہ "تو نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں میں سے رسولخداؐ کے واسطے خدا نے مددگار چن لیے جس کی وجہ سے خدا نے پیغمبر اسلام کو قوت دی وہ اپنے مدارج اسلامی میں نبی صلعم کے پاس صاحب فضیلت تھے اور تیرے گمان کے مطابق اسلام میں افضل اور خدا ورسول کے لیے زیادہ نصیحت کرنے والا خلیفہ صدیق ہے اور اس کے بعد کا خلیفہ فاروق ہے مجھے اپنی عمر کی قسم اگر ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بڑا ہے اور ان دونوں کے

سبب سے اسلام میں زخم شدید پہنچا ہے تو خدا ان پر رحم کرے اور ان کے جو اچھے عمل ہوں ان کی ان کو جزا دے .... الخ

یہ خط ابن ابی الحدید اور عقد الفرید وغیرہ میں تفصیل مرقوم ہے

صاحبان عقل سلیم فیصلہ کریں کہ اس میں شیخین کی کیا تعریف ہوئی ہجو ملیح بلکہ صریح ہجو کو مدح سمجھنا برق صاحب ہی کا کام ہے۔

["بعض مناظرین تاویل سے باز نہیں آئے اور کہہ دیا کہ حضرت امیر علیہ السلام تقیہ کر رہے تھے۔ تقیہ انتہائی خطرے کی حالت میں بچاؤ کی ایک جائز تدبیر کا نام ہے .... نیز یہ کہ ہم اپنے ایک عظیم امام الہدیٰ کے متعلق (خاکم بدہن) یہ تصور قائم کر لیں کہ آپ کہتے کچھ تھے اور مطلب کچھ ہوتا تھا... .... ساری کائنات میں ایک بھی ایسا انسان موجود نہیں جو دورنگی کو کسی حال میں بھی گوارا کرے۔"]

جو کچھ ہم نے آپ کی خدمت میں ابن ابی الحدید کے حوالہ سے عرض کیا ہے وہ قطعاً درست ہے اس لیے کہ یہ معتزلی (سنی) مناظر ہے ہاں ہم بھی کہتے ہیں کہ تقیہ انتہائی خطرہ کی حالت میں بچاؤ کی ایک جائز تدبیر کا نام ہے جس خط کو اوپر نقل کیا گیا وہ خود بتاتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی پوزیشن کتنی نازک تھی۔

("آپ کہتے کچھ تھے اور مطلب کچھ اور ہوتا تھا")

اس پر تعجب کی کیا ضرورت ہے تقیہ اور نام کس کا ہے؟ کیا جو دل میں ہوتا ہے اسی کا اظہار بھی کر دیا جائے؟ اگر جناب ابراہیم علیہ السلام ایسا کر سکتے ہیں کہ دل میں کچھ ہے اور زبان پر کچھ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے تو پھر کوئی

وجہ نہیں کہ امام الہدیٰ پر تعجب کیا جائے۔ اگر تقیہ کو دو رنگی کہا جا سکتا ہے تو یہ دو رنگی کائنات کی فطرت ہے اور اگر دو رنگی کا مفہوم کچھ اور ہے تو یہ آپ کی جسارت ہے کہ تقیہ کو دو رنگی سے تعبیر کر رہے ہیں۔

چند متفرق واقعات

اس سرخی کے ذیل میں محترم برق صاحب نے بخاری تاریخ الاسلام مولفہ عبدالحکیم الامامتہ والسیاستہ تاریخ الخلفا کتاب الخراج ابو یوسف یا فروع کافی سے ان واقعات کو دہرایا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اور خلفا ثلٰثہ میں "دانت کاٹی روٹی" کی دوستی تھی میدان مناظرہ میں گھر کی غلط یا صحیح روایتوں کو فریق کے مقابل میں نہیں پیش کیا جا سکتا اس لیے کہ وہ اس کے لیے حجت نہیں فروع کافی سے۔ حضرت امیر علیہ السلام کا حضرت عمر کے عہد میں مقدمات کا فیصل کرنا اور حضرت عمر کا حدیث خیبر کا راوی ہونا بیان کیا ہے اس کے متعلق ہم بہت کچھ عرض کر چکے اور آگے چل کر مزید کچھ پیش کریں گے اس موقع پر اتنا کہنا کافی ہے کہ یہ چیزیں حقیقتہً الفضل ما شھدت بہ الاعداء (فضیلت وہ ہے جس کی گواہی دشمن دے) یا جادو وہ جو سر پر چڑھ کر بولے کے قاعدہ سے درج کتاب کی گئی ہیں۔

["امامیہ کی ایک اہم کتاب، جلاء العیون میں درج ہے کہ حضرت امیرؑ اور جناب فاطمہؑ زہرا کا نکاح حضرت ابوبکر کی ترغیب و تدبیر سے ہوا تھا اور آپ ہی ناظم الامور تھے قصہ مختصر یوں درج ہے کہ

"ایک دن ابوبکر و عمر اور سعد بن معاذ مسجد نبوی میں حضرت فاطمہؑ کا

ذکر کر رہے تھے اور ابو بکر نے کہا کہ کئی اشراف قریش نے حضور صلعم سے رشتہ مانگا ہے لیکن حضور نہیں مانے اور حضرت علیؑ نے تاحال سلسلہ جنبانی نہیں کی معلوم ہوتا ہے کہ غربت حائل ہے چنانچہ یہ سب حضرت علیؑ کے ہاں گئے اور انھیں ترغیب دی ''۔]

ناظرین کرام! حضرت برقؔ اس عبارت کو نقل کرکے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ ہم یہ یقین کرلیں کہ حضرت ابو بکر صاحب جناب امیر علیہ السلام کو اتنا مانتے تھے کہ ان بیچارے کی دلی خواہش اور آرزو یہ تھی کہ بنت رسول معصومہ عالمؑ سے ان کی شادی کرا دیں لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ اس سلسلہ میں ان دونوں شیخوں نے خود اپنے لیے بہت کوشش کی تھی مگر حبیب کبریا کو اس نامناسب رشتہ کی درخواست پر اتنا غصہ آیا کہ ان کی طرف سے رخ پھیر لیا (کنز العمال ج ۶ صفحہ ۱۱۳)

اس روایت کے بعد تو برق صاحب کا مقصد پامال ہوگیا اگر واقعی حضرت ابو بکر صاحب بربنائے خلوص حضرت علیؑ کو یہ مشورہ دیتے تو خود اپنے لئے سلسلہ جنبانی کی کیا ضرورت تھی۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اصل بات یہ رہی ہوگی کہ چونکہ ابو بکر و عمر صاحبان اس رشتہ کے سلسلہ میں عتاب رسول کے مستحق ہوئے تھے لہٰذا ان بزرگوں نے یہ چاہا ہوگا کہ کاش رسول اسی طرح علیؑ سے بھی پیش آتے اور اسی لیئے وہ لوگ جناب امیرؑ کو تلاش کرکے لائے مگر خدا کو منظور ہی کچھ اور تھا۔

یہ تو اتفاق تھا کہ رسول اللہؐ نے اس سلسلہ میں حضرت ابو بکر صاحب سے بھی خدمت لی لیکن اس خدمت سے دوستی کا ثبوت مہیا کرنا اور جوئے شیر کا

لانا ایک ہے اس لیئے کہ مرتا کیا نہیں کرتا جب حضرت رسولخدا نے حکم دید یا تواب تو ان کو جانا ہی تھا "حکم حاکم مرگ مفاجات" آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت ابوبکر صاحب "ناظم الامور" تھے ہماری سمجھ سے باہر ہے اس لیے کہ سامان خریدنے میں جس طرح دیگر صحابہ شریک تھے اسی طرح ابوبکر صاحب بھی تھے ہاں صرف کپڑے کی خریداری میں البتہ یہ حضرت پیش پیش رہے ہوں تو ممکن ہے اس لیے کہ اس میں حضرت خلیفہ صاحب کو یقیناً مہارت تامہ حاصل تھی کپڑوں کے بھاؤ تاؤ سے آپ کو بخوبی واقفیت تھی لیکن اتنے سے کام کی وجہ سے ناظم الامور کہنا درست نہیں اس عقد کا ناظم خود خلاق عالم تھا جیسا کہ آنحضرت نے فراہمی دیا تھا اللہ کے بعد آنحضرت صلعم ناظم الامور تھے اور باقی صحابہ "ہرکارے" سے زیادہ کی حیثیت نہیں رکھتے۔

ایک سفید جھوٹ

["حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی تھی اور ابوبکر عمر کی نماز جنازہ حضرت علیؓ نے پڑھائی تھی (تفسیر قمی سورہ احزاب طبع ایران ص۳۰۵)"]

عزیزان گرامی لیجئے حق و باطل کا فیصلہ یہیں ہو جائے ہم راضی ہیں کیا کوئی حق پسند ہے جو فیصلہ کرے کتبخانہ مدرستہ الواعظین میں دو تفسیر قمی موجود ہیں ہم نے ہر دو کو کم از کم دس دس بار دیکھا مگر ہر بار لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھ کر کتاب بند کر دینی پڑی ——— کیا برق یا برق نواز میں اتنی بھی غیرت وحمیت نہیں کہ اس حوالہ کو درست ثابت کرے؟

برق صاحب کو گھر کی خبر ہی نہیں ہے اصل واقعہ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

دفن معصومۂ عالم صلوٰۃ اللہ علیہا

(۱) رات کے وقت بقیع میں معصومہ عالم دفن کی گئیں جناب امیرؑ یا بقول دیگر عباس نے نماز پڑھائی کہا جاتا ہے کہ دوسرے دن ابوبکر صاحب اور عمر صاحب مع اصحاب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عتاب آمیز گفتگو کرنے لگے کہ کیوں ہم کو خبر نہ کی تاکہ ہم نماز جنازہ کا شرف پاتے۔

(روضۃ الاحباب ج ۱ صفحہ ۶۱)

(۲) دفن فرمایا ان (معصومہؑ) کو ان کے شوہر نامدار جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام نے رات کے وقت اور ابوبکر کو (جنازہ پر) آنے کی اجازت نہیں دی اور نماز جنازہ ان کی خود علی نے پڑھی (تاریخ خمیس ص ۱۹۳)

(۳) جب ابوبکر نے معصومہ عالم کو فدک سے کچھ نہ دیا تو اس وقت سے پھر معصومہ نے ابوبکر سے کلام ہی نہیں کیا یہانتک کہ وفات پا گئیں بعد وفات ان کے شوہر (علی) نے رات کے وقت دفن فرمایا مگر ابوبکر صاحب کو حاضری کی بھی اجازت نہ دی اور خود ہی نماز جنازہ پڑھی۔

(ازالۃ الخفا مقصد دوم ص ۳۰)

(۴) علی نے غسل دیا اور عباس نے نماز پڑھائی اور مظلومہ رات کے وقت دفن ہوئیں۔ (مشکوۃ ص ۲۹)

(۵) علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا ص ۹۳ پر اولیات حضرت عمر کے

سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ ھو اول من جمع الناس فی صلوۃ الجنائز علی اربع تکبیرات یعنی نماز جنازہ میں چار تکبیروں کی بدعت عمر صاحب کی جاری کردہ ہے اور معصومہ عالم اس بدعت سے قبل شہید ہو چکی تھیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت ایجاد بندہ ہے۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضرت ابوبکر کو جنازہ ہی پر آنے کی اجازت نہیں دی گئی تو نماز پڑھانا تو بڑی بات ہے اب معاملہ حضرت علیؑ و عباس میں دائر ہے اگر ہم بغیر کچھ چون و چرا کے یہ تسلیم بھی کر لیں کہ عباس نے ہی نماز پڑھائی تو یہ اقرار بہرحال برق صاحب کے سودمند نہ ہوگا۔ ہماری روایتیں متفق ہیں کہ معصومہ کی نماز جنازہ جناب امیرؑ نے پڑھائی (بحار کتاب الفتن)

جنگ فارس و روم کے موقع پر عمر صاحب نے جو جناب امیر علیہ السلام سے مشورے لئے لائق مولف "بھائی بھائی" اس سے استدلال فرماتے ہیں کہ

(۱) [" علی و عمر کے تعلقات نہایت مخلصانہ تھے یہ بات ناقابل تصور ہے کہ ان دونوں میں عناد و نفرت ہو اور پھر بھی جناب عمر جناب امیرؑ سے مشورہ لیں دشمن سے مشورہ کون لیتا ہے "]

جناب امیر علیہ السلام کی دشمنی صرف اللہ کے لئے تھی اور ان کی رضا بھی محض اللہ کیلئے لہذا جناب امیر علیہ السلام نے جو مشورے دیئے وہ صرف خوشنودی رب سے اسلام کی فلاح و بہبود کے لیئے اگر عمر صاحب محض اپنی ذات کے لیے مشورہ لیتے جب بھی حضرت امیرؑ صحیح مشورہ دیتے اس لیے کہ آپ کی سیرت اتنی بلند تھی کہ اس میں غلط مشورہ کا تصور ہی نہیں قائم

کیا جا سکتا پھر جب اجتماعی مفاد کے سلسلہ میں گفتگو ہو رہی تھی تو جناب امیر بھلا مشورہ سے کیونکر پہلو تہی کرتے ـــــــ یہ کہنا کہ " دشمن سے کون مشورہ لیتا ہے"۔ صحیح ہے لیکن ایسا دشمن جس کو علم ہے کہ جس سے میں مشورہ لینا چاہتا ہوں وہ عالی ہمت، بلند نفس، فراخدل اور "صدیق اکبر" "آیۂ تطہیر" میں داخل ہے کبھی جھوٹ بول ہی نہیں سکتا۔ اور مفادِ عام کا تحفظ کسی شخص سے اختلافات کے باعث ضائع نہ کریگا تو اس کو تو ہر طرح اطمینان رہے گا کہ وہ مشورہ درست اور صحیح دے گا کفار مکہ قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں مگر امانتیں سب کی سب رسول اللہ کے پاس ہیں کیوں برق صاحب کیا دشمن بھی دشمن کو امانتدار بناتا ہے؟ ـــــــ اہل مدینہ واقعہ کربلا کے بعد بنو امیہ کے جب مخالف ہوئے تو مروان ڈر کر بھاگا اور اپنی عورتوں، بچوں کو امام زین العابدین علیہ السلام کی حفاظت میں دے گیا کیوں جناب! دشمن کی محافظت پر کوئی دشمن کبھی راضی ہوا ہے؟ ـــــــ معدن رسالت اور اہل بیت نبوت کی عالی ظرفی کا اندازہ کم ظرف طبائع کا کام نہیں۔

(۲) [" کیا جناب امیرؑ افواج عمر کو اللہ کا لشکر سمجھتے تھے کیا ایک ظالم غاصب اور مرتد کا لشکر اللہ کی فوج ہو سکتا ہے "]

جناب امیر علیہ السلام کے کلام سے اقتباس کے طور پر اپنے مزعومات و معتقدات کی تائید حاصل کرنا برق صاحب ہی ایسے آدمیوں کا کام ہو سکتا ہے جو نہ کامن سنس کی بات سمجھ سکیں اور نہ موقع اور محل کی مناسبت و نزاکت کا اندازہ کر سکیں برق صاحب یہ ہے اس کا کلام جو لسان اللہ اور باب

مدینۃ العلم ہے ہما شما کی بات کا سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں چہ جائیکہ کلام امیر المومنین اس سہولت سے آپ سمجھ سکیں ۔

تو کار زمیں را نکو ساختی   کہ با آسماں نیز پرداختی

فرمائیے حضرت علی اس وقت کیا کہتے؟ یہ فرما دیتے کہ تم جھوٹے غاصب اور غلط کار ہو۔ جب دنیا کے لیئے یہ سب کچھ کر رہے ہو تو بھاگ جاؤ میں کوئی مشورہ نہیں دوں گا" تب آپ کو یقین آتا کہ حضرت علی کو عمر صاحب سے اختلاف تھا — ضرور آپ جیسوں کو سمجھانے کے لیئے ایسے ہی بدزبانہ کلمات کی ضرورت ہے لیکن مدینہ ہی میں اس "تو تو، میں میں" کے چھڑ جانے پر ایسے میں کیا ہوتا اس کا اندازہ کیجئے ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عمر صاحب کو دنیوی اقتدار حاصل تھا چاہے وہ غلط ہی طریقہ سے کیوں نہ حاصل ہوا ہو۔ مسلمین و غیر مسلمین کی نظر میں آپ بہر حال بادشاہ اسلام تھے ۔

"احد و احزاب خیبر و حنین کے تلخ تجربے حضرت علیؑ کے پیش نظر تھے اور وہ مرقع سامنے تھا کہ جب میدان جنگ کی سنسان فضا اپنی تنہائی کے سناٹے کے ساتھ ان پر جگر اور جاں نثار صحابیان رسول کو دعوت دے رہی تھی اور یہ مڑکر بھی نہ دیکھتے تھے۔ خیبر کی یادگار سپہ سالاری اور افسری فوج بھی سامنے تھی جس میں تمام فوج کے متفقہ آواز کی بنا پر شکست کی پوری ذمہ داری سالار کی بے ثباتی کے اوپر تھی اور حقیقت یہ ہے کہ سالار فوج کی کمزوری و بے ثباتی کے بعد ناممکن ہے کہ فوج کے

قدم ٹھہریں اور وہ کامیابی حاصل کر سکے" (حضرت امیر المومنین حصہ ثانیہ ص۱۹۶)
اسی لیئے جنگ میں جانے کی آپ نے ممانعت فرمائی کہ فی الحال مسلمانوں کی باگ ڈور انھیں کے ہاتھوں میں ہے مبادا میدان جنگ میں ان کی کسی حرکت سے ان پر مصیبت آگئی تو وہ متعدی ہو کر سارے مسلمانوں کو محیط ہو جائے گی بظاہر عمر صاحب اسلام کی مدد کے لیے لشکر روانہ فرما رہے تھے دلو دل ارادے کچھ اور ہی رہے ہوں لہذا جناب امیر نے اگر افواج عمر کو اللہ کا لشکر سمجھا تو ظلم و غضب اور ارتداد کا دھبہ اس سے مٹ نہیں سکتا ع

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

قال صلعم ان اللہ لیوئید ھذا الدین بالرجل الفاجر (شواہد النبوۃ جامی ص[illegible] نولکشور ۱۲۹۳ھ بخاری ج ۲ ص۱۱۲ مصر ۱۳۲۰ھ)

وقال صلعم ان اللہ سیوئید ھذا الدین باقوام لا خلاق لھم (درمنثور ج اول ص۱۰۵ طمیمنیہ مصر ۱۳۱۴ھ)

آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ دین اسلام کی نصرت مرد فاجر و فاسق سے بھی لیجائے گی اور وہ قوم بھی اس دین الہیٰ کی تائید کرے گی اس دین میں جس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا" صحیح بخاری ج ۳ ص۳۲ ط مصر پر ایک واقعہ درج ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص بڑی محنت سے مسلمانوں کی طرف سے جہاد کر رہا تھا لیکن آنحضرت نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے نتیجہ نے اس کے جہنمی ہونے کی یوں تائید کی کہ یہ شخص خودکشی کر کے مرگیا"۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ بے دینوں سے بھی اپنے دین کی نصرت کا کام لیتا ہے تو بظاہران بے دین ناصران دین کو بھی اللہ کا لشکر کہا جائیگا۔ اس لیے کہ وہ اسلام کی مدد کر رہے ہیں بباطن ان کے دلی ارادے کیا ہیں ہم اس کے مکلف نہیں لہذا اگر جناب امیرؑ افواج حضرت عمر کو اللہ کا لشکر سمجھتے ہوں تو اس پر فخر نہیں کرنا چاہیئے حالانکہ جناب امیرؑ نے افواج عمر کو اللہ کا لشکر نہیں فرمایا ہے بلکہ انھوں نے ایک عام بات کہی ہے جس کا دل چاہے وہ نہج البلاغہ میں دیکھ سکتا ہے۔

(۴) ["وہ آپ (حضرت علیؓ) حضرت عمر کو مسلمانوں کی پناہ گاہ اور رشتہ دار سمجھتے تھے .... آپ فاروق کی بقاء و حفاظت کے خواہاں تھے اگر فاروق اعظم نے حضرت فاطمہ کو دکھ دیا ہوتا ..... تو پھر مشورہ وغیرہ تو رہا ایک طرف فاتح خیبر ایسے آدمی سے بات بھی نہ کرتے"]

جناب امیر علیہ السلام عمر صاحب کو مسلمانوں کی پناہ گاہ نہیں سمجھ رہے تھے بلکہ جنگ میں جاکر حسب روایات قدیمہ رضی اللہ عنہ کے فرارسے جو مسلمانوں پر تباہی آتی وہ البتہ ایسی ہوتی جس سے مسلمانوں کو پھر بھاگے راہ نہ ملتی لہذا ان کو مدینہ ہی میں رہ جانے کی صلاح دیکر اسلام کی پرانی دھاک اور رعب و داب کو مسلمانوں کی پناہ گاہ سمجھ رہے تھے جیسا کہ خطبہ میں اس کی طرف خود حضرت امیرؑ نے اشارہ فرمایا ہے — توبہ! بھلا وہ غیروں کو پناہ کیا دیگا جو خود دوسروں کی پناہ چاہتا ہو عمر صاحب مسلمانوں کے رشتہ دار ہیں سبحان اللہ قربان جایئے اس

"سمجھ" کے نہ معلوم وہ کون سی عبارت ہے جس سے برق صاحب نے یہ مفہوم اخذ کیا ہے غالباً اس عبارت سے ان کو دھوکہ ہوا ہے "مکان القیم بالامر مکان النظام من الخرز یجمعہ و یضمہ (امور سلطنت میں حاکم کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو مہروں میں ڈورے کی جو انھیں سمیٹ کر رکھتا ہے جب ڈورا ٹوٹ جائے تو سب مہرے بکھر جائیں گے)

یا تو برق صاحب کو مغالطہ ہوا ہے یا انھوں نے عمداً دنیا کو مغالطہ میں رکھنا چاہا ہے حقیقت یہ ہے کہ "یہ حضرت نے ایک کلیہ کی صورت سے ارشاد فرمایا ہے لہٰذا اس سے یہ نتیجہ بالخصوص نہیں نکالا جا سکتا کہ حضرت علیؑ نے حضرت عمر کی "ذات بالاصفات" کو مسلمانوں کا مایۂ نظام فرمایا اور فرمایا کہ یہ نظام آپ کے بعد قیامت تک پھر کبھی نہ ہوگا اس لئے کہ آپ قیّم بالامر ہیں" یہ نتیجہ تو جب نکلتا ہے جب حضرت خصوصیت کے ساتھ فرماتے کہ آپ کی مثال وہ ہے جو رشتہ کو موتیوں کے ساتھ ہوتی ہے بیشک کلیہ ایسا ہی ہے کہ ہر بادشاہ اپنے زیر حکومت رعایا کے لئے باعث انتظام و شیرازہ بندی ہوتا ہے اور اگر وہ ہٹ جائے تو شیرازہ منتشر ہو جائے گا اور جب تک پھر کوئی بحیثیت بادشاہ اس شیرازہ کو مجتمع نہ کرے وہ مجتمع نہیں ہو سکتا" (حضرت امیر المومنین حصہ ثانیہ صـ۲۰۱)

سمجھ میں نہیں آتا کہ برق صاحب کون سا رشتہ تلاش کر رہے ہیں اس عبارت میں تو کسی رشتہ کا تذکرہ نہیں ہے قلادہ اور موتیوں کے رشتہ کو برق صاحب کوئی اور ہی رشتہ خیال فرما رہے ہیں ع بریں عقل و دانش بباید گریست

.برق صاحب اگر اسی انداز سے رشتہ داری ہوتی رہی تو بنو امیہ و بنو عباس کے ہر ظالم و جابر بادشاہ خواہ مخواہ آپ کے رشتہ دار ہوں گے۔

خیر اگر آپ کی یہی ضد ہے کہ حضرت عمر کو جناب امیرؑ مسلمانوں کا رشتہ دار سمجھتے تھے تو آپ کا دل رکھنے کے لئے ہم اسے قبول کرتے ہیں۔

مگر حضرت علیؑ نے یہ سمجھا تو کیا بُرا کیا حضرت حفصہ زوجہ رسول تھیں جو ام المومنین کہلائیں آپ جس جگہ چاہئے مجھ سے اقرار لے لیجئے کہ حضرت عمر میرے رشتہ سے "نانا" ہیں ——— حضرت امیرؑ کو بھی اس رشتہ سے انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ آں حضرت صلعم کے بھائی تھے اور ام المومنین حفصہ بنت عمر زوجہ رسول تھیں جب حضرت حفصہ جناب امیر علیہ السلام کی بھابی لگیں تو حضرت عمر بھی تو رشتہ دار ہوئے۔

جناب امیر علیہ السلام کو یہ منظور نہیں تھا کہ عمر صاحب میدانِ جنگ میں جا کر بھاگتے ہوئے قتل ہوں ورنہ خواہ مخواہ غریب مسلمانوں کی جان پر آ بنے گی اور درمیان میں یہ پس جائیں گے اور اسلام کی وہ ہیبت ختم ہو جائے گی جو کفار کے دلوں پر چھا چکی ہے پھر تو ان کے دل بڑھ جائیں گے اس لئے کہ وہ یہی سمجھیں گے کہ مسلمان بس ڈھول ہیں جس کے اندر پول ہی پول ہے۔ اگر اس مشورہ سے جناب امیرؑ عمر کی بقاء و حفاظت کے خواہاں تھے تو انہیں علیؑ نے خود اپنی، رسولِ خدا اور حسنین علیہم السلام کی حفاظت کیوں نہ کی؟ کیا حضرت علیؑ معاذ اللہ یہ چاہتے تھے کہ ہم سب فنا ہو جائیں اسی لئے جنگوں میں جانے سے رسولؐ کو منع نہیں کیا خود جاتے رہے اور حسنینؑ کو لے جاتے رہے؟

برق صاحب عقل کے ناخن لیجئے جناب امیرؑ عمر کی بقا کے خواہشمند نہیں تھے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ عمر صاحب میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے زمانے جائیں .... ورنہ بھاگتی ہوئی فوج کا جب دشمن تعاقب کریں گے تو مدینہ جو مرکز ہے وہ بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔ رہا بات کا کرنا یا نہ کرنا اس میں واقعی ہونا تو یہی چاہیئے تھا کہ حضرت ان سے گفتگو نہ فرماتے لیکن ایسا نہ کرنا بتاتا ہے کہ نائب رسول سیرت رسول کا پابند تھا جب حضرت رسول خداؐ ابو سفیان جیسے دشمن اسلام اور ہندہ جگر خوارہ سے گفتگو فرما سکتے ہیں، تو پھر حضرت امیرؑ...... کے اس طریقہ پر تعجب کیوں؟

["یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جو امامیہ کی تمام تواریخ میں درج ہے کہ جب عہد صدیق میں ایک مہم خالد بن ولید کی قیادت میں بنو حنیفہ کے خلاف بھیجی گئی اور ان کے کئی مرد و زن قیدی بنا لئے گئے تو ان میں خولہ بنت جعفر بھی شامل تھیں ....

اگر یہ خلفا غاصب، و مرتد ہوتے تو لازماً ان کا جہاد غیر اسلامی ہوتا اور ان کا مال غنیمت حرام و ناپاک سمجھا جاتا"]

جابر بن عبداللہ انصاری امام محمد باقر علیہ السلام کی فرمائش پر برق صاحب جیسے خیال رکھنے والوں کے جواب میں اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ "بنی حنیفہ کے لوگ جب حاضر کئے گئے تو اسی میں خولہ بھی تھیں جب وہ داخل مسجد ہوئیں تو دروازہ ہی سے آواز دی السلام علیک یا رسول اللہ، طلحہ و زبیر نے جناب خولہ کے سر پر چادر ڈال دی (کنیز کی خریداری کی یہ علامت ہے) مگر جناب خولہ نے

فرمایا کہ نہ میں برہنہ سر ہوں اور نہ سائل پھر یہ چادر کیسی؟ بتایا گیا کہ رقم کثیر کے عوض یہ لوگ تم کو خرید یں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں اور ہرگز نہیں میرا خاوند وہ ہوگا جو یہ بتادے کہ میرے حمل کے وقت میری والدہ نے کیا خواب دیکھا اور میں نے ان سے کیا کہا؟ غرض سارا مجمع حیران و پریشان تھا اسی اثناء میں باب مدینۃ العلم جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے اور آپ نے خولہ کے قول کی تصدیق فرمائی بعدہٗ بیان فرمایا کہ ہاں خولہ چونکہ تم ایام قحط میں بطن مادر میں آئی تھیں اس لئے تمھاری ماں تمھیں منحوس سمجھتی تھیں جب زمانہ ولادت قریب آیا تو انھوں نے خواب دیکھا کہ ولادت ہوئی فوراً کہا کہ تو منحوس ہے اس لئے کہ نامبارک عہد میں پیدا ہوئی تو تم نے جواب دیا کہ نہیں مادر گرامی میں بابرکت ہوں اس لئے کہ ایک سید و سردار سے میرا عقد ہوگا اور میرا فرزند میرے قبیلہ (حنیفہ) کے لیے باعث فخر ہوگا۔ تمھاری والدہ نے اس گفتگو کو ایک لوح پر کندہ کرالیا اور جب تم دو سال کی ہوئیں تو دکھایا اس وقت بھی تم نے یہی کہا اور پھر جب تم چھ سال کی ہوئیں تو پھر دکھایا اور تم نے اسی طرح اقرار کیا اور اب وہ تختی تمھارے داہنے بازو پر ہے۔ خولہ نے کہا صدقت یا امیرالمومنین اور لوح سامنے رکھ دی۔ ابوبکر صاحب نے عثمان صاحب کو پڑھنے کے لئے دی (نہ جانے کس مصلحت سے خود نہیں پڑھا) عثمان نے پڑھ کر سنایا تو حرف بحرف وہی تھا جو حضرت بیان فرما چکے تھے۔ مسجد رسولؐ صدائے احسنت سے گونج اٹھی اور حضرت علیؑ نے مہر کے ساتھ نکاح فرمایا۔۔۔ (ملخص بحار الانوار)

برق صاحب فرمائیے اس شرط کے ساتھ جب خولہ نے اپنے کو جناب امیرؑ کے

حوالہ کیا اور بعد ادائے مہر نکاح ہوا تو ابو بکر صاحب کا کون سا احسان ہوا۔ زبردستی کسی شخص نے میرا مال ضبط کر لیا اور بوقت تمام پھر وہ واپس مجھ تک پہونچا دے تو کیا مال کے واپس دینے پر اس کا کوئی احسان ہوگا ؟

جناب خولہ بنت جعفر نہ مالِ غنیمت سے ہیں نہ حرام و حلال کا سوال پیدا ہو سکتا ہے اگر حضرت ابو بکر جناب امیرؑ کے حوالہ کرتے تو ان سوالات کی گنجائش تھی لیکن واقعہ کی جو صورت پیش کی گئی ہے اس صورت میں کوئی سوال نہیں اٹھایا جا سکتا۔

باقی رہا جناب شہربانو کا واقعہ تو ہماری کتابوں میں عمر صاحب کے زمانے میں ان کا آنا نہیں ملے گا البتہ آپ کی کتابوں میں ہے مگر علامہ شبلی اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ "اس غلط قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فن تاریخ سے کوئی واسطہ نہیں ربیع الابرار میں اس کو لکھا ہے .... اور زمخشری کا فن تاریخ میں جو پایہ ہے وہ ظاہر ہے اس کے علاوہ تاریخی قرائن اس کے بالکل خلاف ہیں۔ حضرت عمر کے عہد میں یزدگرد اور خاندان شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں حاصل ہوا ..... مجھ کو شبہ ہے کہ زمخشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدگرد کا قتل کس عہد میں واقع ہوا" (الفاروق ج ۲ ص ۱۳۹)

لہذا اب نوٹ کر لیجئے کہ حضرات خلفاء صاحبان کے دامن سے آپ غصب و ارتداد کا دھبہ نہیں مٹا سکتے۔

آلِ رسول کے نام

["اگر خلفاء ثلثہ نے خلافت غصب کی ہوتی ...... تو ناممکن تھا کہ حضرت امیرؑ اور دیگر ائمہ اطہار اپنی اولاد کے نام ان ظالموں اور اہلبیت کے دشمنوں پر رکھتے"]

۱۔ برق صاحب کی یہ غلطی ہے کہ وہ ائمہ اہلبیت کے ظرف کو عوام الناس کی کوتاہ ظرفی کے مطابق سمجھتے ہیں جو اپنے لئے لڑتے ہیں اور اپنے لئے ملتے ہیں۔ ائمہ اطہارؑ وہ ہیں جن کی نہ کسی سے دوستی ہے اور نہ دشمنی بلکہ اللہ کے دوست کے دوست اور اس کے دشمن کے دشمن ہیں۔

۲۔ اگر ان ناموں کے لوگ دُنیائے عرب میں پہلے سے نہ ہوتے تو یہ کہا بھی جا سکتا تھا لیکن جب عام طور سے یہ نام عرب میں رائج تھے تو یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ اپنے دشمنوں کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھے۔

۳۔ اہلبیت علیہم السلام کے اصول پر عمل کرنا موجب نجات اور ہمارے لئے باعث مسرت ہے ممکن ہے کہ اسی لئے حضرت امیرؑ اور دیگر ائمہ اطہار علیہم السلام نے اپنی اولاد کے نام ظالموں کے نام پر رکھے ہوں کہ اگر کسی زمانے میں میرے چاہنے والوں پر یہ سختی بھی روا رکھی گئی کہ وہ اپنی اولاد کے نام ہم اہلبیت کے نام پر نہ رکھ سکیں تو انھیں کوفت ہوگی کہ سیرت اہلبیت پر ہم عمل نہیں کر سکتے لہذا ہم نے اپنی اولاد کے نام ان ظالموں کے ناموں پر رکھ کر اپنی سیرت میں داخل کر دیا تاکہ میرے دوستوں کو کوفت نہ ہو اور وہ پھر بھی خوش رہیں کہ بہر حال سیرتِ اہلبیت سے ہم ہٹنے نہ پائے ــــ لہذا ظلم و دشمنی کا وہ دھبہ جو آپ مٹانا چاہتے تھے باقی رہا۔

تاریخ میں تحریف

(" ابو بصیر جابر اور دیگر راویوں نے ایسی روایات امام باقرؑ اور امام جعفر علیہم السلام تک پہونچا کر ختم کر دیں ہیں اور یہ نہیں بتایا ہے کہ ان ائمہ کو یہ کس نے بتایا تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ ائمہ عالم الغیب تھے اور سب کچھ جانتے تھے تو اس دعویٰ کی تائید کہاں سے ملے گی۔ قرآن کی رو سے تو حضور صلعم بھی عالم الغیب نہ تھے ولا اعلم الغیب (میں غیب نہیں جانتا)"]

برق صاحب خطا معاف! اپنے ہاں کی خبر لیجئے اگر ابو بصیر اور جابر محض اسی بنا پر خطاوار ہیں کہ انھوں نے روایتیں امام تک پہونچا کر چھوڑ دیں اور یہ نہیں بتایا کہ ان ائمہ کو کس نے بتایا تو یہ کوئی خطا نہیں اس لئے کہ انھوں نے جتنا سُنا اس کی روایت کردی اس سے زیادہ کے وہ مکلف نہ تھے اگر محض اتنی سی خطا پر ان کی روایتیں ناقابل قبول سمجھی جائیں تو مذہب اہلسنت والجماعت ختم ہو جائے گا اس لئے کہ اس کی بنیاد ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ امام مالک امام شافعی اور امام احمد حنبل) کے فتاویٰ پر ہے اور ان میں کا ہر ایک کم از کم رسولؐ سے ایک صدی بعد پیدا ہوا ہے پھر ان لوگوں کو کس نے بتایا کہ فلاں مسئلہ میں رسول کریمؐ کا فعل ایسا تھا؟

صحابیت کی نقاب اٹھا کر اگر آپ کے ہاں کے رواۃ کو میں علم الرجال کی کسوٹی پر پیش کردوں تو ہر ایک بغیر کسی استثنیٰ کے کذاب اور دجّال ٹے گا۔ یہ تو بہت بڑا جرم ہو گیا کہ ابو بصیر اور جابر نے تحریف قرآن کی روایتیں امام تک پہونچا کر چھوڑ دیں لہذا انھوں نے تاریخ محرف کردی —— مگر ان راویوں کو کیا کہا جائے گا جنھوں نے یہ بیان کیا کہ آں حضرتؐ ام المومنین عائشہ صاحبہ کو ناچ دکھاتے رہے۔ آں حضرت صلعم پر کبھی شیطان کا غلبہ ہو جاتا تھا اور بجائے خدا کے بتوں کی مدح فرماتے تھے۔ رسول اللہؐ پر بھی جادو کا اثر ہوتا تھا اور

چالیس چالیس دن سحر کے اثر سے معطل رہا کرتے تھے۔ ایک ہی ٹب میں برہنہ ہل جل کر غسل کیا جاتا تھا۔ رسول کے کپڑوں سے دھو کر نہیں بلکہ کھرچ کر منی صاف کی جاتی تھی اور کپڑا پاک ہو جاتا تھا۔ ان واقعات کے رواۃ کون کون ہیں ابن منذر ابن ابی حاتم ابن مردویہ سعید بن جبیر عائشہ ابو ہریرہ اور بہت سے ایسے ہی لوگ۔ (احیاء العلوم غزالی ج ۲ صفحہ ۱۸۹ کشاف اصطلاحات الفنون دو فات عائشہ ملاحظہ کیجئے)

کیا ان خرافات سے تاریخ اسلام محرف نہیں ہوئی؟ "زنگیلا رسول" کو مواد کہاں سے ملا؟ رسول نماز بھول جاتے تھے، دیر سے سو کر اٹھتے تھے جب آفتاب سر پر ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو کنز العمال ج ۴ صفحہ ۲۱۶ شواہد النبوۃ صفحہ ۱۲۵ اگر ایسا ہی ہے تو پھر آج کل کے تارک الصلوٰۃ مسلمانوں (جو اٹھ دس بجے سو کر اٹھتے ہیں) اور رسول اسلام میں کیا فرق رہا۔ کیا برق صاحب یا ان کے ہم مسلک کتب شیعہ سے ایسی لغو اور لاطائل حدیث پیش کر سکتے ہیں جس سے توہین رسالت ہو؟ اور اگر تحریف قرآن کی روایتیں جن جن لوگوں نے بیان کیں وہ سب کذاب، مفتری اور کافر ہیں تو پہلے برق صاحب فتویٰ دیں اس کے بعد ہم ان کے اسماء پیش کریں پھر دیکھئے قیامت کس مذہب پر آتی ہے ——— برق صاحب کا مذہب ہر زمانے میں پابندیوں، دشواریوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہا سیم و زر کی روپہلی سنہری چھاؤں اور وقت کے بادشاہوں کی نگرانی میں تربیت پاتا رہا پھر یہ اغویات؟ خدا کی پناہ ——— بخلاف اس کے ہمارا مظلوم مذہب ہر دور میں سلاطین کے ظلم کا تختۂ مشق بنا رہا، ہمارے خون سے زیادہ پانی کی قیمت ہوتی تھی۔

جب کبھی قصرِ ستم آرا بنا   خون سے سادات کے گارا بنا

ایسی صورت میں اگر ہمارے ہاں کچھ ضعیف حدیثیں موجود ہیں تو ہونا ہی چاہئے استعجاب تو اس پر ہونا چاہیئے کہ بنی اُمیّہ اور بنی عباس کے استبدادی شکنجوں سے یہ فرقۂ حقہ محفوظ کیسے رہا۔ ہمارے علماء کرام کتابیں لکھتے تھے تو یہ یقین کر کے کہ اس کے عوض سر دینا ہے۔ شہید اوّل و شہید ثانی و شہید ثالث و شہید رابع کے واقعات کچھ پردۂ اخفا میں نہیں ہیں۔ گلاب کے حوض کے کنارے بیٹھ کر لکھنا نصیب ہوتا تو ہم بتاتے۔ یہاں تو خوف و ہراس نے اتنی دشواری پیدا کر دی تھی کہ ۲۰ سال کے طویل عرصہ میں اصول کافی جیسی کتاب تیار کر سکے۔ ہمارے علماء کرام کا مقصود یہ ہوتا تھا کہ وہ خزانہ جن کی وجہ سے بزرگوں کو سر دینا پڑا وہ دولت جس کی وجہ سے میثم و رشید کو دار پر جانا پڑا زمانے کے ناہنجار ہاتھوں سے تباہ نہ ہونے پائے اور آنے والی نسلوں تک کسی نہ کسی صورت سے پہونچا دیا جائے اس دشواری میں جہاں بیس صحیح حدیثیں آئیں وہاں دو ایک ضعیف بھی اِدھر اُدھر کی مل گئیں اس کے باوجود اصول و مسلمات کے خلاف کوئی حدیث نقل نہ ہونے پائی۔ تحریف قرآن کے سلسلہ میں ہماری جتنی روایتیں ہیں وہ سب آپ کے ہاں بھی ہیں ہم نے تو ان حدیثوں اور روایتوں کی صحیح تاویل کر دی ملاحظہ ہو تفسیر صافی کا مقدمہ مگر اللہ کے فضل سے آپ کے ہاں اس کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی ——

کیا بھائی کو بھائی سے گلے ملانے کے سلسلہ میں افسانۂ پارینہ بھی چھیڑا جاتا ہے تاکہ مندمل شدہ زخم پھر ہرے ہو جائیں یا "گزشتہ را صلواۃ آئندہ را احتیاط" کہہ کر میل کرانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اگر آپ کو ایسا ہی کرنا تھا تو اس

مقام پر ابو بصیر اور جابر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کم از کم اپنے ایک ہی صحابی ابو ہریرہ صاحب کا نام نامی پیش کر دیتے تا کہ عوام باخبر تو ہو جاتے کہ ایک ایسا "سچا" صحابی بھی ہے جو محض تین سال آنحضرت کے ساتھ رہا مگر اس کم وقت میں اللہ کے فضل سے پانچ ہزار تین سو چوہتر ۵۳۷۴ احادیث کا راوی بن گیا جبکہ دنیا کے اور بہت سے کام بھی کرتے تھے۔ باللعجب

صالحین مذہب کاذب تھے

"محمد بن یحییٰ بن سعید قحطان نے اپنے باپ سے سنا (یحییٰ بن سعید قحطان جو حدیث کے بڑے امام تھے) وہ کہتے تھے کہ ہم نے نیک آدمیوں کو (یعنی درویشوں اور صوفیوں کو) اتنا جھوٹا کسی چیز میں نہیں دیکھا جتنا جھوٹا حدیث کی روایت کرنے میں دیکھا" (المعلم ترجمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۵)

جس مذہب کے نیکوکار صالح متقی اور پرہیزگار لوگوں کی یہ حالت ہے اس مذہب کے ...... جھوٹوں کا کیا عالم ہو گا اللہ خیر کرے انھیں صالحین اور پرہیزگار .... "مدلسین میں امام بخاری اور امام مسلم بھی ہیں" (طبقات المدلسین ابن حجر منقول از مخزن قلمی مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

محترم برق صاحب یہ ہے آپ کا مذہب آپ یقین جانئے کہ غیرت بہت عمدہ چیز ہے۔

انبیاء وائمہ علیہم السلام وہ علم لیکر آتے ہیں جس کی خبر آپ جیسے کو نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید کی طرف آپ نے اکثر مواقع پر دعوت فکر ونظر دی ہے لیکن افسوس کہ آپ کو خود قرآن مجید سے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ جناب عیسیٰ ع کا

یہ قول تو آپ کو قرآن میں ملا ہی ہوگا انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا ذرا بڑھ کر ان سے کہہ دیجئے کہ وہ کتاب دکھائیں جو لیکر آئے ہیں لیکن یقین کیجئے کہ ان کے پاس کوئی ایسی کتاب آپ کو نہ ملے گی جس کا تصور کیے آپ بیٹھے ہیں نبی کی ذات خود کتاب وجودی ہوتی ہے اسی طرح ائمہ علیہم السلام بھی کتاب وجودی ہوتے ہیں قرآن مجید میں ہے کہ الذین اوتوا العلم درجات آیت کا ٹکڑا مصرح ہے اس امر کا کہ کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہیں جن کو علم دیا گیا ہاں البتہ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کچھ خدا جانتا ہے اس نے سب کچھ بتا دیا اور جو کچھ خدا کے علم میں ہے وہ سب ان حضرات کو معلوم ہے۔ ہم بھی اس کے قائل نہیں بلکہ کچھ چیزیں بمصلحت خداوند عالم نے ان ذوات مقدسہ کو بھی نہیں بتائیں اسی کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ لا اعلم الغیب ——— ورنہ اگر یہ مراد لے لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام کا علم ہم لوگوں جیسا تھا تو اکثر حقائق و معارف اسلام کا انکار کرنا پڑے گا کتب تاریخ اسلام و سیر میرے دعوی کی تصدیق کے لیے کافی ہیں جس میں آپ کو ملے گا کہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام نے اکثر اخبار بالغیب فرمایا ہے ——— جہاں یہ کہا جائے کہ انبیاء و ائمہ غیب جانتے تھے وہاں غیب سے مراد وہ امور و مسائل ہوں گے جو ہماری نظروں سے غائب ہیں مگر ان کے پیش نظر ہیں اس لیے کہ اللہ نے انھیں بتا دیا ہے اور جہاں یہ کہا جائے کہ ان کو علم غیب نہیں وہاں غیب سے ان امور و مسائل کو مراد لیا جائے گا جن کو قدرت نے مصلحتاً ان حضرات سے بھی پوشیدہ رکھا ہے ——— ائمہ علیہم السلام راسخین فی العلم تھے۔

" جناب امیر علیہ السلام جب گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے پہلی رکاب میں

پیر رکھتے تھے تو تلاوت قرآن کی ابتدا کرتے تھے اور دوسری میں قدم رکھتے تو قرآن ختم کر دیتے تھے"۔ (شواہد النبوۃ از ملا جامی صہ ۱۶)

"ماموں رشید نے امام محمد تقی علیہ السلام کا عہد طفلی میں امتحان لیا تھا مٹھی بند کرکے پوچھا تھا کہ اس میں کیا ہے تو امام معصوم نے جواب میں فرمایا کہ .... شاہان زمانہ بازوں سے شکار کرکے مچھلیاں مٹھی میں بند کرکے عہدیداران الٰہی کا امتحان لیتے ہیں .... اس واقعہ سے خوش ہو کر ماموں نے اپنی بیٹی (ام الفضل) کو امام محمد تقی علیہ السلام کے عقد میں دیدیا (شواہد النبوۃ صہ ۲۰۲)

اب بھی یقین نہ آئے تو اپنے علماء سے دریافت کیجئے کہ ائمہ اہلبیت اطہار علیہم السلام علم غیب جانتے تھے یا نہیں؛ عن ابی الطفیل قال شھدت علی بن ابیطالب یخطب فقال فی خطبته سلونی فواللہ لاتسئلونی عن شئ یکون الی یوم القیامته الاحدثتکم بہ (ابو طفیل کہتے ہیں کہ میں موجود تھا جب جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں اعلان فرمایا کہ "پوچھ مجھ سے! قسم خدا کی قیامت تک کی چیزوں کے متعلق اگر پوچھو گے تو ہر ایک کے متعلق میں تمھیں بتاؤں گا) (کنز العمال ملا علی متقی بحوالہ تشید المطاعن ج ۲ طعن اول صہ ۳۱ و ابن ابی الحدید جزء سابع صہ ۴۶)

دل تھام کر ایک آخری بات بھی سن لیجئے" ابن قتیبہ کتاب ادب الکاتب میں فرماتے ہیں کہ چمڑے پہ لکھی ہوئی ایک کتاب ہے جس کو "کتاب الجفر" کہتے ہیں جس میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے قیامت تک ہونے والے واقعات کو درج فرما دیا ہے اپنے اہلبیت کیلئے"

(ینابیع المودۃ جزء اول ط اسلامبول طبع ۱۳۰۱ھ وحیوۃ الحیوان دمیری ج ۱ صہ ۱۶۵ طبع مصر)

کتاب الجفر والجامعہ کی بابتہ دوسرے علماء اہلسنت نے بھی اسی طرح کا خیال ظاہر کیا ہے جیسے شارح مواقف وغیرہ۔

ان جملہ حوالجات کے پیش کرنے کی غرض محض اتنی ہے کہ برق صاحب اور ان کے ہم مسلک حضرات ذہن نشین کرلیں کہ ائمہ اطہار علیہم السلام علم ما کان ویکون رکھتے تھے۔ لا علم الغیب صرف انھیں اور کے لیے فرمایا گیا ہے بمصلحۃ اللہ نے جسے اپنی ذات تک محفوظ رکھا مثلاً ظہور قائم آل محمدؐ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ۔

چلتے چلتے اس بحث میں آپ سے ایک بات اور پوچھ لوں اور وہ یہ کہ امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادق علیہم السلام کے متعلق تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

["تحریف قرآن جیسے اہم مسئلہ کے متعلق روایات کو صرف ائمہ پر ختم کردینا اور یہ نہ بتانا کہ ان کی اطلاعات کا ماخذ کیا تھا مفید یقین نہیں بن سکتا"]

لیکن یہ غور نہیں فرمایا کہ یہ اہلبیت رسول ہیں اور اہلبیت ادری بما فی البیت (گھر کے بھید دل سے گھر والے زیادہ واقف ہوتے ہیں) خیر ہم کو آپ جیسے حضرات سے امید ہی یہ رکھنی چاہیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے مگر آپ کو ان معصومین علیہم السلام سے ماخذ مانگنے کا حق کیا ہے جب کہ آپ ایک غیر متعلق شخص سے بھی اس کے مجاز نہیں مثلاً آج ایک عیسائی یہ دعویٰ کرے کہ قرآن محرف ہے اور ثبوت میں ترتیب قرآن کو پیش کرے تو آپ اس سے ماخذ کا سوال کیجئے گا؟ سامنے قرآن رکھا ہے وہ دیکھ نہیں رہا ہے کہ مکی سورہ مدنی اور مدنی مکی کی جگہ کردیئے گئے اور وہ آیتیں جو ناسخ ہیں پہلے ہیں اور جو منسوخ ہیں وہ بعد میں ہیں۔ چلئے ہم اور آگے بڑھتے ہیں اور وہی بات کہیں گے جو اس کے پہلے کہہ چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۸۰ سال بعد پیدا ہوئے امام مالک ۹۵ سال بعد امام شافعی ۱۵۹ سال بعد اور امام احمد حنبل ۱۹۰ سال بعد پیدا ہوئے اور آپ کا مذہب انھیں چار پایوں پر قائم ہے کیا ان کے فتاوی کا ماخذ آپ بتا سکتے ہیں ؟ کیا ان حضرات کے مسائل آنحضرت صلعم تک منتہی ہوئے ہیں ؟ ہرگز نہیں لہذا آپ کا مذہب ہی مفید یقین نہیں بن سکتا۔

[" احادیث امامیہ کا پہلا مجموعہ ۳۲۰ھ کے قریب ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی نے مرتب کیا تھا اس میں بیشتر روایات امام محمد باقر و صادق علیہم السلام سے ہیں .... کلینی اور امام محمد باقرؑ کے درمیان اندازاً دو سو سال کا زمانہ حائل تھا اور یہ محدث امام جعفر سے تقریباً پونے دو سو برس آگے تھے ان دو سو برس میں ان ائمہ کے اقوال کتنے محرف ہو چکے تھے ؟"]

یہ مضمون بھی گزر چکا لیکن برق صاحب غالباً کتاب کا حجم زیادہ کرنے کی ترکیب میں تھے لہذا بار بار ان کو رجعت قہقری پر مجبور ہونا پڑا ہے شیعہ تصانیف کا کام اس وقت سے شروع ہو چکا تھا جب مذہب اہلسنت کا وجود بھی نہ ہوا تھا۔

(۱) "کتاب السنن والاحکام والقضایا" ــــــ ابو رافع رسول اللہ کے غلام کی تصنیف ہے (فہرست اسماء المصنفین من الشیعہ) یہ جناب امیر علیہ السلام کے مشہور شیعوں میں سے تھے کوفہ میں یہی ابو رافع تھے جناب امیر علیہ السلام نے بیت المال جن کی سپردگی میں دیدیا تھا۔

(۲) جناب سلمان فارسی و ابو ذر غفاری نے ایک ایک ہزار احادیث کا مجموعہ تیار کیا تھا۔

(۳) دوسری صدی میں ابان بن تغلب نے تیس ہزار حدیثوں کا مجموعہ تیار کیا تھا جس میں امام زین العابدین و امام محمد باقر علیہم السلام سے احادیث مروی تھیں۔

(۴) کتاب "رجال من روی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام" میں ابو العباس احمد بن عقدہ نے ان اصحاب کا ذکر کیا ہے جنھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی تھی اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں چار سو کتابیں تصنیف ہو چکی تھیں ان تمام کتب احادیث کے بعد تو نمبر آتا ہے "کافی" کا کیا اب بھی آپ فرما سکتے ہیں کہ اصول کافی سے پہلے کوئی امامیہ کا مجموعہ احادیث نہ تھا کاش کچھ لکھنے سے پہلے کتابیں دیکھ لیتے تو اتنی فاش غلطی ہر گز سرزد نہ ہوتی کسی مذہب پر جب بھی کچھ لکھا جاتا ہے تو پہلے اس مذہب کے متعلق مکمل معلومات کا فراہم کرنا واجب ہوتا ہے لیکن شاید آپ کے نزدیک جھوٹ بولنا ثواب دارین کا باعث ہوتا ہے۔ ایک بار ہم آپ سے پھر گزارش کریں گے کہ اگر شوق ہے کہ ہمارے تصانیف کا پتہ معلوم کیجئے تو کم از کم "الشیعہ دفنون الاسلام" کا مطالعہ کر لیجئے ہم نے تو ثابت کر دیا کہ ہمارے ہاں رسول کریم ص کے زمانہ ہی سے یہ سلسلہ شروع ہے مگر اب آپ برائے مہربانی امام اعظم سے پہلے کا کوئی مجموعہ احادیث بتائیے؟ اگر کوئی حدیث بیان بھی کرتا تھا تو حدیثوں کے دشمن حضرت عمر اس کے پیچھے پڑ جاتے تھے پھر آپ کے ہاں سوائے خرافات کے اور کیا ملے گا؟

[" جب حضرت سلمان فارسی مشرف با اسلام ہوئے اور حضور صلعم کو معلوم ہوا کہ آپ بڑے دانشمند واقع ہوئے ہیں تو ان سے پوچھا کہ اہل مکہ میں کس کو

سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی جائے سلمان نے کہا ابتدا ابو بکر سے کیجائے کیونکہ ابو بکر تعبیر خواب اور تاریخ انساب کا ماہر ہے نیز بچوں کا معلم بھی ہے تمام عرب میں شہرت رکھتا ہے .... چنانچہ حضور نے ابو بکر کی طرف پیغام بھیجنا شروع کر دیئے جاہ و منصب کی امید دلائی اور وہ اس لالچ میں آ کر مسلمان ہو گیا ۔"

(مجالس المومنین) جب حضور نے خلافت کا لالچ ابو بکر کو دیا تو پھر غدیر خم میں حضرت امیر کی ولایت کا اعلان کیسے کر دیا ! اگر اقوام عالم کے سامنے حضور صلعم کی یہ تصویر پیش کریں کہ وہ لالچ دے دے کر لوگوں کو پھنساتے تھے..... تو وہ اس سراج منیر کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے ؟"]

(۱) ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ ہر حدیث اور روایت قطعی الصدور نہیں اسی لیے ہمارے ہاں "صحاح" کے "ست" نہیں ہیں بلکہ ہماری نظر جب حدیث و روایت پر پڑتی ہے تو ہم اس کو میزان تحقیق میں تولتے ہیں مذکورہ روایت میں ایسی چیزیں ہیں جو بتاتی ہیں کہ یہ روایت اپکی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ ہم ابو بکر صاحب کو تاریخ انساب کا ماہر نہیں سمجھتے ہم ان کو معلم نہیں سمجھتے ہم ہی نہیں بلکہ سواد اعظم کے حق پسند طبائع نے اس کا خلوص دل سے اقرار کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صاحب میں یہ صفات نہیں تھے " تنزیہہ الانساب " ملاحظہ فرمالیجئے ۔

(۲) اگر حضرت ابو بکر صاحب شہرت رکھتے ہوتے تو کسی موقع پر تو اس کا ظہور ہوتا اور اگر ان کے قبول اسلام کو صداقت اسلام کی دلیل سمجھا گیا ہوتا تو پہلے ہی اعلان میں اس بیچارے پر اتنی جوتیاں نہ پڑتیں کہ چہرہ

اور ناک برابر ہو جائے اور اگر ان میں کچھ بھی سوجھ بوجھ ہوتی تو رسول ص کے منع کرنے پر اظہار اسلام سے باز رہتے (تاریخ خمیس ج ۱ ص۲۳۲)

(۳) اعلان رسالت کے وقت ابوبکر صاحب مکہ میں موجود ہی نہیں تھے سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت کیسے دی جاتی وہ تو بغرض تجارت (دلالی) شام یا یمن تشریف لے گئے تھے وہاں کی واپسی پر بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور ابوبکر صاحب کو اسی جگہ کسی راہب نے یہ اطلاع دی تھی کہ مکہ میں ایک نبی ظاہر ہوا ہے آپ کو اور حیرت میں ڈال دوں ملا صالح کشفی (سنی) کی یہ تحریر دکھا کر کہ " ابوبکر بس چند سال بعد از طلب معجزہ مشاہدہ مکاشفہ ایمان آورد" (مناقب مرتضوی ص۹۱) سن لیا۔ حضرت ابوبکر اعلان رسالت کے چند سال بعد بوقت تمام ایمان لائے۔

(۴) کسی محب ابوبکر نے یہ روایت ہماری طرف پھینکی ہے چونکہ بجائے مدح کے (جو آپ سمجھے ہیں) خود حضرت ابوبکر کی منقصت تھی لہذا اسی کو دیکھ کر ہماری کتابوں میں جگہ دیدی گئی۔

(۵) آنحضرت نے تو ہر ایک کو اسلام کی دعوت دی چنانچہ ابوجہل و ابولہب کے لیے بہت چاہا کہ وہ اسلام قبول کرلیں ابوجہل اور عمر کے اسلام کیلئے آپ کے ہاں موجود ہے کہ آنحضرت نے دعا بھی فرمائی تھی اس سلسلہ میں وہ لوگ بھی ملیں گے جو یہ شرط کرتے تھے کہ اپنے بعد ہم کو اپنا جانشین بنا دیجئے مگر یہ شرط آپ نے قبول نہیں فرمائی ممکن ہے کہ ابوبکر صاحب نے اپنی غربت و بیکسی کی شکایت کی ہو تو اس موقع پر کیا عجب ہے کہ

رسولخدا صلعم نے فرمایا ہو کہ ہاں ہاں قبول اسلام کے بعد جاہ و منصب بھی ملے گا اور انھوں نے اسی وجہ سے اسلام قبول بھی کیا ہو

جاہ و منصب کی امید دلانے سے یہ کہاں لازم ہو گیا کہ حضور ابوبکر صاحب کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے خلافت کا اعلان بقول مورخ ابوالفدا طبری اور ابن اثیر وغیرہ کے دعوت ذوالعشیرہ ہی میں فرمادیا تھا جاہ و منصب سے خلافت کو مراد لینا آپ کی ہی عقل کا کام ہے اصل عبارت یہ ہے کہ "اورا بحصول جاہ و توسعہ دستگاہ امیدوار گردانید تا آنکہ یاں طمع مسلمان شد" آنحضرت نے ابوبکر صاحب کو حصول عزت اور وسعت اقتدار کی امید دلائی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گئے، فرمائیے اس عبارت سے یہ کہاں معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلام نے خلافت کا وعدہ فرمایا تھا کیا حصول عزت و وسعت اقتدار کے سارے ذرائع خلافت و ولایت ہی تک محدود ہو کر رہ گئے تھے؟

محترم برق صاحب آنحضرت نے وعدہ نہیں فرمایا تھا بلکہ امید دلائی تھی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے "امیدوار گردانید" اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صاحب دنیاوی مال و دولت کے خواہاں تھے اسی بنا پر پیغمبر اسلام فرماتے تھے کہ ما سبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ ولکن بشیٔ وقر فی صدرہ ابوبکر نے تم لوگوں پر روزہ نماز کے سبب سے سبقت نہیں کی بلکہ اس سبقت کا سبب ایک اور شی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کا وقار اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا اور وہ وہی طلب مال و دولت تھا ورنہ حقیقۃً روزہ نماز سے حضرت ابوبکر صاحب کو واقعی کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی اور نہ وہ اس کی وجہ سے اسلام

لائے تھے نیز اکثر صحابہ اسی قبیل کے تھے گزشتہ صفحات میں ہم حوالہ دے چکے ہیں ـــــــ جناب سلمان فارسی نے ایک ایسی چیز فرمادی ہے جس سے خراب رائے قائم ہی نہیں کی جاسکتی اور وہ یہ کہ "اگر ابتدا ادعوت از دیگری کنید ادعنا د خواہد کرد عرب را دو سوئے مخالفت شما خواہد کرد" فرمائیے اگر کوئی شخص راستہ سے کانٹے چن لے تو کانٹوں کا جھک کر ہاتھوں میں اٹھالینا کیا اس کی دلیل ہے کہ وہ اس کو اسی محبت سے اٹھا رہا ہے جیسے پھولوں کو چنتا ہے؟ کسی غیر مسلم کے سامنے اس روایت کو پیش کر کے دیکھئے وہ کیا فیصلہ کرتا ہے اس کو "پھنسانا" نہیں کہتے بلکہ اس زہر کا تریاق ہی یہی تھا کسی عقلمند کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔

["عیاشی روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق سے کسی نے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ حضور صلعم نے اپنی بیٹی عثمان کو دی تھی امام نے کہا یہ سچ ہے پھر پوچھا کہ کیا یہ بھی سچ ہے کہ جب عثمان نے دختر رسول کو شہید کر ڈالا تو اسے دوسری بیٹی دیدی امام نے کہا یہ بھی درست ہے حیوۃ القلوب"]

اس روایت کے متعلق خود صاحب حیوۃ القلوب علامہ مجلسی کا فیصلہ سن لیجئے ـــــــ فرماتے ہیں کہ

"مولف گوید کہ آنچہ از روایات ظاہر شد کہ تزویج دوفات ام کلثوم پیش از تزویج دوفات رقیہ بودہ ست اقوی واصح ست ہر چند ثانی اشہرست" مولف کہتا ہے کہ روایتوں کے دیکھنے سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ ام کلثوم کا عقد رقیہ مظلومہ کی تزویج سے پہلے ہوا یہی قوی تر ہے اور زیادہ صحیح ہے وہ دوسری روایت مشہور سہی (لیکن صحیح نہیں) لہذا اس روایت سے جو اعتراض

آپ وارد کرنا چاہتے تھے وہ تو ختم ہو گیا لیکن جناب رقیہ کی مظلومی اور عثمان صاحب کا ظلم کچھ ایسا نہیں ہے جو الفاظ کے پردوں میں چھپایا جا سکتا ہو یہ روایت ملاحظہ ہو۔

"پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا ہے جو (آج کی) رات مباشرت سے محفوظ رہا ہو۔ ابو طلحہ نے کہا میں۔ ارشاد ہوا کہ قبر میں اترو اور (رقیہ کو) خاک میں چھپاؤ چنانچہ قبر میں ابو طلحہ نے اُتارا" (ط اولی ۱۳۰۲ھ تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۵۵)

سمجھ میں نہیں آتا کہ عثمان کی موجودگی میں اس خدمت کو آنحضرتؐ نے ابو طلحہ کے سپرد کیوں فرمایا؟ اس طرح آنحضرتؐ نے عثمان صاحب سے اظہار ناراضگی سب کے سامنے فرمایا بلکہ اگر واقعہ کی تہہ میں پہونچ کر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ حضورؐ نے حضرت عثمان صاحب کے اس ظلم کو الم نشرح فرمایا ہے۔ حیوۃ القلوب کی روایت پر آپ کو یقین نہیں ہے تو پھر کیوں؟ اس روایت کو غلط ثابت کرنے کے لئے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیجئے پھر بھی کچھ نہیں ہوتا ــــ حضرت عثمان قاتل دختر نبی ہیں (ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ج ۳ ط مصر ص ۳۳۷ ۱۳۲۵ھ)

البتہ آپ کی طرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ راوی اس حدیث کا ضعیف ہے مگر ہم ثابت کریں گے کہ راوی ضعیف نہیں یہ روایت یونس بن خباب سے مروی ہے اس کے متعلق عسقلانی نے تقریب التہذیب میں فرمایا ہے کہ "صدوق" لہٰذا اگر اس راوی کو رافضی اور شیعہ بھی کہہ دیجئے تو اس کی صداقت کے اقرار کے بعد اس کی روایتیں بہر حال تسلیم کرنی پڑیں گی۔ حالانکہ اس کو

رافضی اور شیعہ بھی نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ سُنی تھا اس لئے کہ اس کا عقیدہ اسی میزان الاعتدال میں درج ہے کہ وہ پیغمبر اسلام کے بعد ابو بکر پھر عمر کو افضل امت جانتا تھا شیعہ ابو بکر و عمر کو افضل تو کیا مومن بھی نہیں سمجھتے لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ یونس بن خباب سنّی تھا اور صدوق تھا پھر وہ عثمان صاحب کو قاتل دختر نبی جانتا اور مانتا ہے۔

{ "رسول صلعم نے حضرت علی کو یہ حکم تو دیدیا کہ اگر عثمان رقیہ کو تمھارے ساتھ نہ بھیجے تو اس کا سر اڑا دو لیکن اس زدوکوب کے متعلق جس سے جناب رقیہ کی موت واقع ہوگئی تھی کچھ نہ فرمایا ....

خفیف جرم پر تو سر اڑا دینے کی ہدایت نافذ فرمائی لیکن قتل جیسے جرم پر جس کی سزا موت ہے خاموش ہوگئے" }

زدوکوب جس سے جناب رقیہ کی موت واقع ہوئی تھی ممکن ہے کہ اسکی اطلاع آنحضرتؐ کو بعد میں ہوئی ہو جب معاملہ حد سے سوا ہوگیا تھا اس وقت آنحضرتؐ نے جناب امیر علیہ السلام کو روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ اگر اب بھی رخصت نہ کرے تو عثمان کو قتل کر دینا رقیہ کے آنے میں مزاحم بننا اس اقدام قتل کے بعد اور زیادہ سخت اور ناقابل معافی جرم تھا اس لئے کہ اب صریحاً حکم رسالت کی مخالفت اور شریعت کو چیلنج تھا لہذا حکم دیا کہ اس اذیت کے بعد عثمان پھر بھی نہ آنے دے اور میرے حکم کو چیلنج کرے تو اس کی گردن اڑا دینا ——— عثمان کو ان کے کئے کی سزا نہ دینا اور درگذر فرمانا آنحضرتؐ کا کوئی ایسا فعل نہیں تھا جس پر اعتراض کیا جا سکے جس رحمۃ للعالمین نے قاتل حمزہ اور ابو سفیان و

ہندہ سے درگذر کیا ہو اور ان کے کئے کا بدلہ کہیں اور ملنے کی وجہ سے خاموش رہے ہوں تو وہی رحمۃ للعالمین عثمان کو بھی اسی باعث چھوڑ سکتے ہیں۔

[" مدینہ میں حضور صلعم کے گرد ہزاروں جانباز جمع تھے جو آپ کے اشاروں پر تن من دھن سب کچھ نثار کرنے کو ہر وقت آمادہ رہتے تھے اور عثمان کی حیثیت رسول کے مقابلہ کچھ بھی نہ تھی ___ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حضورؐ کسی موہوم خطرہ سے ڈر گئے تھے اور اس لئے سزائے قتل نافذ نہ کی تو میں پوچھتا ہوں کہ ان کو دوسری لڑکی کیوں دی"]

ان جاں نثاروں کو ہم نے اُحد میں دیکھ لیا۔ طرفداران صحابہ کی طرف سے اگر کہا جائے کہ وہاں جان کا خوف ہو گیا تھا لہٰذا یہ جرم قابل معافی ہے تو پھر وقت وفات نبی کیا کہا جائے گا رسول کو آخری وصیت بھی نہ لکھنے دی گئی اور "جانباز" صحابہ تماشہ دیکھتے رہے ______ یہ جاں نثار جنازہ رسول کریم چھوڑ کر دنیاوی بکھیڑوں میں مبتلا رہے۔ جناب ابوطالب علیہ السلام اپنے بھرے گھر کو لے کر عزیز بھتیجے کی حفاظت کے جرم میں مسلسل تین سال تک شعب میں قید محنت کی زندگی بسر کرتے رہے اتنی سخت قید کہ کچھ کافروں کو رحم آگیا لیکن ہزار افسوس کہ برق صاحب کے "جانباز صحابہ" خواب خرگوش میں سوتے رہے اور ان کے کان پر جوں تک نہ رینگی آخر کیوں"؟

بسا اوقات مصلحتاً بھی لوگوں کو سزا نہیں دی جاتی مثال موجود ہے۔

(دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقالؐ دعہ لا تتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ (ازالۃ الخفا مقصد دوم ص۱۵)

حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے اجازت مانگی کہ اس منافق کو قتل کر دوں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ جانے دو (ورنہ) لوگ یہ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے اصحاب (ہی) کو قتل کرتے ہیں"۔ اس سے اس کا بھی ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ اصحاب بھی منافق تھے اور اسی طرح کے نہ معلوم اور کتنے چھپے چھپائے پڑے رہے ہوں گے۔ دوسری لڑکی دینے کا سوال ہی نہیں اس لئے کہ علامہ مجلسی نے فیصلہ کر دیا کہ ام کلثوم کا عقد پہلے ہوا تھا اور رقیہ مظلومہ کا عقد بعد میں جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا۔

["حضور صلعم کا اپنی دوسری بیٹی عثمان کو دیدینا اس ساری داستان زدوکوب کو غلط ثابت کرتا ہے"]

رقیہ کے بعد آنحضرتؐ نے کوئی بیٹی نہیں دی ام کلثوم رقیہ سے پہلے بیاہی گئی تھیں چنانچہ اس سے قبل ہم صاحب حیوۃ القلوب کا قول نقل کر چکے ہیں ہماری تحقیق انیق یہی ہے۔ لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت عثمان صاحب کا زدوکوب کرنا تاریخ کی ایک روشن حقیقت ہے "داستان" نہیں۔

["موت کے وقت عمرؓ نے کہا کہ میں تین چیزوں کے لئے اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں اول میرا اور ابوبکر کا خلافت غصب کرنا دوم ابوبکر کا مجھے خلیفہ بنانا سوم میرا مسلمانوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا (خصال ابن بابویہ) اگر عمر کو فی الواقع یہ احساس ہوگیا تھا کہ انھوں نے وصیت رسول کو توڑ کر حضرت علیؑ کو ان کے جائز حقوق سے محروم کر دیا تھا تو پھر خلافت ان کے حوالہ کیوں نہ کی اور مجلس شوریٰ کیوں بنادی؟"]

سبحان اللہ جو سوال حضرت عمرؓ کی روح سے کرنا چاہیئے برق صاحب اس کو

ہم سے پوچھ رہے ہیں محترم! کیا جھوٹا کذب کو فعل قبیح نہیں سمجھتا؟ جی سمجھتا سب کچھ ہے لیکن پھر بھی شیطان کے پھندے میں آکر وہ برائی کرتا ہے ۔

حضرت عمر سے ایک شخص نے آخری وقت میں کہا کہ علیؑ کو ہم خلیفہ بنا لیں؟ جواب دیا کہ اپنی جان کی قسم تم ایسا نہیں کروگے جس کے قبضۂ قدرت میں عمر کی جان ہے اس کی قسم اگر تم ایسا کر لو تو وہ تم کو حق پر قائم رکھیں گے ولو کم اس کو ناپسند کرو۔ (کنز العمال ج ۳ صـ۱۵۵) جب حضرت عمر کو یہ معلوم تھا کہ یقیناً حضرت علیؑ علیہ السلام کسی کو جادۂ حق سے ہٹنے نہ دیں گے تو ان کا فرض کیا تھا؟ یہی نا کہ حضرت امیرؑ کو خلیفہ بنا دیتے جس طرح ابو بکر نے عمر کو خلیفہ بنایا تھا اور اگر نامزد نہ بھی فرماتے تو سائل کو اجازت دیتے کہ ہاں جاؤ بنا لو اور بغیر کسی کمیٹی کے منعقد کئے ہوئے دنیا سے چلے جاتے مگر یہ کیسے کرتے اسکیم فیل ہو رہی تھی لہذا شوریٰ کا منعقد کرنا ضروری تھا۔

عمر صاحب کو عوام ناپسند کرتے تھے پھر بھی ابو بکر نے ان کو خلیفہ بنا دیا۔ (طبری ج ۴ صـ۵۲) اسی طرح لوگ جناب امیر علیہ السلام کو بھی اگر نہیں چاہتے تھے تو نہ چاہتے مگر عمر صاحب کو تو وہی کرنا چاہیئے تھا جس سے حق کا قیام ہو ولو عوام راضی نہ ہوں۔ اور عمر صاحب ایسا کر بھی سکتے تھے لوگوں نے آکر یہ خواہش کی تھی کہ اپنے بعد کسی کو ہم پر خلیفہ بنا دیجئے تو جواب دیا کہ میں کسی کو اس کا حقدار ہی نہیں پاتا (تاریخ الخلفا صـ۱۳۴) ذرا آپ حضرت عمر کی روح سے سوال تو کیجئے کہ وہ کیسے حقدار کو تلاش کر رہے تھے؟ حالانکہ حضرت علی موجود ہیں ان کو اقرار بھی ہے پھر ان کو خلیفہ کیوں نہیں بناتے؟ اور اگر شوریٰ ہی مقرر کرنا تھا تو جب یہ علم تھا

کہ علیؑ لوگوں کو حق پر چلائیں گے اور الحق مع علی و علی مع الحق کی حدیث بھی سُن چکے تھے تو یہ شرط کیوں لگائی کہ ان اختلفتم فکونوا مع الذی معہ عبد الرحمٰن اگر تم لوگوں (حضرت علیؑ عثمان عبدالرحمٰن بن عوف سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر) میں اختلاف ہو تو اس شخص کا ساتھ دینا جس کی طرف عبدالرحمٰن ہوں۔

سوال یہ ہے کہ کیا اس وقت حضرت علیؑ حق پر نہ چلاتے؟ آخر عبدالرحمٰن کو کیوں صدر منتخب کیا اس وقت تو عبدالرحمٰن نے اپنا ٹکٹ بھی واپس نہیں کیا تھا کہیں کوئی رائے مشورہ تو نہیں تھا؟ سوچ لیجئے ——— محترم برق صاحب اب آپ خود فرمائیں کہ جس کی رائے واقعی کوئی وزن نہ رکھتی ہو مطلب سے رائے ہو اور مطلب سے رائے بدلے تو پھر خصال ابن بابویہ پر اعتراض کیسا۔

["ہم ابھی خلفاء ثلاثہ کے کفر و اسلام ہی کے نزاع سے فارغ نہیں ہوئے کیا ابھی وقت نہیں کہ مسلمان ان مسخ شدہ روایات ....کو الوداع کہہ کر قرآن کی لازوال صداقتوں کی طرف بڑھیں"]

للہ انصاف فرمائیے کہ ثلاثہ کے کفر و اسلام کی بحث اس وقت کون کر رہا ہے آپ کو کیا پڑی تھی کہ اس گڑی ہڈی کو پھر منظرِ عام پر لائیے کیا اس کے بغیر صلح کی کوشش ممکن نہ تھی اور طرفہ تماشہ یہ کہ اکثر مقامات پر کذب و افترا اور بہتان سے کام لیا ہے آخر اس کا مقصد کیا تھا؟

آئیے قرآن کی لازوال صداقتوں ہی کی طرف آجائیے فیصلہ ہو جائے لیکن ہر نزاعی مسئلہ کا فیصلہ اسی قرآن مجید ہی سے ہونا چاہئے۔ جزئی جزئی مسائل میں

بھی پیچھے نہ ہٹے گا یہ میرا چیلنج ہے قبول کیجئے رہ گیا " ماںجائے بھائی بن جائیں " یہ دشوار نہیں لیکن ماںجائے بن جانے کے بعد بھی بھائیوں کی سی محبت نہیں پیدا ہو سکتی یہاں ماںجائے بنانے کا سوال ہے اور ہابیلؑ و قابیل تھے ماںجائے مگر ایک مظلوم اور دوسرا ظالم اور پھر یہیں سے دو نظریے قائم ہوتے ہیں۔ حق اور باطل صدق اور کذب شیعہ اور سنّی ......"

باب ششم

خلفاء ثلثہ قرآن کی روشنی میں

ناظرین کرام! میرے ساتھ آپ بھی دعا فرمائیں کہ خلفاء ثلثہ کا ایمان ثابت ہو جائے پہلے باب سے یہاں تک ایک ہنگامہ تھا کہ قرآن کی طرف آؤ قرآن کی طرف آؤ اور آتے آتے اب باب ششم میں آ گئے اللہ ثبات قدم کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

بیان خلفاء پر واقعاتی دلائل

یہ واقعاتی ادلہ ہیں غالباً تھوڑے عرصہ تک ان دلائل کا ابھی انتظار اور کرنا ہوگا جو موصوف قرآن سے پیش فرمائیں گے ——— خلاف داب مناظرہ پہلے برق صاحب نے اپنے گھر یلو ایٹیشن جو معاویہ شاہی ہیں ان کو پیش کیا ہے جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے رسولؐ پر سب کچھ قربان کر دیا اس سلسلہ میں حضرات ابوبکر و عثمان کے اسماء بڑے طمطراق سے پیش کیے گئے ہیں مگر حضرت عمر کا نام بھول کر بھی نہیں آیا یہ ہے برق صاحب کی بیکسی مصنوعی روایت بھی حضرت عمر جیسے "جلیل القدر" بادشاہ کے لیے نہیں پیش کر سکے افسوس صد افسوس۔

("اگر صدیق کے متعلق ملا باقر مجلسی کی یہ روایت تسلیم بھی کر لی جائے کہ انھیں حضور صلعم نے خلافت کا لالچ دیکر مسلمان کر لیا تھا تو میں پوچھتا ہوں کہ

حضرت عمر کے اسلام کی کیا وجہ تھی"]

جواب میں ہم عرض کریں گے کہ وہی وجہ جو "صدیق" کے اسلام کی تھی دوست نے دوست سے کاہن کا مقولہ دہرایا ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ یہ تاکید رہی ہوگی کہ اس کو الم نشرح نہ کرنا ——— اور اگر حضرت ابوبکر صاحب نے نہ بھی بتایا ہو تو حضرت عمر اتنا تو سمجھ ہی سکتے تھے کہ اسلام کس طرف جا رہا ہے ہمارے اس بیان کی تائید ڈپٹی نذیر احمد بھی کرتے ہیں کہ "یہ ابوبکر دیگر صاحبان کی ملی بھگت تھی" (امہات الامہ) اور واقعات کی روشنی میں یہ مقولہ حقیقت کا آئینہ ہے سوچئے سقیفہ میں جانے سے پہلے سارا اصحاب کا مجمع پریشان اور حضرت عمر مجنوں بنے تلوار کو فضا میں "شائیں شائیں" چکر دے رہے ہیں لیکن ادھر حضرت ابوبکر نے شانہ تھپ تھپایا اور سارا جنون رفو چکر۔ یہ یک بیک حضرت عمر کیوں رک گئے کچھ آپ کی سمجھ میں بھی آیا برق صاحب؟

["جب حضرت صدیق اسلام لائے تھے تو اس وقت مردوں میں صرف ایک مسلمان اور تھا یعنی حضرت علیؑ اور یہ بھی دس برس کے بچے تھے کیا ایک اکیلا آدمی جس کے ساتھ صرف ایک دہ سالہ بچہ ہو اور جو خوفناک دشمنوں میں گھرا ہوا ہو سیاست و حکومت کا خواب بھی دیکھ سکتا تھا"]

یہ درست نہیں کہ ابوبکر صاحب سے پہلے صرف جناب امیرؑ نے اسلام کا اظہار فرمایا تھا بلکہ ابوبکر صاحب اکثر روایات کی وجہ سے کئی مسلمانوں کے بعد بلکہ کئی سال کے بعد اسلام لائے حوالہ سنی کتاب سے ہم اس کے پہلے عرض کر چکے ہیں ——— چلئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ابھی تک حضرت علی ہی نے اسلام کا

اظہار کیا تھا مگر ابوبکر صاحب کے اسلام سے رسول خداؐ کو سوائے زحمتوں کے راحت کب ملی؟ جس کا قدم کسی جنگ میں رک ہی نہ سکے وہ سیاست وحکومت میں مدد کیا کرے گا سیاست کا مقتضا تھا کہ آنحضرتؐ فرما رہے تھے کہ نہ رؤو تو چپ رہتے مگر نہیں رکے خیال کیجئے جو رسول کے لیے اپنا آنسو نہ پی سکے وہ دوسروں کا خون کیا پی سکے گا ——— اگر داؤد علیہ السلام کی مدد سے جناب طالوت حکومت کر سکتے ہیں اور دشمنوں کا خوف ختم ہو سکتا ہے تو پیغمبر عربیؐ تنہا علی کی مدد سے کفار مکہ کو زیر کر سکتے ہیں ——— اس موقع پر آپ نے اس کا نام تو لیا ہی نہیں جو محسن نبوت تھا یعنی جناب ابوطالب علیہ السلام ——— تاریخ اسلام دیکھئے کتنے مسلمان ہو چکے مگر شعب ابی طالب جہاں مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے گئے وہاں کوئی مسلمان نام کو بھی آیا، جی کسی غیرت مند مسلمان کو آپ شعب تک آتے نہ پائیگا معلوم ہوا کہ ساتھی تو سب تھے مگر راحت وآرام کے اگر مصیبت کے ساتھی ہوتے تو آج آنحضرت کے ساتھ قید ہوتے اور اگر یہ بھی نہ کرتے تو چھپ چھپا کر مدد کرتے خیریت دریافت کرتے مگر یہ تو وہ کرتا جس کے دل میں رسول کی واقعی محبت ہوتی جسے دنیا کمانا تھا اس کو ان مصیبتوں میں پڑنے سے کیا حاصل "غار میں علیؑ کے ہاتھ کا بھیجا ہوا گرم گرم کھانا کھا کر رسول کے ساتھ رہنا اور ہے۔ شعب ابی طالب میں فاقوں پہ فاقہ کر کے رسول کی مدد کرنا اور ہے۔

(تفسیر درمنثور سیوطی ج ۳ ص۲۴۰ طبع مصر)

(" چلو یہ بھی تسلیم کہ حضور صلعم نے صدیق کو خلافت کا لالچ دیا اور وہ پھنس گئے تو میں پوچھتا ہوں کہ اس خلافت سے انھوں نے کیا فائدہ اٹھایا؟ کیا کوئی محل بنایا!

جاگیریں کمائیں ؛ دولت کے انبار جمع کئے ؟"]

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ابو بکر صاحب کو لالچ نہیں دیا تھا بلکہ امید دلائی تھی وہ بھی خلافت کی نہیں بلکہ حصول عزت و اقتدار کی یہ دوسری بات ہے کہ موصوف کی طبیعت ہی میں طمع کا مادہ رہا ہو تو اس کی نسبت پیغمبر اسلام کی طرف ہرگز نہیں دی جائے گی آپ اقرار نہ کیجئے یا در یافت ہے ورنہ حقیقۃً ـــــ اس خلافت سے ان کو بہت فائدہ پہنچا دستر خوان سے مگس رانی کا پیشہ چھوٹا ۔ بزازی اور دلالی کی زحمت سے محفوظ ہو گئے محل نہ بنایا تو نہ سہی خانہ بدوش تو نہیں رہے ہاں جاگیریں کمائیں اور دولت کے انبار جمع کئے ملاحظہ ہو "حضرت ابو بکر نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنی بہن (ام فردہ) سے ان (اشعث بن قیس) کی شادی کر دی تھی ، نکاح ہو چکا تو فوراً اٹھ کر اونٹوں کے بازار میں پہنچے اور جو اونٹ سامنے آیا تلوار سے اس کی کوچیں اڑادیں تھوڑی دیر میں بیسوں اونٹ زمین پر پڑے تھے لوگوں کو حیرت ہوئی انھوں نے کہا میں "اپنی دارالریاست" میں ہوتا تو اور ہی سروسامان ہوتا یہ کہہ کر اونٹوں کے دام دیدیئے اور لوگوں سے کہا یہ آپکی دعوت ہے " (سیرۃ النبی شبلی ج دوم حصہ اول ص۵)

آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ جو شخص نان شبینہ کا محتاج ہو وہ اس طرح بہن کی شادی میں خرچ کرے اور پھر یہ تمنا کہ اگر دارالریاست میں ہوتا تو کچھ اور سروسامان ہوتے کیئے بزازی اور دلالی کی حالت میں ریاست کا یہ خواب دیکھا جا سکتا تھا ؟

ـــــ یہاں بان تو ملاحظہ ہو کہ "اونٹوں کے بازار میں پہنچے اور جو اونٹ سامنے آیا تلوار سے اس کی کوچیں اڑا دیں" کیا پہلے بھی حضرت ابو بکر میں اسکی

جرأت تھی؟ پہلے تو اونٹوں کے خریدنے کی مہینوں پہلے تیاری کرتے رہے ہوں گے جب ایک اونٹ خرید سکتے تھے مگر اللہ آج تو غرور و تمکنت کی حد نہ رہی نہ دام پوچھا جاتا ہے نہ مول بھاؤ کرتے ہیں کیوں؟ صرف اس لیے کہ فکر کس کی جتنا دام مانگے گا دیدوں گا۔ بگڑی یوں بنتی ہے واہ رے نصیبہ۔

(۱) ["جب مکہ کی تمام قوت پوری تیاری کے ساتھ میدان بدر میں جمع ہو گئی تھی اور دوسری طرف اسلام اس قدر ضعیف اور بے سروسامان تھا کہ معمولی سی کوشش سے ختم ہو سکتا تھا ان لوگوں نے حضور کا ساتھ کیوں دیا؟ دوران جنگ میں بھاگ کر دشمن سے کیوں نہ جا ملے"]

برق صاحب توفیق نیک آپ سے سلب ہو گئی ہے کیا؟ آپ پہلے تو لکھتے ہیں کہ۔

["مکہ کی تمام قوت پوری تیاری کے ساتھ میدان بدر میں جمع ہو گئی تھی"]

اور اس کے بعد پھر لکھتے ہیں کہ

["اسلام اس قدر ضعیف تھا کہ معمولی سی کوشش سے ختم ہو سکتا تھا"]

کیا کفار باوجود تیاری اسلام کو مٹانے کے لیے معمولی تیاری بھی نہ کر سکے میرے خیال سے کفار مکہ نے تو پوری کوشش کر لی تھی اگر کمی تھی تو بس آپ کی اگر آپ بھی ادھر موجود ہوتے تو اسلام ختم ہو جاتا —— واقعی اسلام کمزور تھا تو کیا خلفاء ثلثہ نے اپنا خون دے کر اسلام کو توانا کر دیا معلوم نہیں میان سے تلوار بھی ان خانہ ساز بہادروں نے نکالی تھی یا نہیں؟ کسی کی نکسیر بھی ان کے ہاتھوں پھوٹی ہو تو بتا دیجئے؟ —— دشمن کی طرف بھاگ جانے کیلئے نہیں آئے تھے

اگر زبردستی لائے جاتے تو بھاگنے کا سوال بھی پیدا ہوتا ان لوگوں نے تو کاہن کی باتوں پر اسلام قبول کیا تھا پھر کیوں جاتے اسلام لانے کے بعد معاشی حالت پہلے سے کچھ اچھی ہی تھی آگے ترقی کی امیدیں بھی تھیں۔

(۲)۔ ["آخر نفاق کا تقاضا تو اسلام کی شکست ہی سے پورا ہو سکتا تھا کیا جن خلفائے سارے جہان کو اسلام دیا وہ خود کافر تھے لاکھوں بت توڑے وہ خود بت پرست تھے پندرہ ہزار سے زائد اللہ کے گھر (مساجد) بنوائے اپنا دل اللہ کا گھر نہ بنا سکے"]

نفاق کا تقاضا اسلام کو شکست دینا ضرور تھا۔

مگر اس طرح کہ کسی کو محسوس بھی نہ ہو سکے لیبل اسلام کا رہے اور مال کفر کا چنانچہ ان کا پھیلا ہوا اسلام جہاں جہاں ہے وہ مسخ شدہ ہے۔ بتوں کو توڑنے سے بت پرستی ختم نہیں ہوتی اکثر بت پرستی کے لیے بت توڑے بھی جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بت محض مجسمہ ہی کا نام نہیں ہے خواہشات انسانی بھی بت ہوا کرتی ہیں، سیم و زر بھی بت ہوتے ہیں ——— سجدوں کے بنوانے سے بھی دلیل نہیں لائی جا سکتی اس لیے کہ یہی امور تو "لیبل" تھے اگر ان کو بھی چھوڑ دیتے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جاتا پھر تو کفر و اسلام ہوتا ——— اگر شہنشاہ اکبر مندروں کے تعمیر کے باوجود مسلمان رہ سکتا ہے تو پھر سجدوں کی تعمیر کے باوجود سجدوں کے بنوانے والے منافق ہو سکتے ہیں اس پر استعجاب باعث تعجب ہے۔

[نہ اردلی نہ نوکر نہ محل نہ باغ نہ گھوڑا نہ گاڑی نہ زینت نہ ٹھاٹھ سوکھی ٹی

خاک کا بستر .... مشاہرہ صرف چالیس درہم یعنی پاکستانی اٹھ روپے بارہ آنے ماہوار"]

واقعی اس حالت کو سن کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی راحت و آرام نصیب نہ ہو سکا اسے شومئی قسمت کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے لیکن یہ خیال کر کے ذرا تسکین ہوتی ہے کہ ممکن ہے کہ بظاہر مشاہرہ کی یہ رقم معین کر لی ہو ورنہ اصل کچھ اور ہے اور یہی خیال درست بھی ہے ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور۔

"جب حضرت عمر کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمر سے فرمایا کہ دیکھو مجھ پر کس قدر قرض ہے۔ لوگوں نے اس کا حساب کیا تو چھیاسی ہزار نکلا (بخاری صفحہ ۱۶ جزء خامس طبع اول مطبعۂ خیریہ سنہ ۱۳۲۰ھ و تاریخ خمیس صفحہ ۲۷۰ ج ۲ ط عامرہ عثمانیہ سنہ ۱۳۰۲ھ و تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳ و ریاض النضرہ ج ۲ ط مصر صفحہ ۲۰)

تاریخ الخلفاء میں اتنا مزید ہے کہ جب خزانچی قرض یاد دلاتا تو عمر صاحب اس سے حیلہ فرماتے تھے ——— اب سمجھ میں بات نہیں آتی کہ

["نہ اردلی نہ نوکر نہ باغ نہ گھوڑا نہ گاڑی نہ زینت نہ ٹھاٹھ سوکھی روٹی خاک کا بستر"]

پھر یہ چھیاسی ہزار کی معتد بہ رقم کیا ہوئی اور کس مد میں خرچ کی؟ علامہ شبلی صاحب فرماتے ہیں کہ

"حقیقت یہ ہے کہ عمر پر چھیاسی ہزار کا قرض ضرور تھا لیکن وہ اس طرح ادا کیا گیا کہ ان کا مسکونہ مکان بیچ ڈالا گیا جس کو امیر معاویہ نے خریدا"

(الفاروق حصہ ا ص ۱۶۲)

قرض یقینی ہے وہ سوال ہمارا اپنی جگہ رہا کہ آخر یہ رقم حضرت عمر نے کس راستہ اڑائی؟ اب رہ گئی ادائیگی کی صورت اس کے لیے یہ بیان کیا گیا ہے کہ معاویہ نے خریدا تھا مگر عقل میں بات نہیں آتی کہ سوکھی روٹیوں کا کھانے والا اور خاک کو بستر بنانے والا ایسا مکان اس کو ملا کہاں سے جس کی قیمت چھیاسی ہزار ہو عمر صاحب کی خاندانی جائداد بھی اس قدر نہیں تھی برق صاحب فیصلہ کیجئے۔

قرض معمولی نہیں چھیاسی ہزار ہے مگر کسی روایت میں تفصیل نہیں ملتی کہ درہم قرض لیا یا دینار مگر حضرت عمر صاحب کی پریشانی بتاتی ہے کہ درہم قرض نہیں لیا تھا بلکہ چھیاسی ہزار دینار قرض لیے تھے چنانچہ عمر صاحب فرماتے ہیں کہ ان وفی مال آل عمر فادہ من اموالھم والا فاسئل فی بنی عدی فان لم تف اموالھم فاسئل فی قریش (حوالہ بالا)

اگر آل عمر ادا کر سکے تو ادا کر دے ورنہ بنو عدی سے سوال کرنا اور اگر ان کا مال بھی کفایت نہ کرے تو پھر قریش کے لوگوں سے سوال کرنا کہ ادا کر دیں" اب خیال کیجئے کہ ہندوستانی سکہ رائج الوقت کے حساب سے حضرت عمر صاحب تقریباً گیارہ لاکھ اٹھا ہزار کے قرضدار تھے۔ فرمائیے یہ قرض کس نے ادا کیا اور کہاں سے ادا کیا گیا اور سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ یہ رقم کس مد میں خرچ کی گئی ہے جناب عالی اسی ٹھاٹھ کے لیے اسی علیش و آرام کے لیے تھوڑے دنوں برائے نام مصیبتوں کا ہار اپنے گلے میں ڈالے رہے فدک کیوں غصب کیا گیا تھا راز اب کھلا۔

برق صاحب چالیس درہم مشاہرہ کا فرماتے ہیں اب علامہ شبلی کیا فرماتے ہیں۔

سنئے "فوجی روزینہ داروں میں جب بدریئین کے لیے تنخواہیں مقرر ہوئیں تو اور لوگوں کے ساتھ پانچہزار درہم ان (فاروق) کے بھی مقرر ہو گئے"

(الفاروق ج ۲ صہ ۱۵۰)

اس پانچہزار درہم کے علاوہ وہ قرض ہے جس کا تذکرہ اوپر ہوا اب سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب روپیہ کدھر جاتا تھا؟

["اگر تمام صحابہ کو مرتد قرار دیا جائے تو یہ قرآن صحیح ہو ہی نہیں سکتا"]

کیا برق صاحب بتائیں گے کہ کیوں؟ کیا ان خلفاء نے قرآن کو صحت بخشی ہے؟ اس کے علاوہ ہم تمام صحابہ کو مرتد کہاں بتاتے ہیں جو مرتد ہیں بس انھیں کو مرتد کہتے ہیں۔ طبری اور امام بخاری وغیرہ بھی تو ارتداد صحابہ کے قائل ہیں اسمیں صرف ہمیں کو مورد طعن کیوں بنایا جاتا ہے۔

ایمان خلفاء پر قرآن کی شہادت

بدر کے قیدیوں کے متعلق ابوبکر نے رائے دی تھی کہ یہ سب اپنے ہی بھائی بند ہیں لہذا فدیہ لیکر چھوڑ دیجئے اور عمر نے رائے دی تھی کہ قتل کر دیجئے اس موقع پر آنحضرت نے فرمایا

["فمثلك یا ابابکر مثل ابراھیم اذ قال فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانك غفور رحیم ومثلك یا عمر مثل نوح اذ قال رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا اے ابوبکر تم ابراہیمؑ کی طرح نرم دل ہو ابراہیمؑ نے کہا تھا کہ جو شخص مجھے مانے گا وہ میرا بن جائیگا اور رہا نافرمان تو اے رب تو تو غفور رحیم ہے اور اے عمر تم نوحؑ کی طرح

سخت گیر ہو نوح نے کہا تھا اے رب اس زمین پہ ایک کا فر زندہ نہ رہنے پائے

(غوالی اللالی")

علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں " اس معرکہ میں مخالف کی فوج میں جو لوگ زندہ گرفتار ہوئے ان کی تعداد کم وبیش ستر تھی اور ان میں سے اکثر قریش کے بڑے بڑے معزز سردار تھے ...... اس بنا پر یہ بحث پیدا ہوئی کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ...... رسول اللہ نے تمام صحابہ سے رائے لی اور لوگوں نے مختلف رائیں دیں حضرت ابو بکر نے کہا کہ یہ اپنے ہی بھائی بند ہیں اس لیے ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے حضرت عمر نے اختلاف کیا اور کہا کہ اسلام کے معاملہ میں رشتہ اور قرابت کو دخل نہیں ان سب کو قتل کر دینا چاہیئے اور اس طرح ہم میں سے ہر شخص اپنے عزیز کو آپ قتل کر دے علی عقیل کی گردن ماریں حمزہ عباس کا سر اڑا دیں اور فلاں شخص جو میرا عزیز ہے اس کا کام میں تمام کر دوں آنحضرت نے شان رحمت کی اقتضاء سے حضرت ابو بکر کی رائے پسند کی کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے اس پر آیت نازل ہوئی ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض کسی پیغمبر کے لیے یہ زیبا نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ خوب خونریزی نہ کرے (الفاروق ص۲۲)

مطلب یہ ہوا کہ اللہ کو آنحضرت کی رائے بھی پسند نہیں ہوئی مگر علامہ ابن اثیر اس کے برعکس واقعہ بتاتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ

"قیدیوں کے بارے میں حضرت رسولخدا ابو بکر و عمر و علی سے مشورہ کر رہے تھے تو حضرت ابو بکر نے فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی اور حضرت عمر نے قتل کر دینے کی رائے دی حضرت رسولخدا بھی قتل

کر دینے ہی کی طرف مائل تھے تو خدا نے یہ آیت نازل کی۔

(تاریخ کامل ج ۲ صلا مطبوعہ ذات التحریر ۱۳۰۳ھ)

ان دو محققین و مورخین اہلسنت کے اقوال اور باہم ان کا تضاد ملاحظہ فرمائیے۔

ہماری جن کتابوں میں یہ روایتیں ہیں وہ محض نقل کی حیثیت سے ہیں۔ تفسیر مجمع البیان ہو منہج الصادقین ہو یا غوالی اللالی ہو یہ وہی روات ہیں جنکو علما امامیہ مجروح سمجھتے ہیں اور ان کی روایتوں کو قابل عمل نہیں جانتے چونکہ ہمارے یہاں چند کتابیں ایسی ہیں جو اسی لیے لکھی گئی ہیں تاکہ ہر خشک و تر ایک موضوع پر یکجا مل جائے اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم اس کو قبول بھی کرتے ہیں حقیقۃً یہ خرافات برق صاحب کے گھر کے ہیں علما امامیہ نے من وعن ان کو نقل بھی کر دیا اور چونکہ نقل قول کو کسی پر حجت بنا کر پیش نہیں کیا جا سکتا لہذا آپ بھی اس کے مجاز نہیں ہیں ہاں اگر امامی راوی نے اس کی روایت کی ہوتی تو آپ کو حق تھا کہ اس قول سے آپ استدلال فرماتے لیکن انشاءاللہ ایسی کوئی روایت آپکو نہ مل سکے گی عائشہ صاحبہ ابوہریرہ ابن عمر سدی ثعلبی ابن ابی حاتم ابن مردویہ وغیرہ کی روایتیں اگر ہماری کسی کتاب میں مل جائیں تو یہ نہ خیال کیجیے کہ اس کو صحیح سمجھ کر لکھا ہے اس قسم کی روایتوں کو تعریضاً مذاق اڑانے کے لیے جمع کر دیا ہے "نقل کفر کفر نہ باشد" لہذا اگر غوالی اللالی میں وہ حدیث آپ کو مل گئی تو پہلے یہ دیکھئے کہ اس کا راوی کون ہے اور راوی ہی کے ذریعہ اس کی شناخت ہو گی کہ یہ روایت آپ کے گھر کی ہے یا ہمارے گھر کی محترم برق صاحب تحفۂ اثناعشریہ باب ہفتم صہ ۳۳۶ ملاحظہ فرمائیے آپ کو ملے گا کہ در احادیث صحیحہ اہل سنت تشبیہ

ابوبکر با ابراہیم وعیسیٰ و تشبیہ عمر بنوح و موسیٰ .... مروی شدہ، یعنی اہلسنت کی صحیح حدیثوں میں ابوبکر تشبیہ ابراہیم وعیسیٰ اور عمر کی تشبیہ نوح و موسیٰ سے مروی ہے۔

کم از کم آپ کو اتنا تو اقرار کرنا ہی ہوگا کہ آپ کی پی ایچ ڈی کی ڈگری کے باوجود عبدالعزیز شاہ صاحب آپ سے قابل تھے خصوصاً فرقہ امامیہ پر بیجا اور غلط اعتراض والزام کے سلسلہ میں شاہ صاحب سے آگے آج تک کوئی بڑھ ہی نہیں سکا انھوں نے متقدمین و متاخرین ہر ایک کا ریکارڈ توڑ دیا ہے ایسے فاضل متعصب سے یہ کب ممکن تھا کہ اس سلسلہ میں ہم پر اعتراض نہ کرتے لیکن چونکہ حدیث تشبیہ ابوبکر با ابراہیمؑ و حدیث تشبیہ عمر بنوحؑ اہلسنت کا وہ خاصہ تھا جسے شاہ صاحب ہماری طرف منسوب نہ کرسکے لہذا غوالی اللآلی کی حدیث (جو محض نقل ہے) سے آپ کا استدلال درست نہیں ہوسکتا چونکہ آپ کے ہاں ان خرافات کو احادیث صحیحہ کہا گیا ہے لہذا آپ سے گذارش ہے کہ ذرا جناب ابراہیم و نوح علیہما السلام کے حالات اور ابوبکر و عمر صاحبان کے حالات میں مطابقت تو کیجئے شائد نتیجہ میں آپ کو پڑھنا پڑے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

۲۔ "اگر آج آسمان سے عذاب نازل ہوتا تو عمر بن خطاب اور سعد بن معاذ کے سوا کوئی نہ بچتا" :- یہ روایت آپ کی ہے ہم نے محض نقل کیا ہے لہذا اتنا تو بتا دیجئے کہ کیا عذاب معاذ اللہ آنحضرت پر بھی آجاتا؟ خیر رسول کو آپ نے رسول ہی کب جانا آپ یہ بتا دیجئے کہ یہ ابوبکر صدیق کہاں چلے جاتے؟ یقیناً معذب شخص

جنت میں نہیں جاتا تو کہئے کہ آپ کے ابو بکر صدیق صاحب بھی غلط مشورہ کی وجہ سے جہنم کی ایندھن بنتے لاحول ولا قوۃ کیسا مذہب ہے اور کیسا عقیدہ ہے۔

ان حضرات کی رائے و مشورہ کا وزن اور اہمیت کیا تھی ملاحظہ ہو۔

"کچھ قریش آنحضرت کے پاس آئے اور کہا اے محمد ہم تمھارے پڑوسی ہیں حلیف ہیں کچھ لوگ ہمارے غلاموں میں سے تمھارے پاس بھاگ آئے ہیں جن کو نہ دین میں رغبت ہے اور نہ فقہ میں بلکہ وہ ہمارے کھیتوں اور مالوں میں سے بھاگ کر آئے ہیں لہذا آپ انھیں واپس کر دیجئے آنحضرت نے ابو بکر صاحب سے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو (ابو بکر نے) کہا (قریش) سچ تو کہتے ہیں یہ آپ کے جوار بھی ہیں اور حلیف بھی (یہ کلام سن کر) حضرت کا چہرہ متغیر ہو گیا (پھر) عمر سے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو انھوں نے بھی کہا کہ (قریش) سچ کہتے ہیں وہ جوار بھی ہیں اور حلیف بھی (اور پھر آنحضرت کا) چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا اے گروہ قریش خدا کی قسم تم پر برانگیختہ کرے گا خدا اس شخص کو جس کے قلب کا اس نے ایمان کے سلسلہ میں امتحان کر لیا ہے وہ تم لوگوں کو دین پر مارے گا ابو بکر بولے یا رسول اللہ میں ہوں کہا نہیں عمر بولے میں کہا نہیں لیکن وہ شخص ہے جو نعل درست کر رہا ہے اور اس کے قبل علی کو جوتیاں درست کرنے کو دی تھیں۔

(ازالۃ الخفا از ولی اللہ دہلوی ج ۲ ص ۲۵۶)

(۱) ابو بکر و عمر صاحبان نے منشاء پیغمبر کے خلاف غلط رائے دی اور کفار قریش کے قول کی تصدیق کی اور اس تصدیق کے فوائد کفار قریش سے مخصوص تھے اگر خدا و رسول والی کہتے تو کبھی آنحضرت کے چہرہ کا رنگ (غصہ) سے متغیر نہ ہوتا۔

(۲) ان حضرات کی رائے کے مطابق اسلام کے جاں نثاروں کو پھر کفار قریش کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے جائیں اور ان بزرگوں کو راحت ملے۔

(۳) ان حضرات کی رائے غلط ہوا کرتی تھی اللہ و رسول کی نظر میں جس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

(۴) انسان آدمی کا مزاج سمجھ لیتا ہے مگر افسوس کہ حضرت عمر اس وقت رسول کے چہرہ کے تغیر سے بھی کچھ نہ سمجھ سکے یا سمجھنے کے بعد عمداً رسول خداؐ کو غضبناک کرنا اچھا سمجھتے تھے۔

[" قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرۃ (ان دو افواج میں جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے آئیں، تمہارے لیے ایک نشان موجود تھا ان میں ایک اللہ کی خاطر لڑ رہی تھی اور دوسری کافر تھی) قرآن نے اس مسلم فوج سے خلفاء ثلاثہ کو مستثنیٰ نہیں کیا"]

(۱) ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں سرخی تو قائم کی تھی "ایمان خلفاء پر قرآن کی شہادت" اور دلیل پیش کر رہے ہیں اسلام خلفاء کی۔

ہائے رے بیچارگی تیرا خدا بھلا کرے

(۲) بظاہر دو گروہ تھے مسلم اور کافر لہذا قرآن مجید نے اس کا تذکرہ کر دیا ہاں اگر ایمان و اسلام میں فرق کرنا ہوتا تو ضرور ان حضرات کو علیحدہ کیا جاتا لیکن معاملہ تھا کفر و اسلام کا وہاں تو ایمان کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔

(۳) اتنا تو مسلم ہے کہ اصحاب نبی میں منافقین بھی تھے ورنہ سورۂ منافقون نازل ہی نہ ہوتا مگر ان منافقین کا بھی اس میں کوئی ذکر نہیں۔ جس طرح دوسرے منافقین کا ذکر نہیں ہوا اسی طرح چند مخصوص منافقین کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔

("خدائے تعالیٰ بدریاں را وعدہ مغفرت دادہ وایشاں را خطاب مستطاب اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ

(خلاصۃ المنہج) اللہ نے اہل بدر سے وعدہ مغفرت کیا اور ان سے فرمایا جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخشا")

برق صاحب کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ جس کتاب سے حوالہ پیش کر رہے ہیں وہ خلاصۃ المنہج ہے یا منہج الصادقین اصل یہ ہے کہ منہج الصادقین میں خشک وتر کو جمع کیا گیا ہے اور خلاصۃ المنہج میں ایسا نہیں کیا گیا ہے لہذا برق صاحب نے دھوکہ دینے کیلئے خلاصۃ المنہج کا نام تحریر کیا ورنہ یہ عبارت منہج الصادقین میں نقل کی گئی ہے۔ یہ اعتقاد برق صاحب کا ہے نہ کہ شیعوں کا چنانچہ ہمارے علماء نے وجیزہ اور فلک النجاۃ وغیرہ میں اس غلط حدیث کے تار و پود بکھیر دیئے ہیں تفسیر کبیر و تفسیر کشاف وغیرہ ملاحظہ ہو جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ عقیدہ حضرات اہلسنت کا ہے ہمارے علماء نے آپ کے مذہب کا مذاق اڑانے کیلئے نقل کیا تھا۔ نقل کفر کفر نباشد، برق صاحب کو معلوم ہے کہ جہاں حدیث قرآن کے مطابق نہ ہو اس کو ٹھکرا دیا جائے گا مگر اس وقت مخالف قرآن حدیث کو سینے سے لگائے ہیں معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی طرف دنیا کو دعوت دینے والے کا

خود ہی قرآن پر ایمان نہیں ہے رسول کے لیے ہے کہ لئن اشرکت لیحبطن عملک اور بدریوں کو یہ آزادی کہ جو چاہو کرو لا حول ولا قوۃ ۔

[" جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد سات سو کے قریب تھی اور دشمنوں کی تین ہزار چنانچہ مسلمانوں کے دو گروہ گھبرا سے گئے اور حوصلہ ہارنے لگے اگر خلفا ثلثہ کو ان حوصلہ ہارنے والے گروہوں میں شامل کر دیا جائے تب بھی وہ اللہ کی نصرت و حمایت سے محروم نہیں رہتے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی نصرت اہل ایمان ہی کو نصیب ہوتی ہے "]

برق صاحب اس طرح کلام کرنے لگے جیسے تھکا مسافر رک رک کر راہ چلے ارشاد ہوتا ہے کہ " اگر خلفا ثلثہ کو ان گھبرانے والے گروہوں میں شامل کر دیا جائے "۔ یعنی ایسا بادل ناخواستہ کریں گے ان کے نزدیک خلفا کا گھبرانا حقیقت نہیں ہے مولانا صرف گھبرائے ہوتے تو ملامت نہ ہوتی مگر یہاں تو صورت حال یہ تھی کہ

" رسول کو چھوڑ کر بھاگے تو پھر تین روز کے بعد واپس ہوئے فقال رسول اللہ صلعم لقد ذھبتم فیھا عریضۃ تم بہت دور نکل گئے "

(طبری ج ۳ صہ ۲۱ ط مصر تفسیر کبیر ج ۳ صہ ۱۰)

اب آپ ہی فرمائیے کہ جب گھبراہٹ نے ثبات قدم کا خاتمہ کر دیا اور ان حضرات کو بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا تو پھر نصرت کیونکر ہوئی کیا فرار کو بھی نصرت ہی کہا جائے گا؟

معاف کیجئے گا اسی جنگ میں حضرات ثلثہ کے فرار سے کچھ لوگ ان کے

کفر پر استدلال کرتے ہیں اور ان کا استدلال اتنا زبردست ہے کہ کسی صورت سے اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت علی سے رسول خدا نے دریافت فرمایا کہ تم کیوں نہ بھاگنے والوں کے ساتھ گئے تو حضرت علیؑ نے اس کا جواب دیا کہ اکفر بعد الایمان کیا میں ایمان لانے کے بعد کافر ہو جاتا؟ یعنی جناب امیرؑ کا یہ خیال تھا کہ جو ایمان لانے کے بعد غزوہ سے فرار کر گیا وہ کافر ہو گیا اور آنحضرت کا یہ سن کر خاموش رہ جانا اور اس کلام کو رد نہ کرنا جس کو اصطلاح میں "تقریر" کہتے ہیں حجۃ اور دلیل ہے اس امر کی کہ بھاگ جانے والے کافر ہو گئے اور چونکہ یہ فعل صحابہ سے خصوصاً ثلثہ صاحبان سے بار بار عمل میں آیا ہے لہذا اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ایک مرتبہ معاف کر دیا گیا تھا مگر بار بار تو معاف نہیں کیا گیا لہذا مومن نہیں ہو سکتے۔ اس بحث کو ہم آگے بڑھانا نہیں چاہتے لیکن اتنا ضرور عرض کریں گے کہ تقاضائے غیرت کے خلاف ہے کہ ان مقامات کو مقام فخر میں پیش کیا جائے جہاں حضرات خلفاء ثلثہ نے کمال جرأت سے اللہ کے رسول کو تنہا چھوڑ دیا اور رسول کے بار بار آواز دینے پر بھی مڑ کر نہ دیکھا محترم برق صاحب نے ہم کو اس جگہ پہنچا دیا ہے جس منزل سے ہم چاہیں تو الفاظ کے آئینہ میں ان حضرات کی وہ تصویر پیش کر دیں جس میں ناظرین میدان احد اس کی پہاڑی اور ان حضرات کو دیکھ سکتے ہیں لیکن ہم ان چیزوں سے گریز کر کے صرف ایک واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں تاکہ نصرت و حمایت اور ایمان کی حقیقت واضح ہو جائے۔

"انس بن نضر انس بن مالک کے چچا نے دیکھا کہ عمر بن خطاب اور طلحہ بن عبید اللہ مع دیگر مہاجرین و انصار چپ چاپ ہاتھ پہ ہاتھ رکھے ہیں تو انس نے پوچھا کہ

کیوں بیٹھے ہو ان لوگوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ تو قتل ہو گئے (لہٰذا اسلام کا قصہ بھی تمام ہو گیا) انس نے کہا کہ پھر تم (لوگ) بھی اسی راہ میں مر جاؤ جس میں رسول خدا نے وفات پائی اس کے بعد انس (تنہا) گئے مقاتلہ کیا اور شہید ہو گئے۔"

(تاریخ خمیس ج ۱ ص ۴۳۸ مطبوعہ عامرہ عثمانیہ ۱۳۰۲ھ)

جن لوگوں کو انس بن نضر نے چھوڑا تھا وہ کدھر گئے اور کیا کرتے رہے ان کے ارادے کیا تھے اپنے اوپر سورہ رحمٰن دم کر کے سنیئے۔

قال بعض المسلمین لیت لنا رسولا الی عبد اللہ بن ابی فیاخذ لنا امانا من ابی سفیان (تاریخ خمیس ج ۱ ص ۴۸۹)

بعض مسلمان کہتے تھے کاش ہم کو ایک قاصد ملتا کہ اس کو عبد اللہ بن ابی کے پاس بھیجتے تاکہ وہ ہمارے لیے ابو سفیان سے امان حاصل کرے۔

محترم برق صاحب فرمائیے "بعض المسلمین" کونسی ذی اقتدار ہستیاں تھیں؟ یہ ابو سفیان سے امان کیوں طلب کر رہے ہیں؟ اسلام و ایمان کی حقیقت ملاحظہ فرمائیے سر فہرست حضرت "فاروق" کا نام نامی کتنا جلی معلوم ہوتا ہے ایسے مسلمان اگر زمین کے چپے چپے پر مسجد تعمیر کر وا دیں تو ان کو کیا اجر ملے گا یہی سیاست تھی جس نے ان کو مشہور کر رکھا ہے یقین جانئے ابو جہل و ابو لہب اس امر میں قابل تعریف ہیں کم از کم وہ قائم تو رہے و لو باطل پر مگر ان لوگوں کو کیا کہئے گا جو کہیں رکھتے ہی نہیں تھالی کے بینگن کبھی ادھر کبھی اُدھر۔

["حضور نے مسلمانوں سے بیعت لی اور عثمان کی طرف سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے ..... (روضہ کافی)

جو لوگ آج تم سے بیعت کر رہے ہیں ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے (الآیہ)
.... اللہ مسلمانوں سے کتنا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے
بیعت کر رہے تھے .... (الآیہ) ان آیات نے واضح ہوا کہ خلفاء ثلاثہ
مومن تھے")

عمر کی مخالفت اور بیعت الرضوان کی حقیقت

حلبیس، عروہ اور خراش کا ارسال

جمی حیب مغیرہ نہ ہوا تو.

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر بن خطاب کو طلب فرمایا تاکہ انکو اشراف قریش کے ہاں روانہ فرمائیں اور (عمر) صلح کا پیغام دیں عمر بولے یا رسول اللہ مجھ کو قریش سے اپنی جان کا خوف ہے اور اس وقت میرے قبیلہ بنی عدی کا کوئی آدمی بھی وہاں نہیں ہے جو میری مدد کر سکے قریش کے ساتھ میری سختی اور دشمنی سے بھی آپ واقف ہیں لیکن اپنے سے زیادہ معزز آدمی اس کام کیلئے بتا سکتا ہوں اور وہ عثمان بن عفان ہیں (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ طبع مصر ص۱۵۶)

محترم برق صاحب ارشاد فرمائیں کہ رسول کریم ؐ کی موجودگی میں جس کی شجاعت کا یہ عالم ہے وہ بعد میں کیا کرے گا؟ اگر اللہ و رسول اور دین کی محبت ہوتی تو اس حیلہ کی قطعاً کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ حضرت عمر کے انکار اور مخالفت کے بعد عثمان صاحب روانہ کیے گئے واپس آنے میں تاخیر ہو گئی اور پھر یہ خبر گشت کر گئی کہ وہ قتل کر دیے گئے ان رسول اللہ قال حین بلغہ ان عثمان قد قتل لا نبرح حتی نناجز القوم فدعا رسول اللہ صلعم الی البیعۃ

فکانت بیعۃ الرضوان تحت الشجرۃ" جب قتل عثمان کی خبر ملی تو حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ میں عثمان کے خون کا بدلہ لیے بغیر نہیں رہ سکتا اس کے بعد آپ نے تمام لوگوں کو بیعت کیلئے بلایا پس ایک درخت کے نیچے بیعت رضوان ہوئی" لیکن کیا برق صاحب نے اس پر بھی کبھی غور فرمایا کہ یہ بیعت کیوں لی گئی تھی سنئے "کان جابر بن عبد اللہ یقول ان رسول اللہ صلعم لم یبایعنا علی الموت ولکن بایعنا علی ان لا نفر (سیرۃ ابن ہشام ج ۳ طبع مصر ص ۱۵۴)

جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ لوگوں سے رسولخدا نے اس امر پر بیعت نہیں لی تھی کہ مر ہی جائیں بلکہ اس امر پر بیعت لی تھی کہ ہم بھاگیں گے نہیں۔ ضرورت تو تھی کہ صرف بھاگ جانے والوں سے بیعت لی جاتی لیکن چونکہ ان بیچاروں کی بہت زیادہ بے عزتی ہوتی لہذا رحیم و کریم پیغمبر نے سب سے بیعت لی مگر شرط یہی رہی کہ "بھاگنا نہیں" لیکن کیا ہر ایک بیعت کا کرنے والا اپنے عہد و پیمان پر باقی رہا جنگ خیبر کے واقعات پڑھ لیجئے کم از کم ان لوگوں کے نام بھاگنے والوں میں تو مل ہی جائیں گے جن کے ایمان پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔

بیعت رضوان کی فضیلت سے ہم کو بھی انکار نہیں اور یقیناً اللہ اس بیعت پر خوش ہوا لیکن ناکثین بیعت اس بیعت پر کیوں کر فخر کر سکتے ہیں۔

عن العلا بن المسیب عن ابیہ قال لقیت برا ابن عازب رض فقلت طوبی لک صحبت النبی صلعم و بایعتہ تحت الشجرۃ فقال یا ابن اخی انک لا تدری ما احدثناہ بعدہ

(صحیح بخاری بحوالہ تاریخ احمدی ص ۵۳)

علاء بن مسیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے براء بن عازب رضؓ سے ملاقات کی اور کہا کہ خوشا حال تم لوگوں کا کہ پیغمبر اسلام کی صحبت پائی اور بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا براء نے کہا (ہاں مگر) اے بھتیجے یہ بھی جانتے ہو کہ ہم لوگوں نے آنحضرت صلعم کے بعد کیا احداث کیا" فرمائیے اس نکث بیعت اور احداث کے بعد بیعت رضوان کا ان لوگوں کے لیے کیا شرف رہ جاتا ہے اور یہی احداث تو وہ ہے جس کی خبر پیغمبر اسلام نے جنگ احد میں حضرت ابوبکر کو دی تھی کہ میرے بعد نہ جانے کیا کیا احداث کروگے۔ لہذا اب بیعت رضوان کا نام بھی لینا آپ کیلئے باعث شرم ہونا چاہیئے اس لیے کہ اس پر فخر تو تب درست تھا جب نکث بیعت نہ ہوتا مگر نکث بیعت اور احداث کے بعد صرف شرم حصہ میں آنی چاہیئے مگر افسوس کہ شرم و غیرت کا پتہ ہی نہیں ملتا۔

برق صاحب اگر کوئی دشمن میرے کافر غلام کو قتل کردے تو میری غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ میں اس کا بدلہ لوں چنانچہ دنیا میں ہمیشہ ایسا ہی ہوا کیا ہے بلکہ زمانہ جاہلیت اور خود عہد اسلام میں اس پر بہت سختی سے عمل ہوتا تھا اگر خیمہ پر ایک ٹڈی آکر بیٹھ جاتی تھی تو کوئی اس کو پکڑ نہیں سکتا تھا اس لیے کہ اس کو اپنی پناہ میں سمجھا جاتا تھا لہذا اگر اس کو گزند پہنچایا گیا تو نیاموں سے تلواریں باہر آجائیں گی پیغمبر اسلام نے بعض یہود و نصاریٰ سے جو عہد و میثاق کر لیے تھے اس میں یہ بھی تھا کہ جو کافر آنحضرت کی حفاظت میں زندگی بسر کر رہا ہے اس کو نہ کوئی قتل کر سکتا تھا اور نہ اس کے مال کو نقصان پہنچا سکتا تھا مگر اس کے باوجود حفاظت پیغمبر میں رہنے والے کافر کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا عثمان صاحب تو

پھر بھی مسلمان تھے اور ایسی صورت میں کفار ان کو قتل کر دیتے اور پیغمبر اسلام اس خون کا بدلہ نہ لیتے حفاظت پیغمبر میں رہنے والے کافر کے خون کے ذمہ دار جب آنحضرت ہو سکتے ہیں تو پھر خون عثمان تو بہر حال مسلمان کا خون کہا جاتا تھا لہذا اس خون کا بدلہ اور عوض لیا جا سکتا ہے اور اسی لیے بیعت لی گئی کہ خون عثمان کا بدلہ لیا جائے گا لہذا عہد کرو کہ تم لوگ بھاگو گے نہیں روضہ کافی کا ترجمہ بھی غلط کیا گیا ہے اصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں سے بیعت لی (اس طرح پر کہ) اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا عثمان کے لیے" اس میں مدح عثمان کا کیا پہلو نکالا جا سکتا ہے اگر حفاظت پیغمبر میں رہنے والا کوئی کافر قتل کر دیا جاتا تو بھاگنے والوں سے اسی عنوان سے تو بیعت لی جاتی کہ فلاں کافر کے خون کا عوض لینا ہے اس کیلئے بیعت کرو کہ راہ فرار نہ اختیار کرو گے۔ آخر اس میں عثمان صاحب کی کیا تعریف ہو گئی حقیقۃً خون عثمان کی قیمت کچھ نہ تھی بلکہ چونکہ ایسی صورت اگر رہ گئی ہوتی تو وہ اسلامی خودداری و غیرت کو چیلنج تھا جس کو بہر حال قبول کر کے مقابلہ پہ تیار رہنا تھا۔

[فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین الآیہ (ترجمہ- رسول اور اس کے اصحاب پر تسکین نازل کی]

اس آیت سے خلفاء ثلثہ کے ایمان پر سند لانا عقلمندی کے خلاف ہے ناظرین کرام برق صاحب کی علمی چوری اور خیانت ملاحظہ فرمائیں مومنین کا ترجمہ "اصحاب" کیا جا رہا ہے نہ معلوم کس قاعدہ کی رو سے ایسا کیا ہے۔

برق صاحب اگر چاہتے تو مومنین کا ترجمہ مومنین ہی کرتے اور یہ ثابت کرتے

کہ اسی فہرست میں حضرات خلفاء ثلثہ بھی ہیں مگر ان کو خود بھی ان کے ایمان میں شک معلوم ہوتا ہے لہذا " اصحاب " ترجمہ کیا "

ہماری عرض یہ ہے کہ پہلے ان کو مومن ثابت کر دیا جائے تو یہ آیت ان کیلئے پڑھی جائے۔

[" اللہ نے ان مسلمانوں سے جو حضور صلعم کے ساتھ تھے تین وعدے کئے تھے اول یہ کہ انھیں حکومت عطا فرمائے گا دوم یہ کہ ان کے دین کو استحکام بخشے گا سوم یہ کہ انھیں طاقتور بنا دے گا کہ دیگر اقوام کی یورشوں سے بے خطر ہو جائیں گے یہ تینوں وعدے خلفاء اربعہ کے عہد میں پورے ہوئے انھیں حکومت ملی اسلام جزیرۂ عرب کی حدود سے نکل کر ایران عراق شام مصر ایشائے صغیر ترکستان اور افغانستان تک پھیل گیا اور مسلمان اس قدر طاقتور بن گئے کہ کسی قوم کو ان کی طرف نگاہ تک اٹھانے کی جرأت نہیں ہوتی .... "]

اگر برق صاحب سے سوال کیا جائے کہ یہ وعدہ کہاں ہے تو وہ یہی آیت پیش کریں گے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم الایہ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم امت محمدیہ میں سے مومنین صالحین سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اس نے انھیں زمین میں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور اس دین پر انھیں قدرت و تمکین عطا کرے گا جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیگا وہ میری عبادت کرنے والے ہیں اور کسی کو میرا شریک نہیں بناتے

اور اس کے بعد جو انکار کرے وہی فاسق ہے۔

اللہ نے تین نہیں بلکہ چار وعدے فرمائے ہیں ناظرین شمار کریں دیکھئے ثلثہ کی محبت کتنے گل کھلاتی ہے۔

(۱) وعدہ امت محمدیہ کے مومنین صالحین سے ہے عاصی اور گنہگار لوگوں کو اس وعدہ سے کوئی لگاؤ نہیں لہذا پہلے خلفا ثلثہ کے مومن و کافر ہونے کا مسئلہ طے ہو جائے اور "تشئید المطاعن" کا جواب دیدیا جائے تو اس کے بعد اس آیت کے متعلق گفتگو کی جا سکتی ہے اور یہ قیامت تک ناممکن ہے لہذا اس آیت کا خلفا ثلثہ کی مدح سمجھنا میدان محشر تک ناجائز ہے۔

(۲) دوسرا امر یہ ہے کہ وہ خود خلیفہ بنائے گا برق صاحب قیامت تک یہ نہیں ثابت کر سکتے کہ خلفا ثلثہ کو اللہ نے خلیفہ بنایا تھا۔

حضرت ابوبکر صاحب عمر صاحب کی وجہ سے خلیفہ ہوئے اور عمر صاحب کو ابوبکر صاحب نے خلیفہ بنایا اور حضرت عثمان صاحب عبدالرحمن بن عوف کے ممنون کرم ہیں پھر ان خلافتوں کو الٰہی وعدہ سے کیا واسطہ؟

(۳) جو لوگ خلیفہ بنائے جائیں گے وہ ویسے ہی ہوں گے جو ان سے پہلے خلیفہ بنائے گئے تھے کیا آپ کو معلوم ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے خلیفہ بنایا وہ کیسے تھے؟ یوں تو سارے انبیا کو پیش کیا جا سکتا ہے لیکن لفظ خلیفہ کے ساتھ جناب آدم جناب داؤد اور جناب ہارون علیہم السلام کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے جناب آدم کیلئے ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ جناب داؤد کے لیے ہے یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض اور جناب ہارون کے لیے ہے

وقال موسیٰ لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی ــــــــــــ ان میں
سے کسی نے بت پرستی نہیں کی شرک نہیں کیا اور معصوم رہے لیکن خدا کے
فضل وکرم سے حضرات خلفا ثلثہ نے بت پرستی بھی کی شرک بھی کیا پھر
ان تک وعدہ الٰہی کیسے پہنچ گا جبکہ ابھی تک ان کا ایمان ہی ثابت نہیں
ہوا اور وعدہ ہے مومنین صالحین سے نہ کہ ظالمین اور منافقین سے ۔

(۴) یہ وعدہ الٰہی چالیس لاکھ مربع میل تک کا ہی نہیں ہے بلکہ اس میں
ساری زمین کا خلیفہ بنائے جانے کا وعدہ ہے جس طرح انی جاعل
فی الارض میں ساری زمین کی خلافت کا اعلان ہے اسی طرح لیستخلفنھم
فی الارض میں خلافت کا وعدہ ہے ۔ اگر یہ سارے وعدے خلفا ثلثہ
کے زمانے میں پورے ہوگئے تھے تو کیا یہ الٰہی وعدہ محض چند دنوں کیلئے
تھا؟ آج کے مومنین اور مسلمانوں کی حفاظت کا اللہ نے کوئی بندوبست
نہیں کیا آخر کیوں؟

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ " خلافت اسلامیہ کے تقرر کو پہلی خلافتوں سے اس
آیت میں تشبیہ دی گئی ہے پس پہلی خلافتیں اگر اجماع سے منعقد ہوئیں تو پھر خلافت
محمدیؐ بھی اجماعی ہونی چاہیئے اور اگر پہلی خلافتیں خدا کی طرف سے مقرر ہوئیں
ہیں (جیسا کہ واقعہ بھی ہے) تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ محمدیؐ خلافت اس حکم قرآن
کے خلاف مقرر کی جاسکے ۔ جن لوگوں کو اپنی خلافت پہ خود اعتماد اور بھروسہ ہو
ان کی خلافت ، وعدہ الٰہیہ سے متعلق کیوں سمجھی جائے ملاحظہ ہو ملا طاہر گجراتی
کی مجمع البحار ص۳۶ ایک اعرابی نے ابوبکر صاحب سے سوال کیا انت خلیفہ

رسول اللہ صلعم فقال لا قال فما انت قال انا الخالفۃ - کیا تم اللہ کے رسول کے خلیفہ ہو ابوبکر نے کہا میں خلیفہ نہیں ہوں سائل نے پوچھا پھر آپ کیا ہیں ؟ کہنے لگے میں خالفہ ہوں ابن اثیر نہایہ میں تشریح فرماتے ہیں کہ خالفہ وہ ہوتا ہے جس سے امور دین و دنیا میں لوگ بے نیاز ہو سکیں اور اس میں خیر و برکت نہ ہو۔

عمر صاحب فرماتے ہیں کہ واللہ ما ادری خلیفۃ انا ام ملک (تاریخ الخلفا ص ۱۳۹) خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں کیا ہوں آیا خلیفہ ہوں یا بادشاہ ـــــــ

برق صاحب کیا انھیں لوگوں کی خلافت کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔

[" اس آیت میں وعدوں کے ساتھ ایک پیش گوئی بھی ہے کہ وہ لوگ میری ہی عبادت کریں گے .... تاریخ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ خلفاء اربعہ نفس آخریں تک صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے رہے "]

وعدہائے الہی کے متعلق ہم عرض کر چکے حضرات خلفا ثلثہ صرف اللہ کی مخالفت میں نفس آخریں تک منہمک رہے اس کے خلاف کچھ کہنا تاریخ کو منھ چڑانا ہے ذیل میں ہم ایک مختصر فہرست خلفا ثلثہ کے افعال کی پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صاحب کا اعمالنامہ

(۱) متعدد غزوات سے فرار کیا۔ (۲) انتخاب خلافت میں نصوص قطعیہ اولہ عقلیہ اور براہین قاطعہ کو ٹھکرا کر خود خلیفہ بن بیٹھے جبکہ انھیں اقرار بھی تھا کہ علیؑ کی موجودگی میں میں اس عہدہ کا ہرگز سزاوار نہیں ہوں۔

(۳) جیش اسامہ سے تخلف کر کے لعن رسول کے مستحق ہوئے (۴) صحابی رسول مالک بن نویرہ کے قاتل اور ان کی زوجہ سے زنا بالجبر کے مجرم خالد بن ولید کو بجائے تعذیر وسزا کے "سیف اللہ" کا بے بنیاد اور غلط لقب دیکر احکام شرع کو معطل اور خدا ورسول کو ناراض کیا ——— (۵) نبی کی بے غسل وکفن لاش کو چھوڑ کر سقیفہ میں اپنی باطل نواز خلافت کا سنگ بنیاد رکھنے میں مصروف ہوئے ——— (۶) بنت رسول کا حق غصب کیا جس سے فاطمہ زہراؑ ایسی ناراض ہوئیں کہ جنازہ پر آنے سے منع فرما دیا وغیرہ وغیرہ۔

عمر صاحب کا اعمالنامہ

(۱) مثل ابوبکر صاحب جنگ سے فرار ہوئے (۲) آپ کا تنگ نائے دل تجلی ایمان کا کبھی متحمل نہ ہوسکا یہاں تک کہ عمر بھر نبوت خاتم النبین میں شک رہا اور صلح حدیبیہ میں تو وہ شک ہوا جس کا نمبر سارے شکوک سے بڑھا ہوا تھا۔

(۳) وقت آخر آنحضرتؐ کی خدمت میں قلم و قرطاس پیش کرنے سے لوگوں کو روک کر قیامت تک گمراہ ہونے والے لاتعداد انسانوں کے گناہوں کے ذمہ دار ہوئے۔

(۴) معصوم اور پابند وحی پیغمبر کے قول کو ہذیان سے تعبیر کر کے عقیدہ نبوت پہ ضرب کاری لگائی

(۵) مہبط وحی اور منزل عصمت خانۂ معصومۂ عالم کو جلانے کے لیے آگ اور لکڑیاں جمع کیں۔

(۶) ہبہ نامہ فدک چاک کر کے قرآنی حکم کی دھجیاں اڑائیں۔

(۷) پہلوئے بنت رسول پر دروازہ گرا کر ظلم کی تاریخ میں ایک عظیم غم کا اضافہ کیا یہ وہ ظلم تھا جس سے محسن کی شہادت واقع ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

عثمان صاحب کا اعمالنامہ

(۱) عمار یاسر اور عبداللہ بن مسعود کو بے جرم و خطا زدوکوب کی۔

(۲) طرید رسول حکم کو مدینہ واپس بلالیا۔

(۳) لعین رسول مروان اور ولید بن عقبہ جیسوں کو حاکم بنایا۔

(۴) نبی کریم کے مقدس صحابی حضرت ابوذر غفاری کو مدینہ سے نکلوا کر ربذہ جیسے بے آب وگیاہ صحرا میں بھیج دیا جہاں اس مظلوم کی موت واقع ہوئی۔

(۵) قرآن مجید کو جلا کر کلام خدا کی توہین کی۔ وغیرہ وغیرہ

اگر تاریخ اسلام پر غائر نظر سے ناقد بصیر غور کرے تو ہر باب ظلم وستم کی داستان نظر آئے گا اور ہر سطر خون اہلبیت سے تر ملے گی جن میں حضرات خلفاء ثلثہ پردے کے پیچھے نظر آئیں گے جو اس کے بانی ہیں۔

["خلاصۃ المنہج میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے" وعدہ داد خدائے آناں را کہ گرویدہ اند از شما و کردہ اند کارہائے شائستہ ہر آئینہ ایشاں را در زمین کفار از عرب و عجم خلیفہ گردند .... کون نہیں جانتا کہ عجم پر حملہ عہد صدیق میں ہوا تھا اور اس کی تسخیر دور فاروق میں ہوئی شانی میں الیوم اکملت لکم دینکم کے تحت درج ہے .... کہ ہمارے نبی صلعم اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ ان کا

لایا ہوا دین مکمل ہو چکا تھا ورنہ امت خدا پر اعتراض کرتی (کہ کیوں وعدے کے باوجود اسلام کو نامکمل چھوڑ گئے) اور اسی طرح خلفاء کے وقت میں بھی دین مکمل تھا۔"]

خلاصۃ المنہج کی جو عبارت محترم برق صاحب نے نقل فرمائی ہے وہ کسی صورت سے ان کے مطلوب کو ثابت نہیں کرتی بلکہ غور سے دیکھنے کے بعد تو انکے مقصود کے خلاف نظر آتی ہے۔ عرب و عجم کے الفاظ نے برق صاحب کو دھوکہ میں رکھا اس لیے کہ برق صاحب نے "عجم" سے ایران کو مراد لیا ہے جس پر ابوبکر صاحب نے حملہ کیا اور عمر صاحب کے عہد میں وہ فتح ہوا حالانکہ اس مقام پر عجم سے مراد صرف ایران نہیں ——— ساری دنیا کی تقسیم محض دو حصوں میں ہوتی ہے عرب اور عجم۔ چونکہ عرب والے اپنے علاوہ ہر ایک کو گونگا سمجھتے تھے لہذا غیر عرب سب عجمی ہوئے اس میں ایران ہی کو مراد لینا درست نہیں ہے ایران چونکہ عرب سے ملا ہوا تھا اور ان دونوں ملکوں میں تجارت کے سلسلہ نے دونوں کی تہذیب و تمدن کو مقابلہ پر آمادہ کر دیا تھا اس لیے ایران پر عجم کا لفظ غالب آگیا مگر ہر جگہ عجم سے ایران ہی کو مراد لینا شدید غلطی ہے مثلاً پیغمبر اسلام کی مشہور حدیث ہے کہ انا سید العرب والعجم (میں عرب و عجم کا سردار ہوں) کیا برق صاحب "سید اکبر" حضرت پیغمبر اسلامؐ کو محض عرب و ایران ہی کا سردار سمجھتے ہیں اور باقی مقامات ان کی "سرداری" سے علیحدہ ہیں؟ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ رحمۃ للعالمین کی سرداری ہر اس مقام پر ہوگی جہاں اللہ کی ربوبیت ہوگی لہذا اس مقام پر عرب و عجم سے مراد عرب اور غیر عرب ہوگا لہذا برق صاحب کا

استدلال غلط ہو گیا۔

اب کون ہو گا جو عرب وعجم کو فتح کرے گا چند سطر بعد صاحب منہج الصادقین تحریر فرماتے ہیں کہ "از اہل بیت منقول ست کہ این آیہ در حق آل پیغمبر واردیافتہ" یعنی اہلبیت علیہم السلام سے منقول ہے کہ یہ آیۂ شریفہ آل پیغمبر کے لیے نازل ہوئی ہے اس کے بعد متعدد حدیثیں بھی نقل کی ہیں ہر ایک کا خلاصہ یہ ہے کہ منتقم خون حسین بن علی علیہم السلام کے دور حکومت میں اللہ کے یہ سب وعدے پورے ہوں گے اور ساری دنیا عدل و داد سے پر ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ صاحب منہج الصادقین نے "کارہائے شائستہ" کی قید لگا دی کہ یہ وعدہ الٰہی ان لوگوں سے متعلق ہے جو اعمال صالحہ بجا لاتے ہوں مگر جو "اعمالنامے" ابھی بیان ہوئے کیا وہ بھی اعمال صالحہ کہے جائیں گے ؟ اور کیا وعدہ الٰہی ایسے ہی لوگوں سے ہوگا ؟

شافی کی عبارت کے ترجمہ کے درمیان ہلالین میں جو بے ربط عبارت آپ نے تحریر فرمائی ہے اسکو اگر علیحدہ کر دیا جائے اور اس عبارت کا صحیح مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے تو پھر کوئی خرابی کی صورت نظر نہیں آتی اور اگر ذرا دماغ پر زور دیکر سوچے تو پھر آپ کی عبارت کے باوجود کوئی خرابی نہیں اس لیے کہ اسلام مکمل ہو چکا تھا نبی نے علی کو خلیفہ بنا دیا اگر آنحضرت ایسا نہ کرتے تو امت اعتراض کرتی (کہ کیوں وعدے کے باوجود اسلام کو نامکمل چھوڑ گئے) الیوم اکملت لکم دینکم الایہ کے تحت تحریر فرمانا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ کمال اسلام کے اعلان کے بعد اگر آپ حضرات کے خیال کے مطابق

پیغمبر اسلام اپنے جانشین کا تعین نہ فرماتے تو واقعی اعتراض ہوتا اس لیے کہ بغیر جانشین اسلام ناقص و نامکمل رہتا ـــــــ پیغمبر اسلام نے امت کو اس اعتراض کا موقع ہی نہیں دیا اور جب آنحضرتؐ نے اسلام کو مکمل چھوڑا تو یقیناً وہ اسلام عہد خلفا میں بھی کامل تھا لہٰذا ان خلفا نے جو ترمیم و تنسیخ کی وہ بدعت سیئہ و محرمہ ہوئی۔ کون انی وقت الخلفا (جیسا کہ عہد خلفا میں تھا) کی عبارت سے یہ سمجھ لینا کہ صاحب شافی نے حضرات ثلثہ کو واقعی خلیفہ تسلیم کر لیا یہ ایک ایسا حسن ظن ہے جس سے مستدل کے کمال عقل کا اندازہ ہوتا ہے ان کے خلیفہ ہونے سے کون منکر ہے ہم بھی خلیفہ سمجھتے ہیں لیکن یہ بھی تو پوچھئے کہ اللہ و رسول کا خلیفہ یا مدینہ کے چند خود غرض نام نہاد مسلمانوں کا خلیفہ؟ اگر کوئی شخص اپنے بیمار لاغر نحیف و ضعیف اور مدقوق لڑکے کا نام غضنفر رکھ دے تو ہم اس کو اسی نام سے تو پکاریں گے بہتوں کا نام فقیر ہے مگر وہ مالدار ہیں اور بہتوں کا نام امیر ہے مگر وہ فقیر ہیں لیکن اس کے باوجود ہر ایک اپنے ہی نام سے پکارا جاتا ہے لہٰذا اگر ایک گروہ خلفا ثلثہ کو خلفا کہتا ہے تو ہم نے بھی خلفا کہہ دیا تو اس کے معنی یہ ہرگز نہیں ہوئے کہ ہم اس کو اسی طرح خلیفہ سمجھتے ہیں جیسا آپ سمجھتے ہیں۔

اور یہ بھی ذہن نشین فرمایئے کہ خلفاء کے ارتداد اور غصب خلافت وغیرہ سے کمال دین میں کوئی نقص نہیں پیدا ہوتا یہ کہنا شاید اس وقت درست ہوتا جب حقیقی محافظین اسلام نہ ہوتے لیکن اسلام کے روح رواں اور دین کے فدائین کی موجودگی میں جو واقعی جانشین رسول مقبول تھے اس قسم کا خیال فاسد اور لغو ہے۔

(" قرآن میں ان لوگوں کی جن سے وعدہ خلافت کیا گیا تھا ایک علامت بیان کی گئی ہے الذین ان مکنا ھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ الآیہ (اگر ہم نے ان مسلمانوں کو سلطنت عطا کی تو یہ لوگ نمازیں قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے نیکی کی تبلیغ میں سرگرم ہو جائیں گے اور بدی سے روکیں گے) تو جن خلفا نے کم از کم بیس ہزار مساجد بنوائیں ایک کروڑ نمازی پیدا کئے اور ایک لاکھ سے زائد قرآن کے نسخے تیار کرائے وہی آیت بالا کے مصداق ہو سکتے ہیں")

حضرات خلفاء ثلثہ اس آیت کے بھی مصداق نہیں ہیں۔

(۱) اس لیے کہ اللہ نے ان کو سلطنت نہیں دی بلکہ یہ حضرات مثل دیگر سلاطین زمانہ زبردستی سلطنت پر قابض ہو گئے۔ اگر اللہ نے ان کو سلطنت عطا کی ہوتی تو پھر ہمارے اور آپ کے درمیان نزاع ہی کیوں ہوتی آپ ثابت کر دیجئے کہ اللہ نے سلطنت عطا کی تو ہم بلا چون و چرا سب کچھ تسلیم کرنے پر تیار ہیں۔

(۲) شریعت محمدی کے خلاف نمازوں کو مسخ کر کے ہزار در ہزار نمازی اگر پیدا کر دیئے جائیں تو اس سے کیا ہوتا ہے

(۳) بیس ہزار نہیں بیس لاکھ مسجدیں تعمیر کرا دیں اور ایک کروڑ نہیں دس کروڑ نمازی پیدا کر دیں لیکن جب تک یہ کام مرضی خدا و رسول کے مطابق نہیں ہوگا درست نہیں جن اہلبیت کرام صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کی محبت فرض کی گئی تھی اور جن کی محبت اجر رسالت قرار دی گئی تھی جب وہی نشانہ ظلم و ستم بنائے جائیں گے تو اس کے بعد ہر عمل بیکار محض ہوگا۔

(۴) نیکی کی تبلیغ کیا اسی طرح ہوتی ہے کہ چند آیتوں سے قرآن مرتب کیا جائے

اور جانشین نبی اگر قرآن دے تو اس کے لینے سے انکار کر دیں؟ کیا یہ نیکی کی تبلیغ تھی کہ بنت رسول کی جائداد بظلم و ستم خلاف مرضی رسول اور حکم قرآنی ضبط کر لیجائے؟ کیا طرید رسول کو مدینہ میں بلوا کر اور صحابی رسول کو مدینہ سے نکال کر نیکی کی تبلیغ کی جاتی ہے ———؟

[" اللہ کی مساجد وہی آباد کرتا ہے جو خدا و آخرت پہ ایمان رکھتا نمازیں پڑھتا زکوۃ دیتا اور صرف اللہ سے ڈرتا ہو وہی لوگ ہدایت یافتہ ہو سکتے ہیں"]

ہاں برق صاحب بالکل صحیح مگر شرط یہ ہے کہ وہ اللہ سے ڈر کر نمازیں پڑھے مسجدیں آباد کرے اور اگر سب کرتا ہو مگر اللہ سے نہیں ڈرتا تو پھر سارا عمل بیکار تفسیر زاہدی میں ہے کہ حرقوص بن زبیر منافق تھا جس کے قتل کے لیے حضرات شیخین تشریف لے گئے اور اس کو حالت نماز میں پا کر قتل نہیں کیا حالانکہ پیغمبر اسلام نے اسی حالت میں قتل کا حکم دیا تھا ——— ایسا ہی ایک واقعہ مسند احمد حنبل میں ہے کہ "حضرت ابوبکر صاحب خدمت رسول میں آئے اور فرمایا کہ ایک شخص کو میں نماز پڑھتے دیکھ کر آرہا ہوں اور اس کے خشوع و خضوع کی تعریف کرنے لگے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جا کر اس کو قتل کر دو مگر یہ کام نہ ابوبکر صاحب کر سکے اور نہ عمر صاحب بعد میں جناب امیر علیہ السلام نے حکم رسالت کی تعمیل کی" ——— ان واقعات سے اندازہ فرمایئے کہ ہر نماز کا پڑھنے والا مستحق ثواب نہیں ہوا کرتا اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہر نمازی اللہ و رسول اور آخرۃ پہ ایمان رکھتا ہے اور نہ حقیقتہً اس کی نمازوں سے مسجدیں آباد ہوتی ہیں میدان کربلا میں یزیدی سپاہ میں اکثر حافظ جی اور نمازی تھے ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

مسجدوں کے آباد کرنے والے کیسے ہوتے ہیں خود آپ مقر ہیں کہ وہ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں جیسا کہ آیت میں بھی یہی ہے کہ ولم یخش الا اللہ حالانکہ ابھی چند اوراق پہلے میں نے سیرۃ ابن ہشام کے حوالہ سے عرض کیا تھا کہ حضور کا رسالت نے عمر صاحب کو کفار قریش کے ہاں بھیجنا چاہا تو انھوں نے عذر کیا کہ وہاں میرے دشمن بہت ہیں اور مجھ کو بچانے والا کوئی نہیں گویا عمر صاحب کفار مکہ سے ڈرے اور اللہ و رسول کی پناہ کو حقیر سمجھے۔ آپ خود کیا لکھتے ہیں سنیئے۔

[" قبل از ظہور پاکستان راولپنڈی میں ایک سکھ رہا کرتے تھے سردار آتما سنگھ نامدھاری انھوں نے صرف ایک مسجد بنوائی تو سارا علاقہ انھیں مسلمان سمجھنے لگا حیرت ہے کہ ایک سکھ صرف ایک مسجد بنوائے تو وہ مسلم شمار ہو اور خلیفہ ثلثہ بیس ہزار مساجد بنوانے ...... کے بعد بھی مسلمان نہ ہو سکیں "]

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

برق صاحب مسجد بنوانے والے سردار آتما سنگھ نامدھاری کو مسلمان سمجھا جانے لگا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ سکھ تھے اور سکھ ہی رہے مسجد بنوانے سے مسلمان نہیں ہو گئے جن لوگوں نے انھیں مسلمان سمجھا انھوں نے غلطی کی جس طرح آپ خلفاء ثلثہ کو مومن سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ جس طرح لوگوں کے مسلمان سمجھنے سے سردار آتما سنگھ خدانخواستہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ وہ اپنے قدیمی مذہب پر ہی قائم رہے اسی طرح جن لوگوں کے ایمان کو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں خدانا کردہ وہ مومن نہیں تھے یہ تو اپنی اپنی سمجھ کا قصور ہے۔

ایک کروڑ مسلمانوں کو نہیں صرف تنہا اسلام کو اسلام سمجھ کے اس سے شادکام ہوتے تو ہم کو مسرت ہوتی اور ہم ان کی تعظیم کرتے ان کی مدح میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے لیکن واقعہ تو یہ ہے کہ جیسا انھوں نے خود اسلام کو بے اثر سمجھا ویسا ہی دوسروں کو سمجھانے کی کوشش کی اور ترمیم شدہ اسلام پیش کیا جس سے زمین و آسمان برسے ہوئے تھے اور وہ ترمیم شدہ اسلام وہی صحاح ستہ کی چودہ ہزار حدیثوں تلے دبا ہوا نکلنے کی کوشش کر رہا ہے جس کا تذکرہ آپ نے اپنی کتاب دو اسلام میں فرمایا ہے۔

["امامیہ کا نظریہ یہ ہے کہ جہاد صرف امام وقت کر سکتا ہے کون نہیں جانتا کہ خلفاء کی ساری زندگی جہاد میں بسر ہوئی تھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کا جہاد اسلامی تھا یا غیر اسلامی جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اس میں مظلوموں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے اور امام کی کوئی قید نہیں اذن للذین یقاتلون بانھم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر والذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق ان یقولوا ربنا اللہ (حج) جن مظلوموں کے سر لڑائی تھوپی جاتی ہے انھیں جہاد کی اجازت دی جاتی ہے اور اللہ انکی حمایت پر قادر ہے اور یہ وہی مسلمان تھے جنھیں بے سبب محض اس جرم پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہتے تھے گھروں سے نکال دیا گیا"]

امامیہ کا ہر نظریہ مطابق عقل و نقل ہے البتہ اپنے ہاں کی خبر لیجیے ______

دنیا کا کوئی با فہم نہیں جانتا کہ خلفا کی زندگی کا کوئی حصہ جہاد میں بسر ہوا ہو اور اگر عہد رسول میں یہ تکلف شریک بھی ہوئے تو پھر ان پر کیا گزری وہی بیچارے

جانتے ہوں گے آپ کو ان مشکلات کا اندازہ ہی کیا ہوگا مگر آپ تو عہد رسول کے بعد والی زندگی کے متعلق گفتگو فرما رہے ہیں کہ ان کا جہاد اسلامی تھا یا غیر اسلامی ؟

مولانا جہاد صرف اسلامی ہوتا ہے غیر اسلامی کو جنگ لڑائی اور قتال کہا جاتا ہے جہاد سے ان جنگوں کو ہرگز یاد نہیں کیا جائے گا جہاد قرآنی لفظ ہے خدا کے واسطے اس کی آبرو کو اب تو ضائع نہ کیجئے کیوں خواہ مخواہ خلفاء ثلثہ کی جنگوں اور ناروا حملوں کو جہاد کا نام دیکر غیر مسلمین کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع دے رہے ہیں بڑی بڑی مصیبتوں سے آپ کے علماء نے اس سے نجات پائی سر سید مرحوم نے تو کھل کر اس کی مخالفت کی ہے اور ان لوگوں کو درندہ صفت سمجھا ہے اگر یقین نہ آئے تو تفسیر سر سید احمد خاں ملاحظہ فرمایئے تحریر فرماتے ہیں کہ "اسلام .... خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنے کو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہیں دیتا (اس کے قبل تحریر فرماتے ہیں) اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن مجید میں جو احکام لڑائی کے نہایت نیکی اور انصاف پر مبنی تھے ان کو مسلمانوں نے جو خلیفوں اور بادشاہوں کے نام سے مشہور ہوئے دینداری کے بہانے سے اپنی خواہش نفسانی کے پورا کرنے اور ملک گیری کے لیے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندوں سے بھی بدتر کام کیے اور (آپ جیسے) علماء اسلام نے ان کی تائید کے لیے ایسے مسئلہ بیان کیے جو اسلام کی روحانی نیکی کے برخلاف تھے"

اگر ہم آپ ہی کا قول

["خلفاء کی ساری زندگی جہاد میں بسر ہوئی"]

کو چند منٹ کیلئے صحیح تسلیم کرلیں تو گیا خانہ معصومہ عالم کو آگ لگانا بھی جہاد میں داخل تھا حضرت علی علیہ السلام کو بیعت پر مجبور کرنا اور قتل کی دھمکی دینا جہاد ہی تھا؟ سعد بن عبادہ صحابی رسول کو قتل کرکے جنوں کے سر الزام عائد کرنا بھی جہاد تھا؟ ابو ذر کو شہر بدر کرنا جہاد تھا اور ان سب میں غالباً جناب محسن کی شہادت تو حضرت عمر صاحب کا جہاد اکبر رہا ہو گا؟ .... برق صاحب سوچئے کہ جن لوگوں نے آنحضرت کے ساتھ جہاد میں حصہ نہ لیا ہو وہ پیغمبر اسلام کے بعد کیا جہاد کریں گے؟ ان حضرات کی لڑائیاں اسلامی جہاد نہیں ہو سکتیں۔

۱۔ اگر آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جہاد میں امام کی شرکت یا اس کا حکم ضروری ہے تو اس سے آپ ہی کا مقصود کہاں حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے جارہے تھے مگر خود مسلمانوں کی طرف سے دفاع کی کوئی صورت اختیار نہیں کی گئی تھی چونکہ مسلمانوں نے اس آیت کے نزول کے بعد یا رسول کے ساتھ جنگ کی یا رسول کی اجازت سے لہذا یہی طریقہ بعد رسول بھی باقی رہے گا کہ جہاد یا امام کے ساتھ ہوگا یا امام کے حکم سے۔ امام کے لیے ہماری پہلی والی شرط یاد رہے یعنی وہ منصوص من اللہ والرسول ہو۔

(۳) لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم (اللہ لفظوں میں کھول کر بدی بیان کرنے کو پسند نہیں کرتا سوائے اس کے جو ستایا گیا ہو)

جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ مدد طلب کرنے میں کسی کو برا بھلا کہا جائے الا جس شخص پر ظلم کیا گیا ہو

اس کے لیئے کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ ظالم کے برخلاف اتنی مدد مانگے جتنی مدد دینی دین میں جائز ہے۔

طلب نصرت کی نظیر دوسری جگہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ وانتصروا من بعد ما ظلموا (انھوں نے مدد مانگی جب ان پر ظلم کیا گیا)

ان حوالوں سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ ظالم کے ظلم کو ختم کرنے اور مظلوم کی مدد کرنے کے ہم بھی قائل ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سلسلہ میں ہونے والی ہر لڑائی اور " تو، تو، میں میں " کا نام جہاد رکھ دیا جائے۔ یقیناً جب آپ کے وطن پہ کوئی حملہ کرے یا آپ کی مستورات کو بے حرمت کرے تو جس قدر دفاعی صورتیں امکان میں ہوں اس پر عمل کیجئے نہ یہ مدافعت ناجائز ہوگی اور نہ موت حرام ہوگی ثواب ملے گا لیکن پھر بھی یہ لڑائی جہاد نہیں کہلائے گی اگر دن کے بارہ گھنٹہ میں جب بھی نماز پڑھتے فریضہ ادا ہو جاتا ہر فقیر کو پیسہ دینے والا اگر زکوٰۃ نکالنے والا کہلاتا ہر زمانہ میں طواف خانہ کعبہ کرنے والا اگر حاجی ہوتا اوقات زمانہ مہینہ اور نصاب کا کوئی حساب ہی نہ ہوتا تو ہم بھی ہر لڑائی کو جہاد کہہ دیتے بے شک آیت میں یہ شرط نہیں بیان کی گئی ہے کہ امام کے ساتھ یا امام کے حکم سے جہاد ہوتا ہے تو یہ بھی پڑھیئے کہ نماز کے لیے حکم ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ دن میں کتنی بار کس کس وقت کتنی رکعتیں کس صورت سے پڑھیں کوئی تفصیل

اتوا الزکوٰۃ کس جنس سے کس قدر کتنی تعداد دیں کوئی تفصیل نہیں حج کیلئے حکم ہے وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا مگر کس مہینہ میں حج کریں کس طریقے سے کریں اس کا کوئی بیان نہیں ——

مولانا صرف قرآن مجید کے الفاظ یا اس کے ترجموں سے کام نہیں چل سکتا بلکہ شارع علیہ السلام کا عمل کیا تھا جب تک عمل کو ضمیمہ نہ بنایا جائے گا اسلام کی کوئی کل سیدھی نظر نہیں آسکتی لا یجوز تفسیر القرآن الا بالنص الصریح والاثر الصحیح (کما نقلہ السیوطی) قرآن مجید کی تفسیر کرنا جائز نہیں مگر نص صریح اور اثر صحیح سے اور چونکہ اہل البیت ادریٰ بما فی البیت کا کلیہ مسلم الثبوت ہے جسمیں چون و چرا کی قطعی گنجائش نہیں لہذا آل رسول مقبولؐ کے نصوص صریحہ و آثار صحیحہ جو حقیقی مفسر قرآن ہیں وہ اس امر کی وضاحت فرماتے ہیں کہ جہاد حضرت امام کی شرکت یا اس کے حکم سے ہو سکتا ہے لہذا مثل دیگر واجبات کے ہم فرقہ حقہ امامیہ نے انھیں مخصوص آثار پر عمل کیا جو ہمیں مبارک اور غیروں کے اقوال پر آپ نے عمل کیا وہ آپ کو مبارک اللہ سے دعا ہے کہ ہمارا حشر ان کے ساتھ ہو اور آپ کا حشر انھیں غیروں کے ساتھ۔ کتنی سچی بات فرمائی ہے علامہ شبلی نے کہ

"ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت (امام) جعفر صادق (علیہ السلام) سے کیا نسبت؟ حدیث و فقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے و صاحب البیت ادری بما فیہا (سیرۃ النعمان حصہ اول صفحہ ۹۶)

افسوس بخاری صاحب نے قاتلین امام حسین علیہ السلام کی روایت اپنی صحیح میں درج کی مگر صادق آل محمدؐ سے کوئی روایت نہیں نقل کی پھر بھی دعویٰ ہے محبت اہلبیتؑ کا ع

تفو بر تو اے چرخ گردوں تفو

[۶ اس موضوع پر امام جعفر صادقؑ کا فیصلہ حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے

ایک سائل نے امام موصوف سے پوچھا کہ جہاد کی اجازت کن لوگوں کو ہے ؟ فرمایا ان کو جو التائبون ، العابدون ، الحامدون السائحون .... تائب عابد حمد گو تسبیح خواں .... ہوں .... سائل نے کہا لیکن ان لوگوں (خلفائے ثلثہ) کے متعلق کیا رائے ہے جنھوں نے کسریٰ و قیصر سے جہاد کیا تھا ؟..

..... فرمایا انھوں نے باذن خدا جنگ کی ...... "

اس مقام پر بھی برق صاحب نے تحریف سے کام لیا امام جعفر صادق علیہ السلام کا فیصلہ جسے حرف آخر کی حیثیت سے نقل کیا گیا ہے وہ بہت طولانی حدیث کا ایک معمولی جزء ہے اور کہنہ مشقی کی داد دیجئے کہ اس میں بھی تحریف فرمائی ہے ورنہ مطلب اس طرح خبط نہ ہوتا ذیل میں ہم اس فیصلہ کا خلاصہ درج کرتے ہیں ۔

(۱) ..... سائل پھر دریافت کرتا ہے کہ جہاد کس کا حق ہے اور اس کی اجازت کن لوگوں کی طرف سے ملتی ہے ؟ اس کے جواب میں امام فرماتے ہیں ۔

خود خداوند عالم اس کے بعد اس کا رسول اس کے بعد کتاب خدا پھر یہ منصب ایک "امت" کے سپرد ہے وہ امت ذریت ابراہیم علیہ السلام سے ہوگی اور ذریت ابراہیم ذریت اسمٰعیل علیہ السلام سے ہوگی (پھر اس میں قید لگا دی کہ) من ممکان الحرم لم یعبد واغیر اللہ قط یعنی وہ ساکنان حرم ہوں گے جنھوں نے کبھی غیر اللہ کی عبادت نہ کی ہو جن سے رجس دور کر دیے گئے ہوں اور اس طرح پاک کیے گئے ہوں جو حق ہے پاک کرنے کا ...... ظلم و شرک سے جن کا ایمان آلودہ نہ ہوا ہو .... انھیں کی اجازت سے وہ لوگ بھی جہاد کی طرف دعوت دے سکتے ہیں جن کی صفت یہ بیان کی گئی ہے التائبون من الذنوب العابدون الذین

لا يعبدون الا الله ولا يشركون به شيئاً الحامدون الذين يحمدون

الله على كل حال فى الشدة والرخاء ...... الخ

جن لوگوں میں یہ صفتیں پائی جائیں گی وہ ان لوگوں کو دعوت جہاد کا حق رکھتے

ہیں جن پر ظلم کیا گیا ہو اور ان کے دیار سے انھیں نکال دیا گیا ہو صرف اس وجہ

سے کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے ...... حضرات مظلوم کے علاوہ کسی غیر کو

اجازت جہاد ہرگز نہیں دیں گے۔

(۲) لیکن جن لوگوں میں یہ شرائط نہیں ان کو دعوت جہاد کا قطعی حق نہیں اور

اگر کسی شخص نے ایسی غلطی کرلی تو اس کو خود غور کرنا چاہیے کہ آیا میں اس کا

اہل بھی تھا یا نہیں لسنا نقول لمن اراد الجهاد وهو على خلاف ما

وصفنا من شرائط الله عز وجل على المومنين والمجاهدين لا

تجاهدوا ولكن نقول قد علمنا كم ما شرط الله عز وجل على

الجهاد۔

"جو خداوند عالم نے مومنین و مجاہدین پر بسلسلۂ جہاد شرائط عائد کیے

ہیں وہ ہم نے اچھی طرح بتا دیئے اب وہ لوگ جو جہاد کرتے ہیں ان کو ہم

منع تو نہیں کر سکتے البتہ شرائط سے کما حقہ آگاہ کر دیتے ہیں"

یعنی کسی فعل کے فاعل کو روکنا اور ہے اور اس کے شرائط پر مطلع کرکے

سکوت کرنا اور ہے۔

(۳) ۱۔ معصوم نے یہ بتا دیا کہ کن لوگوں کو دعوت جہاد کا حق ہے ان کو کن اوصاف

سے موصوف ہونا چاہیے ۲۔ یہ بھی بتا دیا کہ جن لوگوں کو حق جہاد نہیں تھا

انھوں نے بھی (بخیال خود) جہاد کیا اگرچہ ہم ان کو روک نہیں سکتے تھے (کیونکہ قوت اقتدار کی باگ ڈور انھیں کے ہاتھوں میں تھی) مگر انھیں خود غور کرنا چاہیئے تھا کہ ہم ماذون بھی ہیں یا نہیں ـــــــ خلفائے ثلثہ ان شرطوں میں سے کسی ایک شرط کے بھی تو حامل نہیں تھے پھر ان کو دعوت جہاد کا حق کہاں سے مل گیا؟ ظاہر ہے کہ تقیہ کے زمانہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کھل کر یہ کیسے کہہ دیتے کہ خلفائے ثلثہ نے خلاف مرضی خدا اور رسول جنگیں کیں لیکن شرائط بیان کر دیے تاکہ اہل عقل خود فیصلہ کرلیں کہ ان جنگوں کی نوعیت کیا تھی!

ـــــــ رہ گیا سائل کا یہ دریافت کرنا کہ جن لوگوں نے قیصر و کسریٰ سے جہاد کیا ان کا جہاد کیسا تھا تو معصوم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ قاتلوھم باذن اللہ (یعنی ان لوگوں کا قتال بھی اللہ کی اجازت سے تھا) اس سے برق صاحب نے حضرات ثلثہ کی جنگوں کو جہاد کہہ کر ان کو برحق ثابت کرنا چاہا ہے جو قیاس سے بعید بھی ممکن نہیں اس سے برق صاحب نے ثلثہ کو مراد لے لیا لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مومنین تھے جن کو منجانب اللہ اپنے حقوق پر قبضہ کرنے کی اجازت تھی لیکن ان بیچاروں کے پاس کوئی طاقت ایسی نہیں تھی جس سے وہ قیصر و کسریٰ کا مقابلہ کر سکتے لہذا خاموش رہے لیکن جب حضرات ثلثہ کے زمانہ میں جنگیں ہونے لگیں تو انھیں کی طاقت سے بروقت مستحقین نے فائدہ اٹھایا اور اپنے اس جائز حق پر قبضہ کرلیا جو ان کو اللہ کی طرف سے ملا تھا اور اگر وہ تنہا ان بادشاہوں کا مقابلہ کرنا چاہتے تو نہیں کر سکتے تھے لیکن جب دو مقابل کی قوتیں ٹکرائیں تو وہ موقع ان مومنین کے لیے غنیمت تھا اسی سے انھوں نے

فائدہ اٹھایا اور یہ تو دنیا میں اکثر ہوتا رہا ہے کہ باطل کے ذریعہ حق کو تقویت پہنچتی رہی ہے مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ اس تقویت پہنچانے کی وجہ سے اس باطل کو حق سمجھ لیا جائے باطل بظاہر اپنے فائدہ میں رہتا ہے مگر اسی کے ذیل میں حق کی بھی مدد ہو جاتی ہے لہٰذا اس سے حضرات خلفاء ثلثہ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد ضعفاء مومنین ہیں۔

[" قرآن میں ایک آیت بھی ایسی موجود نہیں جس سے معلوم ہوتا کہ کسی مہاجر میں نفاق موجود تھا پھر یہ منافق زیادہ دیر تک حجاب میں نہ رہ سکے .... حضور کی اپنی بصیرت غیر معمولی تھی اور پھر وحی کی مدد بھی شامل تھی بچ کر کہاں جا سکتے تھے "]

اگر قرآن مجید میں کسی مہاجر منافق کے متعلق کوئی آیت نہیں تو اس سے خوش ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ آپ کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی مہاجر منافق نہیں تو جتنے بھی منافق ہوں گے سب انصاری ہوں گے تو براہ کرم کوئی ایسی آیت بتا دیجئے کہ جس میں کسی انصار منافق کا نام ہو۔ لیکن پورے قرآن میں کسی مہاجر منافق کا نام نہیں بس اسی طرح انصار مہاجر کا بھی نام نہیں تو چلئے قصہ پاک ہو گیا قرآن مجید سے سورہ منافقوں کو نکال دیجئے آخر اس کا اب کیا کام رہا کیا یہ سورہ پاکستانی منافقین کے لیے نازل کیا گیا تھا؟ برق صاحب اقرار العقلاء علی انفسہم حجۃ کی دلیل قطعی کو آپ غلط نہیں کر سکتے اسی کو کہتے ہیں مدعی سست گواہ چست جب خود حضرت عمر کو اقرار ہے کہ وہ منافق ہیں تو آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے حضرت عمر فرماتے ہیں باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین۔
(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۶۵)

ہاں ہم کو اس کا اقرار ہے کہ آنحضرت کو منافقین کا علم تھا چنانچہ غزوۂ تبوک کی واپسی پر کچھ منافقین کے اسماء حذیفہ کو بتا بھی دیئے تھے (اور انھیں حذیفہ یمانی سے حضرت عمر بار بار پوچھتے تھے کہ حذیفہ ان منافقین میں میرا نام تو نہیں اور آخر میں جھلا کر اقرار ہی کر لیا تھا) لیکن رسول کریمؐ منافقین کا قتل عام نہیں کر سکتے تھے اس کی علت بھی حضرت عمر سے بتا دی گئی تھی کہ لوگ طعنہ دیں گے کہ رسول اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوا کہ عوام جن کو اصحاب سمجھتے تھے حقیقتاً وہ منافق تھے اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

["ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب

(اللہ اہل ایمان کو موجودہ حالت پر نہیں رہنے دیگا بلکہ خبیث وطیب کو الگ الگ کر کے چھوڑے گا")]

بالکل بجا ارشاد ہے قرآن مجید کا۔ اللہ نے خبیث کو طیب سے علیحدہ کر دیا چنانچہ صاحب صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی وغیرہ نے اس کی تصریح بھی کر دی ہے قال رسول اللہؐ یا علی حبک ایمان وبغضک کفر ونفاق (آنحضرت نے فرمایا کہ اے علی تمہاری محبت ایمان اور تم سے بغض کفر ونفاق ہے) اس طرح خبیث وطیب میں امتیاز پیدا کر دیا گیا اس کے بعد الامامۃ والسیاسۃ کا وہ مضمون جو گذر چکا اس کو ایک بار پھر پڑھ لیجئے۔ اللہ نے یہی وعدہ تو کیا ہے کہ طیب وخبیث کو الگ الگ کر دیگا زمانہ کی تعیین تو نہیں کی گئی ہے آنے دیجئے منتقم خون حسین علیہ السلام کو پتہ چلے گا۔

["یہ منافق سب کے سب مدینہ ونواح مدینہ کے رہنے والے تھے"]

ہم کب کہتے ہیں کہ حضرات خلفاء ثلاثہ لندن میں رہتے تھے اگر منافقین مدینہ

اور نواح مدینہ میں رہتے تھے تو اس سے ایمان خلفا کا ثبوت کیونکر ممکن ہے یہ بھی تو مدینہ ہی میں رہتے تھے۔

منافق کی علامتیں! [" جب یہ مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مومن ہیں اور جب اپنے شیاطین کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں.... کیا کوئی مورخ کہہ سکتا ہے کہ ابوبکر و عمر کی ہجرت ان کا جہاد ان کی بے پناہ قربانی نمازیں اور روزے مسلمانوں سے تمسخر اڑانے کیلئے تھے انھوں نے بدر و حنین میں مذاقاً اپنے ملکی بھائیوں کو تہ تیغ کیا تھا؟ اور گھر بار استہزاءً الٹا دیا تھا اور پھر وہ اس قدر ہوشیار تھے کہ اللہ و رسول کو ان کے نفاق کی خبر نہ ہوئی؟ اور ایک آیت تک ان کی عیاری پر نہ اتری؟"]

ہجرت اسی طرح کی تھی جس طرح اسلام قبول کیا تھا جس کا واحد مقصد دنیا طلبی تھا اور یہ سب کاہن کی پیشینگوئی پر ایمان لے آئے تھے لہذا نہ اسلام مفید ہو سکتا اور نہ ہجرت ——— رسول کریم کے ساتھ میدان جہاد تک تو ضرور گئے مگر میدان میں کسی کی مبارزطلبی پر گئے ہوں تو بتا دیجئے ——— قربانی اور گھر بار لٹانے کا افسانہ ان بیچاروں کے سر زبردست الزام ہے سو روپیہ کے اونٹ کا حضرت ابوبکر نے نو سو درہم مصیبت کے وقت وصول کر لیا (مدارج النبوۃ ج ۲) ——— نماز روزہ وہ لوگ بھی کرتے رہے ہیں جو اتفاقی طور پر منافق کہے جاتے ہیں ابھی چند صفحات قبل اس کا حوالہ گزر چکا ہے وضو اور نماز کی صورتوں کا بدل دینا حلال محمد کو حرام اور حرام محمد کو حلال کرنا تمسخر نہیں تو اور کیا ہے؟ بدر و حنین کی شرط نہیں آپ کسی جنگ کو بتا دیجئے جس میں ان حضرات

میں سے کسی ایک نے بھائی کو نہیں کسی دشمن ہی کو قتل کیا ہو اللہ کا شکر ہے کہ سارے غزوات و سرایا میں کسی کی نکسیر بھی ان " بہادروں " کے ہاتھوں نہیں چھوٹی پھر تہ تیغ کرنا یہ وہ جھوٹ ہے جو آپ حضرات کا ورثہ ہے ———

ان کی چال بھی اللہ و رسول سے پوشیدہ نہ رہ سکی اللہ نے اپنے رسول کو منافقین کی شناخت کروادی اور آنحضرت نے حذیفہ سے منافقین کے نام بتا دیئے تھے۔

[" کیا کسی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ خلفا نے کسی جنگ سے بچنے کیلئے کوئی حیلہ بہانہ کیا ہو "]

کیا کسی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حضرات رسول کے خلیفہ ہیں؟ کیا کسی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ زانی نہ تھے شراب خوار نہ تھے ظالم اور غاصب نہ تھے کیا کوئی آیت بتا سکتی ہے کہ یہ حضرات طیب المولد تھے کیا آپ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں جو یہ بتا سکے کہ ان حضرات کا ٹھکانہ " درک اسفل " نہیں پہلے آپ قرآن سے یہ ثابت کیجئے پھر ہم وہ ثابت کریں گے ——— کیا آپ نے اصول و فروع کی گتھیاں صرف قرآن مجید سے سلجھائی ہیں؟ کیا ان حضرات کے فرار کو اگر تاریخ اسلام ثابت کر دے تو قابل قبول نہیں کیا تاریخ کے بیانات فضول اور لغو ہوا کرتے ہیں

[" منافقین نماز پڑھتے تھے تو نہایت الکسائے ہوئے اور اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرتے ہیں تو بہت بددلی سے "]

جملہ الصلوٰۃ خیر من النوم پہلے اذان میں نہیں تھا بعد میں حضرت عمر نے داخل اذان فرمایا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ صبح کو سو رہے تھے اور نماز کا وقت ختم ہو رہا تھا موذن نے ان کو بہت بیدار کیا مگر وہ نہ اُٹھے جب اس نے دیکھا

کہ اب تو فاروق صاحب کی نماز ہی قضا ہو جائے گی تو قریب آکر الصلوۃ خیر من النوم کا کلمہ دہرایا ان کو یہ جملہ بہت پسند آیا اور اس کو داخل اذان کر دیا (موطا امام مالک ص۲۴ باب ماجاء فی النداء الصلوۃ) کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر الکسائے ہوئے نہیں تھے تو پھر بار بار کروٹ کیوں بدلتے رہے عمر صاحب کنجوس بھی تھے خود فرماتے ہیں اللھم انی بخیل فسخنی میرے خدا میں بخیل ہوں مجھے سخی کر دے (تاریخ الخلفا ص۱۳۵)

["جانی و مالی جہاد کے وقت یہ منافق گھروں میں بیٹھ رہتے ہیں اس پر خوش ہوتے ہیں وہ جہاد سے نفرت کرتے ہیں"]

حضرات خلفاء ثلثہ ان صفات سے متصف تھے اسی لیے تو جیش اسامہ میں باوجود لعن رسول کے نہیں گئے جانتے تھے کہ اگر جہاد میں گئے اور ہم نے مدینہ خالی کر دیا تو پھر جانی و مالی دونوں نقصان ہوگا جہاد سے پوری نفرت تھی ورنہ میدان چھوڑ کر بھاگ آنا بہادروں کا شیوہ نہیں۔

["منافق اور مریض لوگ کہتے ہیں کہ خدا و رسول کے وعدے جھوٹے ہوتے ہیں"]

ان حضرات کا بھی یہی عقیدہ تھا ورنہ غدیری بیان کو پس پشت نہ ڈالتے جبکہ جبرئیل امین نے مخصوص حضرت عمر کو تنبیہ بھی فرمائی تھی کہ "عمر اس عقد بیعت کو نہ توڑنا" (ملاحظہ ہو مودۃ القربیٰ)

["منافق مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار سے طرح دوستی ڈال لیتے ہیں"]

علامہ شبلی تحریر فرماتے ہیں کہ

"خراج دفتر رسد کا غذات حساب ان تمام انتظامات میں انھوں (عمر) نے ایران اور شام کے قدیم قواعد پر عمل کیا .... عراق کے دو بڑے زمیندار کو بلا کر سلاطین عجم سے مالگذاری کی تشخیص کا طریقہ پوچھا ..... جزیہ حالانکہ مذہبی لگاؤ رکھتا تھا تاہم اُس کی تشخیص میں وہی اصول ملحوظ رکھے جو نوشیرواں نے اپنی حکومت میں قائم رکھے تھے ...... عمر فارس کے چند آدمیوں کو صحبت خاص میں رکھتے تھے یہ لوگ ان کو بادشاہوں کے آئین حکومت پڑھ کر سنایا کرتے تھے (الفاروق ص ۱۵۴)

یہ امر قابل غور ہے کہ ایک شخص جو اپنے کو نائب رسول اور خلیفہ نبی جانتا ہو وہ رسول کریم کی شریعت پر عمل نہیں کرتا بلکہ ان اصول کو اپناتا ہے جو کفار و مشرکین کے تھے ان سلطنتوں کے امور سیاست پر کاربند رہتا ہے جو شریعت محمدیہ سے مختلف ہیں کیا نیابت و خلافت رسول اسی کی مقتضی تھی؟ حضرت عمر کا یہ فعل تین باتوں سے خالی نہیں یا تو اسلام کے اصول و قواعد دینی و دنیوی اور اس کی سیاست سے عمر صاحب آگاہ نہ تھے یا آگاہی کے باوجود پیغمبر اسلام کے اصول و قواعد اور ان کی سیاست مزاج عمر ہی کے مطابق نہ تھی لہٰذا اس کو ناپسند فرمایا یا تعلیم پیغمبر اسلام خود ناقص تھی جس کی وجہ سے حضرت عمر کو پریشانی ہوئی کہ اسکو کس طرح مکمل کیا جائے بہر حال یہ نیابت رسول نہیں ہوئی بلکہ ملوکیت ہے جس پر حضرت عمر عمل کر رہے ہیں برق صاحب جس شق کو اختیار فرمائیں بہر حال ایمان رخصت ہوتا ہے ــــ شاہان زمانہ کے قوانین کا معلوم کرنا بتاتا ہے کہ اسلام کو چھوڑا جا رہا تھا اور غیروں سے رشتہ جوڑا جا رہا تھا۔ اسی لیے پہلے سے حضرت عمر

توریت وانجیل کے ٹکڑے رسولخداؐ کے سامنے پڑھا کرتے تھے اور اگر غصہ سے آنحضرتؐ کے چہرہ کا رنگ بگڑتا تو ان کو خبر بھی نہ ہوتی وہ پڑھنے میں مشغول رہتے تھے۔

(ازالۃ الخلفا صفحہ ۱۲۹ مقصد اول طبع دہلی ۱۲۸۶ھ)

برق صاحب اسی کو طرح دوستی میل جول یا ڈاکٹر نذیر احمد کی زبان میں ملی بھگت کہہ لیجئے مقصد سب کا ایک ہے۔

["منافق اپنی قسموں کو آڑ بنا کر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں"]

جب تک قسم کا زمانہ تھا قسمیں کھائی گئیں لیکن جب اقتدار قائم ہو گیا تو بزور ظلم وہ راہ جو رسول نے بتائی تھی اس سے لوگوں کو روکا جانے لگا متعہ رسول کریمؐ نے جائز قرار دیا تھا اسے حرام کر دیا گیا فرائض میں عول و تعصیب کا قاعدہ نہ تھا اس کو جاری کر دیا گیا حی علی خیر العمل اذان میں تھا اس کو نکال کر الصلوٰۃ خیر من النوم داخل کر دیا گیا آنحضرتؐ گھوڑوں کی زکوٰۃ نہیں لیتے تھے مگر آنحضرتؐ کے بعد گھوڑوں کی زکوٰۃ لی جانے لگی۔

(تاریخ الخلفا وانوار اللغۃ صفحہ ۱۸)

بہر حال اللہ کی راہ کو ختم کرنے والا مومن نہ ہوگا قسمیں کھا کھا کر اس راہ کو ختم کیا جائے یا درہ لگا کر لوگوں کو اس پر چلنے سے منع کیا جائے۔

["یہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ صحابہ رسول پر کچھ بھی خرچ نہ کرو تاکہ وہ بھاگ جائیں"]

ابوذر غفاری سعد بن عبادہ وغیرہ جو جلیل القدر اصحاب تھے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا جن منافقین کی طرف آپ اشارہ فرما رہے ہیں وہ کہہ کر چھپ

ہو گئے ہوں گے مگر جن کا پتہ ہم دے رہے ہیں انھوں نے کرکے دکھا دیا کیئے قول و فعل میں کتنا فرق ہوتا ہے جن باتوں کو آپ نے ذکر کیا تقریباً ہر بات ان حضرات میں پائی جاتی تھی اس کے بعد بھی ممکن ہے کہ وہ آپ کی نظر میں مومن ہوں۔

[م خلفاء قرآن کی اصطلاح میں مہاجر تھے اور مہاجرین کے متعلق بلا استثناء اللہ کا فیصلہ ہے والذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک ھم المومنون الایہ (جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اور خدا کی راہوں میں جہاد کیا اور جنھوں نے انھیں ٹھکانا دیا یہ دونوں گروہ بلا ریب ایماندار ہیں۔ اس آیت میں چار صفات والے لوگوں کو راسخ الایمان کہا گیا ہے اول جو رسول پر ایمان لائے علامہ حلی شرح تجرید میں لکھتے ہیں (ایک روز حضرت امیرؑ نے منبر پر فرمایا کہ میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں میں نے ابوبکر سے پہلے اسلام قبول کیا اور ایمان لایا حضرت امیر کے اس قول سے کم از کم حضرت ابوبکر کا ایمان تو ثابت ہو گیا۔]

محترم برق صاحب نے جو آیت پیش کی ہے اس سے کہیں اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ آیت خلفاء ثلثہ کے لیے ہے یا ان کی اس میں مدح ہے پھر یہ کہنا کہ خلفاء قرآن کی اصطلاح میں مہاجر تھے غلط ہے اسلئے کہ اصطلاح قرآنی میں جن لوگوں کو مہاجر کہا گیا ہے انکے ساتھ چند قیدیں لگائی گئی ہیں جو ان حضرات کے اندر مفقود تھیں مہاجر اصطلاح قرآنی میں ہر مسافر کو نہیں کہا گیا ہے ورنہ ہندوستان سے پاکستان جانے والے سب کے سب اسی فہرست میں آجائیں گے کاش آپ اپنی ہی کتابوں کا مطالعہ کیئے ہوتے تو ایسی تاویل نہ کرتے امام بخاری صاحب مہاجر کی تعریف فرماتے ہیں کہ المھاجر

من ھجر ما نھی اللہ (بخاری ج ۴ صفحہ ۹ مصر سنہ ۱۳۲۰ھ) مہاجر وہ ہے جو منہیات کو ترک کردے" محض سفر پر مباہات اور مہاجر کہلانے پر فخر کرنا عقلمندی کے خلاف ہے، ہجرت وہی معتبر ہے جو صدق نیت سے ہو محض ہجرت باعث شرف و افتخار نہیں بن سکتی اور نہ وہ وسیلۂ مغفرت ہوسکتی ہے صاحب تفسیر بیضاوی و مشکوۃ نے تو مہاجر کہلانے میں مہاجرت عن الشرک والمعاصی وغیرہ کی بھی قید لگائی ہے۔ جب یہ طے ہوگیا کہ مشرک اور عاصی مہاجر نہیں تو ان الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل (ازالۃ الخلفا مقصد صفحہ ۱۹۹) ابوبکر صاحب سے آنحضرت نے فرمایا تھا لہذا ان کو مہاجر کہنا مہاجرت کا مذاق اڑانا ہے۔

جو آیت آپ نے پیش فرمائی ہے اس میں بقول آپ کے پہلی شرط ایمان کی ہے اور آپ نے کلام جناب امیر علیہ السلام سے ابوبکر صاحب کے مومن ہونے پر جو استدلال فرمایا ہے اس میں فقرہ اولیٰ جس سے آپ کے صدیق وفاروق کی صدیقیت وفاروقیت باطل ہورہی ہے اس کو شیر مادر سمجھ کر کیوں ہضم کرلیا؟ مولانا یہاں پر ایمان حقیقی نہیں مراد ہے بلکہ ایمان مطلق مراد ہے اور شیعہ ایمان مطلق کے منکر نہیں ہیں ایمان مطلق کا معتد بہ حصہ شیطان نے بھی قبول کیا ہے اللہ کی خالقیت رزاقیت، قیامت نیز جنت و نار ہر ایک پہ اس کا ایمان تھا محض جناب آدم کی خلافت اور ان کی برتری سے اس کو انکار تھا حضرت ابوبکر صاحب کو ایمان حقیقی کہاں نصیب ہوا عمل بالارکان تو رہا مگر تصدیق بالجنان کی منزل میں قدم نہیں رکھا اگر حقیقی ایمان سے بہرہ مند ہوئے ہوتے تو وہ افعال قبیحہ جو بعد رسول اسلام ظہور میں آئے ہرگز نہ ہوتے چونکہ عوام الناس نے ایمان مطلق اور ایمان ظاہری ہی کو

صدیقیت و فاروقیت کی دلیل بنا لیا تھا لہٰذا اس اعتقاد بد سے لوگوں کو محفوظ رکھنے کے لیے آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں یعنی مقصد یہ تھا کہ جن لوگوں نے اپنے کو یہ القاب دے رکھے ہیں وہ جھوٹے ہیں اس لیے کہ اگر اسی اسلام و ایمان کی بدولت وہ ان القاب کو پا سکتے ہیں جو تم دیکھتے ہو تو میں تو ان سے پہلے اسلام لایا ورنہ اس کے کہنے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی کہ میں ابوبکر سے پہلے اسلام لایا یہ کہنا بتاتا ہے کہ اصل میں حضرت ان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتے تھے ـــــــ جس طرح "شوریٰ" کو معاویہ پر حجۃ بنایا اسی طرح عوام الناس پر ابوبکر صاحب کے ظاہری اسلام و ایمان کو حجۃ بنایا وہاں معاویہ کے خیالات کی رد شوریٰ سے ممکن تھی جس کا قائل معاویہ تھا اور یہاں اعتقاد صدیقیت و فاروقیت کو باطل کرنا تھا ـــــــ اب آپ اس آیت کو پیش نہیں کر سکتے اس لیے کہ ان حضرات میں پہلی ہی قید (ایمان) مفقود ہے جہاد میں گئے مگر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے ہی رہے مہاجر ہو نہیں سکتے شرک کیا لہٰذا بخاری بیضاوی اور صاحب مشکوٰۃ کی تعریف مہاجرت میں داخل نہیں۔ اب آیت میں کیا رہ گیا جو ان حضرات کو ملے گا؟

["اس آیت میں تمام مہاجرین کو بلا استثناء مومن کہا گیا ہے اور ان انصار کو بھی جنھوں نے ان مہاجرین کی مدد کی تھی اگر کافی کلینی کی روایت کے مطابق صرف سلمان ابوذر اور مقداد رضی کو سمجھا جائے تو سوال پیدا ہو گا کہ وہ انصار کون تھے جس کا اس آیت میں ذکر ہے یہ تینوں صحابی تو مہاجر تھے۔"]

تمام مہاجرین کو بلا استثنا، نہیں کہا گیا ہے اس لیے کہ جن قیدوں کا ذکر آیت میں موجود ہے وہ خود غیروں کو مستثنیٰ کر رہی ہیں اور صرف انھیں لوگوں کو مومن کہا جا رہا ہے جو لوگ ایمان لائے اور اسی ایمان پر ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا جن لوگوں نے دنیوی فوائد کے لیے اسلام قبول کیا تھا کسی کاہن کے قول پر ایمان لاکر ان کی ہجرت میں بھی خلوص نہ ہوگا جنھوں نے دشمن کی نکسیر بھی نہ توڑی ہو آیت ایسے لوگوں کی ذمہ دار نہیں ـــــ اسی طرح ایمان کے ساتھ جن انصار نے مہاجرین کی امداد کی آیت انھیں بھی مومن کہہ رہی ہے مگر کافی کی حدیث بہرحال غلط نہیں ہو سکتی اس لیے کہ ایمان قبول کرنا اور ہے اور اسی ایمان پر مر جانا اور ہے کیا ایسا ہوتا نہیں کہ آدمی شام کو کافر رہتا ہے اور صبح کو مومن اور صبح کو مومن شام کو کافر ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ کافی کلینی کی روایت سلمان ابوذر اور مقداد کے علاوہ سب کو کافر تو نہیں کہہ رہی ہے حدیث کا مفہوم صرف اسی قدر ہے کہ بعد رسول اکرمؐ صرف سلمان وبوذر ومقداد (یا دوسری حدیث کی رو سے چند اور نفر) اسی کمال ایمان پر باقی رہے جہاں رسولؐ خدا نے انھیں چھوڑا تھا باقی کم و بیش ہر ایک ادھر اُدھر ہو گیا اور اسی کو ارتداد سے تعبیر کیا گیا ہے یہ دوسری بات ہے، کہ بعض حضرات نے بالکلیہ ایمانی لبادہ اتار دیا تھا وہ بھی اس حدیث کی گرفت میں آ جائیں گے۔

[ادھر حضور صلعم کو حکم تھا یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم (اے نبی کفار و منافقین سے لڑو اور ان پر سختی کرو اور

یہ بھی نقل لن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلوا معی عدوا ان منافقین کو کہہ دو کہ تم آئندہ میرے ہمراہ کسی فوجی مہم پر نہیں جا سکتے اور نہ مرے ساتھ مل کر کسی دشمن سے لڑ سکتے لیکن ہوا یہ کہ حضور ان خلفاء کو ہر جنگ میں ساتھ لیے جاتے رہے ان سے انتہائی محبت آمیز سلوک کرتے رہے ....

دو سے دو لڑکیاں اپنے نکاح میں لیں اور ایک کو دو لڑکیاں دیں "]

اب جناب ہی ارشاد فرمائیں کہ جب رسول کریم صلعم کو حکم تھا کہ کفار و منافقین دونوں سے جنگ کریں تو پھر کیا وجہ تھی کہ پیغمبر اسلام نے تو کفار سے جہاد کیا مگر کبھی منافقین سے جہاد نہیں فرمایا کوئی غزوہ کوئی سریہ آپ کے پیش نظر ہے جس میں رسولخدا نے منافقین سے جنگ کی ہو؟ ہرگز نہیں تاریخ اسلام میں تو کم از کم آپ کو یہ نہیں ملے گا —— اور جب یہ طے ہے کہ رسولخدا نے منافقین سے جہاد نہیں فرمایا تو تین ہی صورت ہو سکتی ہے یا تو آنحضرت نے حکم الہیٰ کے خلاف کیا مگر یہ ناممکن اور یا پھر منافقین کا وجود نہ تھا یہ بھی ناممکن ہے سورہ منافقون پورا قرآن مجید میں موجود ہے یہ دوسری بات ہے کہ آپ تین نام بھی منافقین کے نہیں بتا سکتے ۔ ایک تیسری صورت یہ ہے کہ جانشین نبی ایسا ہو جس کا جہاد عین پیغمبر اسلام کا جہاد ہو اور وہ تاویل قرآن پر منافقین سے بمصلحت وقت اسی طرح جنگ کرے جس طرح پیغمبر خدا نے تنزیل قرآن پر جہاد فرمایا تھا اور وہ تھے جناب امیر مگر آپ کو ان ..... کے قتل کا یا ان سے جہاد کرنے کا موقع ہی نہ ملا یعنی مصلحت وقت اس کی مقتضی نہ تھی البتہ اظہار بیزاری فرما دیا اور ان حضرات ...... کی سنتوں کو ناقابل عمل سمجھ کر ان پر

عمل کرنے سے انکار فرما دیا اور جب زمانہ نے موقع دیا تو انھیں . . . . کے تبعین سے جنگ بھی کی اگر کوئی چوتھی صورت ہو تو مطلع فرمائیں ـــــــ دوسری آیت کے سلسلہ میں عرض ہے کہ

آیت کا نزول صرف ان لوگوں کے حال سے متعلق ہے جو غزوہ تبوک میں نبی کے ہمراہ جانے کے سلسلہ میں مصنوعی آزار پیش کر کے تخلف کر چکے تھے جیسا کہ لفظ طائفۃ منھم سے واضح ہے اس لفظ کی ضرورت اس لیے بھی پڑی کہ مدینہ میں رہ جانے والوں میں کچھ مومنین بھی تھے جو آزار واقعی کی بنا پر ہمراہ نہ جا سکے (کشاف) ان سے آیت کا خطاب نہیں ہے اور کل منافقین سے بھی متعلق نہیں ہے بلکہ متخلفین منافقین فی المدینۃ سے تعلق ہے اور آیت کا رخ بتاتا ہے کہ ان کی ناشائستہ حرکت نفاق پر سرزنش اور طرد ولعن کے عنوان سے مخاطبہ بصورت نہی کیا جا رہا ہے جو کاشف ہے ان کے خبث باطن کا ۔ اس سے ان کو مکلف بنانا نہیں ہے بلکہ ان کی طرف سے اطاعت و فرمانبرداری کی یاس کا مظاہرہ ہے اس سے کل منافقین کا تعلق کرنا غلط ہوگا لہذا ہمراہ نبی جو منافقین گئے بھی یا جاتے رہے ان کا اندراج مستقل طور پر عنوان نفاق میں مسلم ہو چکا ہے خصوص مورد میں ان کے نہ آنے سے کوئی استدلال ان کے عدم نفاق پر نہیں کیا جا سکتا ۔

رہ گیا یہ امر کہ رسولخدا ؐ ان حضرات سے بہت محبت فرماتے تھے یہ آپ کا اپنا حسن ظن ہے ۔

ان حضرات کے مختصر اعمالنامے پیش کر دیئے گئے ہیں مزید بحث بکواس ہوگی

ان کی لڑکیاں آنحضرت نے اپنے نکاح میں لیں مگر یہ دوستی کا ثبوت نہیں اس لیے کہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان زوجہ رسول تھیں مگر رسول خداؐ اور ابو سفیان میں دوستی تو نہیں تھی بلکہ ابو سفیان آنحضرت کے خون کا پیاسا تھا ـــــــ اور لڑکیوں کا عقد میں دینا بھی محبت کی دلیل نہیں ورنہ وہ کفار جن سے پہلے شادیاں کی گئی تھیں وہ بھی رسول کے محبوب تسلیم کیے جائیں گے۔

[" ممکن ہی نہیں تھا کہ رسول دشمنان اسلام سے رشتے گانٹھتا پھرتا اور خدا خاموش رہتا جس اللہ نے حضور کو ایک اندھے سے ذراسی بے رخی برتنے پر فوراً ڈانٹ دی " عبس و تولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ " وہ حضور کو کبھی نہ معاف کرتا اگر وہ اپنی بیٹیاں منافقوں کو دیئے یا ان کی بیٹیوں سے خود شادی کرتے "]

کیا یہ نہیں ممکن ہے کہ رسول خداؐ دشمنان اسلام سے اللہ کے حکم سے ہی رشتہ قائم کر رہے تھے تاکہ دشمنان اسلام کچھ تو نرم پڑیں تاکہ تبلیغ اسلام کے لیے سہولت ہو اور اس کا تو امکان ہی نہیں بلکہ یقین ہے اور اصل یہی ہے کہ آنحضرت صلعم نے جو کچھ کیا وہ بحکم الٰہی کیا لہٰذا خدا کی خاموشی کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ـــــــ ہمارے اور آپ کے درمیان اہم نزاع تو " معرفت " ہے اس لیے کہ نہ آپ حضرات کو اللہ کی معرفت ہے اور نہ نبی و امام کی اس موقع پر اس بحث کو چھیڑنا مقصود نہیں ہے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ پہلے آپ نبوت کی معرفت حاصل کیجئے پھر قرآن مجید کو کم از کم ان تفسیروں سے سمجھنے کی کوشش کیجئے جو عقل کے خلاف نہ ہو " اللہ نے

حضور کو اندھے کی بدولت ڈانٹ دی" یہ تو ہے آپ کی معرفت برق صاحب ذرا غور تو فرمایا ہوتا کہ آپ دوسروں کو مومن ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں اور خود ہی کفر کا ارتکاب فرما رہے ہیں صاحب خلق عظیم جسے خود قرآن بتائے بھلا اس سے ممکن تھا کہ وہ غریب ناتواں ابن مکتوم جیسے اندھے سے بے رخی کرتا کیا یہ بات عقل میں آتی ہے آپ تو نئی روشنی میں حالات و واقعات کے دیکھنے کے عادی ہیں مگر اس موقع پر آپ کو کیا ہو گیا تھا کاش شان نبوت ہی کا خیال کئے ہوتے مگر اس وقت تو آپ حضرات خلفاء ثلثہ کی محبت میں سرشار ہیں احترام نبوت سے کیا غرض ——— یہ لکھتے وقت کاش آپ تفسیر کبیر ہی ملاحظہ فرما لیے ہوتے تو کفر کے مرتکب نہ ہوتے۔ عبس و تولی کے شان نزول میں جو روایت عامہ عامیہ ہے اس کے پیش نظر یہ غور طلب ہے کہ واقعہ مذکورہ میں ابن ام مکتوم سے کیا ہوا اور رسول کریم سے کیا متعلق ہے اس کے لیے کہا جائیگا کہ ابن مکتوم سے ضرور گناہ صادر ہوا جس کی وجہ سے وہ مستحق تادیب و زجر کے تھے اس استحقاق کے اثبات میں حسب ذیل دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں۔ (۱) اول یہ کہ ابن مکتوم اگرچہ نابینا تھے لیکن قوت سامعہ محفوظ تھی جس سے وہ رسول اور کفار کے کلام بھی سن رہے تھے باوجود اس کے کہ ان کو احساس ہو چکا تھا کہ نبی کریم خصوصیت کے ساتھ بکمال اہتمام ان سے مکالمہ میں مصروف ہیں ایسے موقع پر ابن مکتوم کا اقدام کر کے نبی کے کلام کو قطع کرنا اور اپنی غرض پیش کرنا دراںحالیکہ نبی کی غرض ابھی تمام نہ ہوئی تھی یقیناً ایک ایذا ہے اور ایذا نبی معصیت عظیمہ ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ عقلاً الاھم فالاھم کی تقدیم مانی ہوئی ہے اس موقع پر اگرچہ ابن مکتوم کی ضرورت بھی توجہ کے قابل تھی لیکن اس سے زیادہ اہم وہ ضرورت تھی نبی کریم جس کی طرف متوجہ تھے کیونکہ ابن مکتوم اسلام لا چکے تھے اور بقدر ضرورت امر دین ان کو معلوم ہو چکا تھا بخلاف ان کفار کے جو ہنوز اسلام نہیں لائے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ ان کا اسلام لانا ایک جماعت کثیر کے مسلمان ہونے کا باعث ہوتا ایسے نازک موقع پر ابن مکتوم کا دخل درمعقول گویا سبب ہے اس اجر عظیم کے روک دینے کا محض غرض قلیل کے لئے۔ اس امر کے حرام ہونے میں شبہ نہیں لہذا ابن مکتوم ایک معصیت کے مرتکب ہوئے۔

(۳) خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لا یعقلون اس آیت میں مسلمانوں کو محض ندا دینے سے منع کیا گیا ہے الاوقات خاصہ کے پس ابن مکتوم کی آواز گویا کفار کے لیے قبول ایمان سے مانع ہو رہی ہے لہذا یہ معصیت ہوئی اور ابن مکتوم اس کے مرتکب ہوئے۔

(۴) ان شواہد سے ابن مکتوم کا فعل معصیت قرار پاتا ہے اب رہا رسول کے متعلق پس آپ پر وہی واجب تھا جو آپ نے کیا اور آنحضرت کو تو اصحاب کی تادیب اور زجر و توبیخ کی اجازت تھی کیونکہ آپ اسی لیے مبعوث ہی ہوئے تھے لہذا رسول اللہ پر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا اسی لیے روایات اہل عصمت اور افادات علماء امامیہ میں عبس و تولی کا فاعل آنحضرت کو نہیں قرار دیا گیا۔

اور حقیقت امر تو یہ ہے کہ اس مورد میں حاشیہ نشینان بزم نبوت میں سے کوئی ایسا تھا جس سے یہ عبوست متوقع ہے ورنہ رسول کے شرائط و صفات میں

کسی طرح "تعبیس" نہیں آسکتی اسی لیے قرآن پاک نے آپ کا وصف جمیل اس طرح فرمایا ہے ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک اگر آپ درشت خو ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے بھاگ جاتے ۔

["منافقین کو اللہ نے چیلنج دیا تھا لئن لم ینتہ المنافقون الذین فی قلوبھم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بھم ثم لا یجاورونک فیھا الا قلیلا .... اگر یہ منافق یہ دل کے روگی اور مدینہ میں جھوٹی خبریں پھیلانے والے اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو ہم اے رسول تمھیں ان کے پیچھے ڈال دیں گے یہ تمھارے پڑوس میں زیادہ دیر تک نہیں رہ سکیں گے ...... اس چیلنج میں تین دھمکیاں تھیں کہ رسول کو ان کے پیچھے ڈالدیا جائے گا کہ وہ رسول کے پاس زیادہ دیر تک نہیں رہ سکیں گے کہ انھیں قتل کر دیا جائے گا لیکن ہوا یہ کہ حضور صلعم نے ان سے انتہائی شفقت ومحبت کا سلوک کیا یہ اپنے عہد کی سب سے بڑی اپارٹی کے صدر رہنے نہ صرف زندگی میں حضور کے ساتھ رہے بلکہ بعد از وفات بھی آپ کے پہلو میں دفن ہوئے ۔"]

۱۔ سب سے پہلے تو ہمیں برق صاحب کو یہ بتانا ہے کہ آیات قرآنی بغیر تفسیر کے سمجھ میں نہیں آئیں گے اور اگر آپ نے اس صائب رائے پر عمل نہ کیا تو ہمیشہ دھوکہ کھاتے رہیں گے اس جگہ آپ یہ سمجھے کہ جملہ منافقین کے لیے یہ آیت نازل ہوئی ہے اور یہ قرآنی دھمکی جملہ منافقین کے لیے ہے اور آپ کا مطلوب اسی صورت میں حاصل بھی ہوگا مگر کیا کیجیئے گا آپ کے ہی مفسرین نے

جیسے یہ خیال کر کے تفسیر لکھنے بیٹھے تھے کہ برق صاحب کے جملہ استدلال کو پامال کرنا ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ ان اناسا من المنافقین ...... والذین فی قلوبھم مرض کی تفسیر میں ہے کہ اصحاب الفواحش (ازمنثور ج ۵ صلا۲۲ دتفسیر کشاف سورہ احزاب) جب یہ ثابت ہے کہ آیت کل منافقین کیلئے نہیں بلکہ بعض منافقین سے مخصوص ہے جو فواحش کے مرتکب ہوتے اور جو کھل کر اذیت دینے پر امادہ تھے تو کیا یہ ضروری ہے کہ حضرات خلفاء بھی اس طبقہ منافقین سے تعلق رکھتے ہوں جن کے لیے یہ آیت اتری ہے آخر آپ کو اتنا اصرار کیوں ہے اس دھمکی میں خلفا ثلثہ نہیں آئیں گے دوسرے مقامات پر تلاش کیجئے انشا اللہ وہاں ضرور ملیں گے۔

(۲) اگر مفسرین سے اختلاف کر کے آپ ہی کے قول کو صحیح سمجھ لیا جائے کہ یہ آیت کل منافقین کے لیے نازل ہوئی ہے اور قرآن نے سارے منافقین کو دھمکی دی ہے کہ وہ اب زیادہ دنوں نفاق کی حالت پر باقی نہیں رہ سکتے تو کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ عہد رسول کے بعد کوئی منافق باقی نہیں؟ حالانکہ تاریخ سے ثابت ہے کہ پیغمبر اسلام کے بعد بھی منافقین باقی رہے لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ آیت جملہ منافقین کے لیے نازل ہوئی تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت بعض منافقین سے کے لیے نازل ہوئی تھی جو فواحش کا ارتکاب کرتے تھے۔

(۳) شفقت و محبت کا صرف دعویٰ ہے خدا کے فضل سے کوئی دلیل نہیں رکھتے جو مواعظ اگر محبت و شفقت سے فرمایا تھا تو ہم کو کوئی اعتراض نہیں

مگر آپ اپنی جگہ خود غور کر لیجیے تاکہ بعد میں پچھتانا نہ ہو۔

(۴) امپائر کا صدر بننا قابل فخر نہیں ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان بھی اپنے اپنے عہد کے سب سے بڑے امپائر کے صدر تھے اگر نار ہونا قابل فخر نہیں عہد رسول میں یہ حضرات کسی معمولی بزم کے بھی صدر بنائے گئے؟ دنیا کو معلوم ہے کہ خالد بن ولید اور اسامہ بن زید کی ماتحتی میں رہنے والے ان کو اللہ و رسول نے کبھی سرداری نہیں بخشی اور اگر کبھی ملی بھی تو راستہ ہی سے واپس بلا لیے گئے اللہ و رسول نے ثابت کر دیا کہ ان کے اندر الٰہی سروری کی صلاحیت موجود ہی نہیں ہے۔

[حمد اللہ مستوفی جو امامیہ کے ایک بلند پایہ جغرافیہ داں تھے ایک عجیب واقعہ بیان کرتے ہیں" قاضی احمد دامغانی کی کتاب استظہار الاخبار اور قاضی رکن الدین کی تصنیف 'مجمع آثار الملوک" میں لکھا ہے کہ بنو فاطمہ مغرب کے خلیفہ ششم الحاکم نے مدینہ کے ایک علوی کو لالچ دیا کہ وہ رسول کے روضہ سے ابوبکر و عمر کی نعشیں نکال لائے اس مقصد کے لیے اس نے اپنے گھر سے روضہ رسول تک ایک سرنگ کھدانا شروع کی ان دنوں میں خوفناک آندھیاں آئیں، بجلیاں چمکیں اور بڑا اندھیرا ہو گیا لوگ ڈرے توبہ کرنے لگے اور بھاگ کر حرم رسول میں چلے گئے یہ حالت اسی طرح رہی آخر اس علوی نے یہ راز کہیں ظاہر کر دیا اور نقب زن گرفتار ہو گئے معاً حالات معمول پر آ گئے (نزہۃ القلوب) قصہ کا ماحصل یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے پورا پورا زور لگایا لیکن حضور اور خلفاء کو بعد از موت بھی جدا نہ کر سکا"]

(۱) حمد اللہ مستوفی کو امامیہ سمجھنا بہرحال دروغ بے فروغ ہے ہم سمجھتے ہیں کہ برق صاحب حمد اللہ مستوفی کو امامیہ کیوں کہہ رہے ہیں راز یہ ہے کہ نزہتہ القلوب میں ائمہ معصومین علیہم السلام کو بالکل شیعی طرز تحریر کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اسی بنا پر برق صاحب کو دھوکہ ہوا حالانکہ صوفیائے کرام بھی اہلبیت علیہم السلام کو اسی لب ولہجہ میں یاد کرتے ہیں جو شیعوں کا ہوتا ہے لیکن ان کو شیعہ کہنا درست نہیں۔ اسی کتاب میں حمد اللہ مستوفی نے اپنے اعتقاد کے اظہار کے لیے اعبارتیں چھوڑ رکھی ہیں جن سے ان کے مذہب کے متعلق بڑی آسانی سے خیال قائم کیا جا سکتا ہے مثلاً " واکثر صحابہ رضی اللہ عنہم" ص ۱۲۲ " ایام خلافت حضرت عمر علیہ رضوان اللہ" ص ۳۲ یہ تحریر قیامت تک شیعی قلم نہیں لکھ سکتا۔ بلا اختلاف ہم امامیہ کے نزدیک صوم عاشورہ حرام ہے مگر حمد اللہ مستوفی بن ابی بکر صاحب صوم عاشورہ کو بہت بڑی فضیلت سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ " وصوم آنرا فضلیتی تمام ست" ص ۳۳ علمائے شیعہ میں شب قدر کے سلسلہ میں قدرے اختلاف ضرور ہوا ہے مگر تیئسویں ماہ صیام پر علماء شیعہ کا اتفاق ہے مگر حمد اللہ مستوفی نے ستائیسویں تاریخ پر زور دیا ہے لکھتے ہیں کہ " اکثر علماء وفضلاء بر بست وہفتم اتفاق دارند" ص ۳۳ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ عقائد عامہ کے ہیں حضرات امامیہ کو اس سے کوئی تعلق نہیں جناب حمد اللہ مستوفی بن ابی بکر کے شیعہ امامیہ نہ ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے رافضیوں کو بدعتی وبے دین کہا ہے تاریخ اسلام گواہ ہے کہ آپ حضرات نے ہمیشہ مظلوم

شیعوں کو رافضی کہا ہے انھوں نے کبھی آپ کو رافضی نہیں کہا اب صاحب نزہتہ القلوب کی عبارت ملاحظہ ہو " واز بدعتہا کہ مبتدعان و بد دنیان نہادہ اند ہفدہم ربیع الاول ست کہ روافضہ آنرا روز شکم در آں خوانند وآں افسر قتل عمر سعد کہ سر لشکر مخالفان امیر المومنین علیہ السلام بود " صفحہ ۳۴ اگر یہ حضرت خود رافضی ہوتے تو یوں نہ لکھتے ـــــ اور اگر یہ شیعہ ہوتے تو نہم ربیع الاول ان کو یاد رہتی اور بجائے نہم ہفدہم ربیع الاول نہ فرماتے ـــــ یہ عقائد مشعر ہیں اس امر کی جانب کہ جناب حمد اللہ بن ابی بکر ہرگز شیعہ امامیہ نہ تھے اور جب یہ ثابت ہو گیا تو کیا عجب کہ انھوں نے واقعہ کو مسخ کر کے نقل کیا ہو جیسا کہ آپ حضرات ہمیشہ کرتے آئے ہیں ہم کیونکر اعتماد کر سکتے ہیں جب محدث دہلوی عبد العزیز شاہ صاحب جیسے عالم اس سے نہ بچ سکے اور آپ جیسا مصلح اس فعل بد کا مرتکب ہو گیا۔

(۲) ہم نے ماخذ یعنی قاضی رکن الدین کی مجمع آثار الملوک اور قاضی احمد دامعانی کی استظہار الاخبار میں اس واقعہ کو دیکھنا چاہا مگر افسوس کہ یہ واقعہ کہاں ملتا جب کتابیں ہی نہ ملیں اور کتابیں کہاں ملتیں جب ان کا ذکر تک نہیں اور ان کتابوں کا ذکر کہاں ملے گا جب ان علماء کا ہی کہیں پتہ و نشان نہیں ملتا کہ آخر یہ کس مسلک سے تعلق رکھتے تھے تعجب ہے کہ صاحب کشف الظنون نے بھی ان کتابوں کا ذکر نہیں فرمایا جبکہ اسی کشف الظنون میں نزہتہ القلوب کا ذکر موجود ہے لیکن نزہتہ القلوب کو

بھی نہ جانتے کیسے لکھا جبکہ اس کے مصنف حمد اللہ مستوفی کا تذکرہ نہیں کیا لہذا پہلے حمد اللہ مستوفی کا امامیہ ہونا ثابت کیجئے ثانیا قاضی احمد دامغانی اور قاضی رکن الدین کے مذہب سے باخبر کیجئے پھر ان کتابوں میں جس جا یہ عبارت ہے اس کے ماقبل و مابعد کو دیکھئے اس کے باوجود اعتراض کی گنجائش ہو تو ہم سے جواب طلب کیجئے۔

(۳) جس بادشاہ حاکم باللہ بن عزیز کی طرف اس واقعہ کو منسوب کیا گیا ہے چند معدودں کے علاوہ جملہ مورخین نے اس کو بڑا متشرع اور پابند صوم وصلوۃ بتایا ہے روحانی ریاضات اور عرفانی منازل کا اتنا مجاہدہ کر چکا تھا کہ مورخین کو صاحب کرامت لکھنا پڑا جیسا کہ اس کے حالات اور آئین فرمانروائی سے ہر صاحب نظر فیصلہ کرسکتا ہے ایسے متجمع صفات بادشاہ پر یہ الزام سادات دشمنی کے علاوہ اور کچھ نہیں جن لوگوں نے اس بادشاہ کی برائی بیان کی ہے انھوں نے اس کی سختیوں کو حدود شرعی سے متجاوز بتایا ہے (تاریخ الاسلام) کیا عقل پر زور دے کر یہ نہیں غور کیا جاسکتا کہ رابطہ فاطمیین کی بنا پر بیچارے کو مورد طعن و تشنیع بنانے کے لیے یہ وضعی واقعہ اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

(۴) محال سمجھتے ہوئے یعنی اگر اس کو چند ساعت کے لیے تسلیم کرلیں کہ کہ ہاں حضرات خلفا کی وجہ سے ہی یہ سب کچھ ابر وباد و رعد کا ظہور ہوا تو کوئی مضائقہ نہیں یقیناً قدرت کو یہی کرنا بھی چاہیئے تھا۔

اس لیے کہ نبوت کا جو پاس و لحاظ آپ کے ہاں ہے وہ اظہر من الشمس ہے ابھی ابھی علبس و تولیٰ کی بحث گذری ہے قدرت کو معلوم تھا کہ وہابیت کے جراثیم کہاں کہاں جائیں گے اگر حضرات شیخین وہاں سے علیحدہ کر دیئے گئے ہوتے تو شائد آج گنبد خضرا بھی موجود نہ ہوتا لہذا قدرت نے مزار انور کی حفاظت کے لیے ان لوگوں کی علیحدگی پسند نہ کی اس لیے کہ اگر یہ ہٹا دیئے جاتے تو محبان شیخین روضہ آنحضرت کو کچھ نہ سمجھتے اور اس کا بھی جنت البقیع ہی کا عالم ہوتا۔

(۵) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کا جسد مبارک درمیان میں تھا اس کے اسائۂ ادب کا احتمال تھا پس قدرت نے اس مصلحت کی وجہ سے ابر بادو رعد کا سلسلہ شروع کر دیا۔

(۶) حضرات شیخین کے خیال سے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ورنہ کیا وجہ تھی کہ اسی سلسلہ کے حضرت عثمان اور ان کے ساتھ قدرت کی ساری مہربانیاں ختم ہو جائیں! پروردگار عالم کو شیخین کا اتنا خیال اور تیسرے کونسل کو کب ملے اور وہ بھی "بعد خرابی بصرہ" یعنی نجس جانوروں نے ایک پیر کو بدن سے علیحدہ کر دیا آخر یہ فرق مراتب کیوں؟

["مجمع البیان میں ہے درکسانے کہ پیشتر از ہمہ پیغمبر خدا ایمان آوردند حضرت خدیجہ اند بعد ازاں ابوبکر"]

مختلف مقامات پر تفسیر مجمع البیان کے حوالہ دیئے گئے ہیں! اس مقام پر پھر اسی تفسیر کا حوالہ ہے ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں ایک بار اور

عرض کرتے ہیں کہ "نقل کفر کفر نہ باشد" علامہ طبرسی علیہ الرحمہ نے مجمع البیان میں پہلے عامہ کے اقوال کو یکجا فرمایا ہے اس کے بعد تو اپنا مسلک تحریر فرماتے ہیں اور ان کا یہی قاعدہ پوری تفسیر میں ملے گا اب اگر آپ مجمع البیان کی روایت پیش ہی کرنا چاہتے ہیں تو نقل اسناد کے ساتھ پیش کیجیے تاکہ عوام کو یہ تو معلوم ہو جائے کہ راوی کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے ظاہر ہے کہ ابوہریرہ سیدی عائشہ حفصہ ابن عمر وغیرہ کے اقوال آپ کے لیے حجۃ ہونگے ہمارے لیے نہیں اس لیے کہ نقل قول کسی مذہب میں جرم نہیں ورنہ قرآن مجید پر بھی حرف آئے گا اس لیے کہ اس نے بھی یہود و نصاریٰ کے اقوال نقل کیے ہیں کسی حافظ سے سن لیجئے۔ حملہ حیدری کے تعلق بھی سن لیجئے کہ اس کے حوالے ناکافی ہیں اور حجۃ نہیں اس لیے کہ اسلامی تاریخ کو من و عن نظم کر دیا گیا ہے اور "دروغ برگردن راوی" شاعر سے اس کی صحت و عدم صحت کا کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا ہاں ہم ان کو ضرور تسلیم کریں گے جو ہماری روایتیں ہیں لیکن اگر آپ کی روایتیں منظوم کی گئیں تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں یہ تو شاعر کی دیانت تھی کہ اس نے واقعہ کو من و عن نظم کر دیا ——————— رہ گیا حضر ابوبکر کا اسلام اس کے متعلق ہم نے اس کے قبل آپ کی کتاب سے ثابت کر دیا کہ برسوں کے بعد ایمان لائے اعلان بعثت کے وقت تو ابوبکر صاحب مکہ میں موجود ہی نہیں تھے اور اگر اسلام قبول بھی کیا تو اسلام سے تو بحث ہے نہیں کلام تو ان کے ایمان میں ہے جسے آپ اب تک ثابت نہ کر سکے اللہ کا

شکر ہے۔

مہربان ازالۃ الخلفا مقصد اول ج ا صـ۱۹۹ طـ مطبع صدیقی دہلی کا یہ نقرہ آں حضرت کا ضرور یاد رکھئے گا ابوبکر صاحب سے فرمایا تھا الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل ۔ فرمائیے اسلام دایان کہاں گیا؟

["یہ ایک صحیح تاریخی واقعہ ہے کہ جب حضور نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اکثر مسلمانوں کو پہلے روانہ کر دیا حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سلایا خود ابوبکر کے گھر تشریف لے گئے وہاں سے پیدل نکلے راہ میں حضور کے پاؤں زخمی ہو گئے تو ابوبکر نے اپنی پیٹھ پر اٹھالیا غار ثور میں تین دن چھپے رہے اس اثناء میں ابوبکر کا بیٹا کھانا پہنچاتا ابوبکر کا گڈریا دودھ دے آتا پھر ابوبکر نے بیٹے کے ذریعہ دو تیز رفتار اونٹنیاں فراہم کیں جب وہ آ گئے تو مدینہ کو روانہ ہو گئے"]

برق صاحب واقعات کو یوں ذبح کرتے ہیں جیسے موذی جانور کسی شریف پر حملہ آور ہو —— میدان مناظرہ میں صحیح بخاری کی روایتوں سے فرقہ حقہ امامیہ کا مقابلہ کیا جا رہا یہ ہے عقل کی خوبی —— اس صحیح بخاری کی روایتیں جس بخاری کی روایتوں کو ابو زرعہ ابو حاتم اور محمد بن یحییٰ ذہلی جیسے اجلہ علماء اور ائمہ محدثین حضرات اہل سنت نے لغو اور لاطائل سمجھ کر کبھی اس کی روایت نہیں کی تو پھر کس منہ سے ان مزخرفات کو ہمارے مقابلہ میں پیش کیا جا سکتا ہے؟

اصلی عربی عبارت کو طول کے خیال سے ترک کر کے حقیقت کے چہرہ سے

ہم نقاب کشائی کرتے ہیں۔

(۱) ابن مردویہ اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب آں حضرت صلعم شب کو مکان سے باہر نکلے اور غار کے قریب پہنچے تو آپ کے پیچھے ابو بکر بھی آرہے تھے امام احمد حنبل اور امام حاکم نے عمر بن میمون سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ کے چلے جانے کے بعد ابو بکر صاحب رسولخدا کے گھر آئے اور جناب امیر علیہ السلام کو آں حضرت سمجھ کر کہا یا رسول اللہ تو حضرت علیؑ نے فرمایا رسول اللہ تو بئر میمون کی طرف تشریف لیگئے تم کو جانا ہو تو وہیں جاؤ اب ابو بکر نے تعاقب کیا حضرت نے جب ان کی آہٹ سنی تو خوف ہوا کہ ایسا تو نہیں کہ کوئی گرفتار کرنے والا کا فرآرہا ہو لہذا تیز چلنے لگے اسی وجہ سے آپ کا انگوٹھا پتھر سے زخمی ہوا اور خون بہا (یہ دیکھ کر) ابو بکر نے کھنکھارا تو حضرت نے آواز پہچان لی تو رک گئے پھر دونوں حضرات وہاں سے ساتھ ساتھ غار تک گئے حضرت عمر صاحب کا بیان ہے کہ ابو بکر صاحب جب رسول اللہ کے ساتھ ہو لیے تو مشی مرۃ امامتہ و مرۃ خلفہ و مرۃ عن یمینہ و مرۃ عن یسارہ کبھی آگے ہو جاتے تھے کبھی پیچھے کبھی داہنی طرف چلتے تھے اور کبھی بائیں طرف اسی عالم میں غار ثور تک آئے ـــــــــــ

پیغمبر خدا صلعم اور حضرت ابو بکر تین روز تک غار ثور میں قیام پذیر رہے عامر بن فہیرہ ان کے لیے کھانا لاتا جس کا انتظام حضرت علیؑ کرتے تھے پس حضرت علیؑ نے تین بحرینی اونٹ خرید فرمائے اور ایک راہ نما کو

اجرت پر مقرر کیا جب تیسری رات کا کچھ حصہ گزرا تو حضرت علیؑ اونٹ اور راہبر کو ساتھ لائے ایک اونٹ پر رسول اللہ اور دوسرے پر ابوبکر صاحب سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے (فتح الباری شرح صحیح بخاری و تاریخ طبری ج ۲ صفحہ ۲۴۴ ط حسینیہ مصر و درمنثور ج ۳ صفحہ ۲۴۰ ط ممنیہ مصر ۱۳۱۴ھ)

یہ وہ حقیقت تھی جو اہل سنت والجماعت کی معتبر ترین کتب تاریخ و حدیث و تفسیر سے پیش کی گئی۔

(۱) جب ابوبکر صاحب رسول کریم صلعم کی تلاش میں نکلے تو الٰہی پروگرام پر عمل شروع ہو چکا تھا علیؑ سو چکے تھے رسول جا چکے تھے نہ جناب امیرؑ کو خوف تھا کہ وہ کسی کو مدد کے لیے بلاتے اور نہ رسول کریم پر کسی قسم کا ہراس تھا کہ ان کو کسی یار و انصار کی ضرورت ہوتی۔

(۲) ابوبکر صاحب کا دخل درمعقول زائد اور فضول امر تھا ہجرت نبوی میں ان کی ہمراہی کی نہ اللہ کو ضرورت تھی اور نہ اس کے رسول کو۔

(۳) رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بزرگ کو کافر خیال کیا۔

(۴) حضرت ابوبکر صاحب کی "چوکور چال" صاحبان نظر کیلئے باعث حیرت ہے آخر اس کی کیا ضرورت لاحق ہوئی؟

(۵) خورد و نوش اور سواری و راہبر کا انتظام خود حضرت علی علیہ السلام نے ہی فرمایا تھا۔

یہ تھی صحیح تاریخ جسے ہم نے برق صاحب کی کتب معتبرہ و مشہورہ سے ثابت کیا فالحمد للہ علی ذلک۔

[۵ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر میں درج ہے "اللہ نے
رسول کی طرف وحی بھیجی کہ حضرت ابوبکر کو اپنے ساتھ لے لو اگر وہ اپنے عہد و
وفا پر قائم رہے تو وہ آپ کے ساتھ جنت میں بھی رہیں گے حضرت نے
ابوبکر سے پوچھا تو انھوں نے (زور دار الفاظ ہیں) آمادگی ظاہر کی یہ سن کر
حضور نے فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ نے تیرے دل کو ٹٹولا اور تیرے دل کو
تیرے قول کے مطابق پایا تمھارا رشتہ مجھ سے وہی ہے جو کان آنکھ اور سر
کا بدن سے اور روح کا جسم سے ہوتا ہے"]

ناظرین کرام اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) وامرك ان تستصحب ابابکر فانه ان انسك وساعدك و
وازرك وثبت على تعاهدك وتعاقدك كان في الجنة من
رفقائك یعنی حکم الٰہی ہوا کہ ابوبکر کو اپنے ہمراہ لے لو اگر وہ تم سے مانوس
رہا تمھارا ساتھ دیا مدد کی اور اس نے تم سے جو عہد و پیمان کیا ہے اس پر
ثابت قدم رہ گیا تو جنت میں وہ تمھارے ساتھ ہوگا شروع سے شرطیں
لگی ہوئی ہیں اگر مانوس ہوئے اگر بخلوص ساتھ دیا اگر مدد کی اور عہد و پیمان
پر باقی رہے تب ابوبکر صاحب کو جنت ملے گی اذا فات الشرط فات المشروط
اور جب حضرت ابوبکر صاحب نے ان شروط پر عمل ہی نہیں کیا جیسا کہ ہم
محققین علماء اہلسنت کی کتب سے ثابت کرتے آرہے ہیں تو پھر مشروط
(جنت) بھی فوت ـــــــ یہ یاد رہے کہ برق صاحب ایمان خلفاء
کو ثابت کرنے کی کوشش فرما رہے ہیں اور سرخی یہی قائم کی ہے کہ

"ایمان خلفا پر قرآن کی شہادت" اور اس واقعہ میں وہ شرطیں ہیں جن کو حضرات سواد اعظم قیامت تک نہ ثابت کرسکیں گے پھر ایمان کے ثابت کرنے میں اس مشروحہ واقعہ کو پیش کرنے سے کیا حاصل ! اسی کو تو تعلیق محال بر محال کہا جاتا ہے۔

(۲) جس آیت کے ذیل میں یہ واقعۂ ہجرت بیان کیا جارہا ہے وہ بھی قابل غور ہے اگر یہ واقعہ ومن الناس من یشری الایہ کے تحت مذکور ہوتا تو یہ سمجھنے کی گنجائش ہوتی کہ ممکن ہے کہ مدح کے موقع پر یہ گفتگو ہو رہی تھی مگر الحمد للہ کہ آیہ اوکلما عاھدوا عھدا نبذہ فریق منھم بل اکثرھم لایومنون کے ذیل میں یہ واقعہ مندرج ہے جس مقام پر خداوند عالم نے جماعت یہود کی شکست عہد کی ملامت وسرزنش کی ہے اسی کے بعد اس واقعہ کو بیان کرنا اور یہ فرمانا کہ اگر عہد وپیمان پر باقی رہے تو جنت ملے گی اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر صاحب کے نکث بیعت وشکست عہد کی طرف معصوم؏ اشارہ فرما رہے ہیں جس طرح یہود ونصاریٰ آں حضرت صلعم سے بہت طول طویل عہد وپیمان کرتے اور نصرت سرد جان نثاری پر یقین دلاتے تھے مگر بعد میں عہد وپیمان کا مطلق خیال نہ کرتے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صاحب نے بھی کیا اگرچہ عہد وپیمان کی بابت رسول خداؐ نے تاکید فرما دی تھی مگر اس کا کچھ بھی خیال نہ کیا گیا ــــــــــ برق صاحب ماقبل ومابعد پر ذرا نظر فرمالیا کیجئے۔ آخر ایسی بھی کیا عجلت کہ اپنے ہاتھوں اپنے

پیروں پر کلہاڑی ماری جائے۔

(۳) [" یہ سن کر حضور نے فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ نے تیرے دل کو ٹٹولا اور تیرے دل کو تیرے قول کے مطابق پایا تمہارا رشتہ مجھ سے وہی ہے جو کان آنکھ اور سر کا بدن سے اور روح کا جسم سے ہوتا ہے"]

یہ ترجمہ جس عبارت کا ہے اس کو ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

فقال رسول اللہ لا اجو مران اطلع اللہ علی قلبک ووجد ما فیہ موافقا لما جری علی لسانک جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن۔

کیا اس عبارت کا وہی ترجمہ ہوا جو برق صاحب نے فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت ایمان خلفا کیلئے اب کوئی ناقص دلیل بھی باقی نہیں رہ گئی تو اب علمی سرقہ سے کام لیا جانے لگا جو غالباً ان کو ورثہ میں ملا ہے اس کا صحیح ترجمہ یہ ہوا کہ

"رسول خدا نے فرمایا کہ بے شک خدا مطلع ہوا تمہارے دلی امور پر (اب) اگر تمہارے زبانی دعاوی کو دلی امور کے موافق پایا تو (ایسی صورت میں) تمہارا رشتہ مجھ سے وہی کر دے گا جو کان آنکھ اور سر کا بدن سے اور روح کا جسم سے ہوتا ہے"

لیکن ایسا ہوا نہیں اس لیے کہ حضرت ابوبکر صاحب کے دل میں کچھ اور تھا اور زبان پر کچھ اور ورنہ الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل

کا تہدید آمیز جملہ ہرگز نہ کہا جاتا جیسا کہ علماء اہلسنت نے تحریر فرمایا ہے۔

(۴) [" وہ علی بھی مجھے اتنا ہی پیارا ہے بلکہ بلندی کردار اور زیادتی فضائل کی وجہ سے اس کا درجہ زیادہ ہے "]

برق صاحب کی مشق تحریف نے یہ ترجمہ اس عبارت کا فرمایا ہے۔

" کعلی الذی هو منی کن لك وعلی فوق ذلك لزیادۃ فضائلہ و الشرف خصالہ " صلح کرانے والوں کا جب یہ عالم ہے تو جن علماء کا مقصد ہی تحریف رہا ہو انھوں نے کیا کچھ نہ کیا ہوگا یہ سوچنے سے تعلق رکھتا ہے گذشتہ عبارت سے ملا کر اس کا ترجمہ یہ کیجئے کہ

" وہ تمہارا رشتہ مجھ سے وہی کر دیا جائے گا جو کان آنکھ اور سر کا بدن سے اور روح کا جسم سے ہوتا ہے علی ہی کی طرح کہ ان کا رشتہ مجھ سے اسی طرح ہے بلکہ علی تو زیادتی فضل وکمال اور عمدہ خصلتوں کی وجہ سے اس رشتہ سے بھی اقرب ہے "

اس کے بعد عبارت کا وہ حصہ برق صاحب نے ترک فرما دیا ہے جس سے خرمن آرزو خاک ہو رہا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

" اے ابوبکر جو شخص عہد و پیمان کا پابند نہ رہے اس کا طریقہ بالکل ابلیس لعین کا ہوتا ہے "

(تاریخ بغداد کی حدیث ایمان ابی بکر دایمان ابلیس واحد اس موقع پر یاد کیجئے (مثمر ہوگی) اسی پر اکتفا نہیں فرمائی بلکہ بذریعہ اعجاز ابوبکر صاحب کو آں حضرت نے دکھایا کہ ملائکہ آتشیں گرز لے کر عہد شکن کی سزا کیلئے

معین کیے گئے ہیں .... یہ تمام قرائن بتاتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے ہر امکانی کوشش صرف کی کہ ابوبکر صاحب عہد شکنی نہ کریں مگر افسوس ہوس دنیا نے ایک کا خیال نہ کیا۔

["امیر المومنین را بر جائے خود خوابانید و خود از خانہ ابوبکر برفاقت او در ہماں شب بیروں آمدن (خلاصۃ المنہج) حضرت نے اس رات علیؑ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور خود ابوبکر کے گھر سے اس کے ہمراہ مدینہ کو رخصت ہو گئے "]

برق صاحب کو جھوٹ بولنے میں قطعی جھجک نہیں محسوس ہوتی معلوم نہیں ان کا نفس خود نفرین و ملامت کرتا ہے یا نہیں؟ اگر خلاصۃ المنہج میں برق صاحب یہ عبارت دکھا دیں تو صداقت بکر یہ کی قسم میں سنّی ہو جاؤں ——————

منہج الصادقین کے مصنف نے جب یہ تفسیر لکھی تو جملہ خشک و تر کو اس میں جمع کرنے کی کوشش کی جیسے صاحب مجمع البیان نے کیا مگر بعد میں صاحب منہج الصادقین نے منہج کا ایک ایسا خلاصہ تیار کرنا چاہا جس میں حشو و زوائد نہ ہوں چنانچہ انھوں نے اس کے بعد تو خلاصۃ المنہج تیار کی یہ عبارت جس کا حوالہ برق صاحب خلاصۃ المنہج سے پیش کر رہے ہیں وہ منہج الصادقین میں ہے نہ کہ خلاصۃ المنہج میں غلط حوالہ کا پیش کرنا بتاتا ہے کہ عوام الناس کو برق صاحب دھوکہ دے رہے ہیں یا ان کو منہج الصادقین و خلاصۃ المنہج کا فرق ہی نہیں معلوم اور نہ انھوں نے ان کتابوں کو دیکھا ہے ورنہ مصنف علام نے مقدمہ میں صاف صاف اس امر کی وضاحت کر دی ہے جو ہم نے اوپر عرض کیا ——————

حملہ حیدری سے ہمارے خلاف حجۃ پیش کرنا عقلمندی کے خلاف ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بھی عرض کر چکے ہیں یہاں پر اس داستان کا آغاز یوں ہوتا "چنیں گفت راوی کہ سالار دیں" پتہ لگ گیے کہ یہ راوی کون ہے۔

["بیاباں میں (برہنہ پا چلنے کی وجہ سے) حضور کے پاؤں زخمی ہو گئے"]

مورخ طبری کی روایت اس مقام پر آپ کے اس راز کو ظاہر کرے گی جس کو آپ چھپانے کی کوشش فرما کر حضرت ابوبکر صاحب کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔ فخرج ابوبکر مسرعا فلحق نبی اللہ ص فی الطریق فسمع رسول اللہ جرس ابی بکر فی ظلمتہ اللیل فحسبہ من المشرکین فاسرع رسول اللہ المشی فانقطع قبال نعلہ ففلق ابہامہ حجر فکثر دمھا (طبری ج ۲ ص ۲۴۴ ط حسینیہ مصر)

آں حضرت صلعم کے تعاقب میں ابوبکر صاحب ظلمت شب میں دوڑتے ہوئے چلے حضور نے ابوبکر کے آنے کی جو آہٹ پائی تو سمجھے کہ کوئی مشرک آ رہا ہے لہذا رفتار تیز کر دی جس کی وجہ سے جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا اور پتھر سے انگوٹھا اس طرح زخمی ہوا کہ خون جاری ہو گیا" کتنا اچھا رفیق سفر تھا جس نے حضور صلعم کو دو مصیبتوں میں مبتلا کر دیا رونے اور چیخنے کا سبب آپ یہ بتاتے ہیں کہ سانپ نے کاٹ لیا تھا قطع نظر اس سے کہ انگوٹھے میں کاٹا یا" عقب" میں بہر حال شیخ سعدی کا یہ شعر آپ کو سنانا ہے۔

ترا اژدہا گر بود یار غار ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

اس کا کوئی جواب ہے جناب کے پاس؟ رسول اللہ کا ساتھ اور ساتھ کاٹ لے لاحول ولا قوۃ۔

["ابوبکر منافق تھا حضور صلعم کے ارشاد کے خلاف راستہ میں کھڑا ہو گیا حضور نے اسے سخت ڈانٹا اور پھر ساتھ لے لیا تاکہ کفار کو اطلاع نہ دیدے (مجالس المومنین)"]

اس عبارت پر آپ اپنے سوالات کے نمبر دار جواب ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) ["آدھی رات کے وقت ابوبکر کو کس نے بتا دیا تھا کہ حضور جارہے ہیں......"]

یہ سوال تو آپ کو خود "روح پر فتوح صدیق صاحب" سے کرنا چاہیئے کہ جناب آپ کو کہاں سے معلوم ہو گیا تھا کہ آنحضرت آج ہجرت فرمائیں گے؟ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہر حال آں حضرت صلعم ابوبکر کو ساتھ لے کر گھر سے نہیں نکلے بلکہ اکثر و بیشتر محققین اہلسنت نے اس کو تسلیم کیا ہے کہ ابوبکر صاحب راستہ میں حضور صلعم کو ملے اور ان کا آنا زحمت و تکلیف کا باعث بھی ہوا۔ —— اگر تاریخ و حدیث میں حق و باطل کا فیصلہ آپ نہیں کر سکتے تو اس وادی میں آپ کو قدم ہی نہیں رکھنا چاہیئے تھا سیدھی سی بات تھی قرآن دیکھ لیتے کہ پیغمبر اسلام تنہا گھر سے نکلے یا ابوبکر کو ساتھ لے کر تو خود قرآن میں اس کا جواب موجود تھا کہ گھر سے نکلتے وقت آنحضرت صلعم تنہا تھے جیسا کہ آیت اذا اخرجہ الذین کفروا (جب اس رسول کو کفار مکہ نے گھر سے نکال دیا) سے مستفاد ہوتا ہے اس لیے کہ اگر آنحضرت صلعم

ابو بکر کو ساتھ لے کر گھر ہی سے ہجرت فرماتے تو قرآن مجید اخرجہ کے بجائے اخرجھما کہتا لیکن حقیقت تو یہی تھی کہ کفار مکہ نے صرف آنحضرتؐ کو ہجرت پر مجبور کیا وہ گھر سے نکلے اور راہ میں ابو بکر صاحب آ ملے .... جب آنحضرت صلعم سے ابو بکر کی ملاقات ہو چکی تو اب مصلحت وقت کا یہی تقاضا تھا کہ ان کو ساتھ ہی چلنے دیا جائے ورنہ یہ جا کر رازِ ہجرت کو الم نشرح کر دیں گے جب ساتھ میں چلنے پر حضرت ابو بکر نے لمبی چوڑی تقریر بھی کر دی تو اب آنحضرت نے عہد و میثاق پر باقی رہنے کی تاکید فرمائی اور خوشخبری دی کہ اگر یہی جو زبان سے کہہ رہے ہو تمہارے دل میں بھی ہے تو تمہارا رشتہ مجھ سے وہی ہوگا جو آنکھ کان اور سر کا بدن سے ہے۔

۲۔ [" ایک منافق آدھی رات کے وقت ٹھیک اس راہ پر کیسے آ گیا تھا جس پر حضور کو جانا تھا "]

یہ بھی ایک ہی کہی ہزاروں راز چھپائے جانے اور سیکڑوں اسرار مخفی رکھنے کے باوجود تفتیش کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں رہتے اور پھر ابو بکر صاحب جن کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ آئے دن لوگ ہجرت کر رہے ہیں اور سارا مکہ مسلمانوں سے خالی ہو گیا صرف چند گنتی کے لوگ اور باقی رہ گئے ہیں اس کے علاوہ ابو بکر صاحب جو ایک جہاندیدہ تھے کیا عجب کہ تاڑ گئے ہوں کہ اب آنحضرتؐ بھی مکہ میں زیادہ دنوں نہیں رک سکتے اور جبکہ آنحضرتؐ نے یہ ممانعت فرما دی تھی کہ آج کی شب کوئی نہ نکلے پھر ابو بکر کیوں نہ سمجھ لیتے کہ آج ہجرت کریں گے ؟

۳۔ [" اگر اتفاق سے آ گیا تھا تو شور مچا کر حضور کو گرفتار کیوں نہ کرا دیا ؟ "]

معاف کیجئے گا اتنا تو آپ بھی تسلیم کریں گے کہ ابو بکر صاحب آج سے چودہ سو (۱۴۰۰) برس

قبل پیدا ہونے کے باوجود (جبکہ پی-ایچ-ڈی کی ڈگریاں نہیں تھیں) آپ سے زیادہ سوجھ بوجھ کے انسان تھے کیا اس لئے شور مچاتے کہ تاریخ ان کو کھلے الفاظ میں قاتلِ رسول لکھے پھر وہ خواب کیسے پورا ہوتا جس کی تعبیر سقیفہ میں ملی؟ اگر کھل کر ان کو رسول کی مخالفت ہی کرنی ہوتی تو وہ رسول کے ساتھ چلنے کے بجائے دارالندوۃ میں ہوتے مگر تحریف تو یہی تھی کہ نہ کھل کے ادھر اور نہ کھل کر ادھر.....

۴۔ [" حضور ایک دشمنِ خدا و رسول کو ساتھ کیوں لے گئے"]

ڈومنٹ کے لئے رُک گئے بتاتا ہوں۔

۵۔ [اس منافق نے کھانے پینے اور اونٹوں کا انتظام کیوں کیا"]

اس منافق نے کچھ نہیں کیا تھا جملہ امور جناب امیر علیہ السلام نے انجام دیئے تھے۔ طبری اور درمنثور کا حوالہ گذر چکا۔

۶۔ [" کیا حضور تن تنہا سوا دو سو میل کا سفر طے کرنا چاہتے تھے؟ راہ میں تکان بیماری اور حادثہ کا ڈر ہوتا ہے پیاس اور بھوک لگتی ہے کیا ان حوادث سے نپٹنے کے لئے ایک رفیق سفر کا ہونا ضروری نہیں تھا"]

برق صاحب حضرات خلفا کی محبت میں اس قدر از خود رفتہ ہو گئے کہ ان کو اس کا بھی خیال نہیں رہا کہ ہم کس زمانے میں گفتگو کر رہے ہیں بالائے تعجب یہ کہ انھوں نے اس سفر کو بھی دنیادی سفروں پر قیاس کر لیا اور اس کا خیال نہ کیا کہ یہ ہجرت اللہ کے حکم سے ہو رہی ہے اور جب ایسا ہے تو سوا دو سو میل نہیں بلکہ سوا دو ہزار میل بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو تو کوئی پروا نہیں تکان، بیماری اور حادثہ کا کوئی ڈر نہیں ہر ایک کا ذمہ دار وہی ہے جس نے حکم دیا ابوبکر صاحب نے

ساتھ میں رہ کر کیا کیا؟ ان کی وجہ سے آنحضرتؐ کو سوائے کلفت کے راحت نہ ملی۔

["رسالہ حسینیہ میں لکھا ہے کہ غار میں ابوبکر کا شور و واویلا اس لئے تھا کہ وہ جو باہر کھڑے ہیں ان کو پتہ لگ جائے کہ حضور غار میں ہیں۔ ملا خضر مشہدی کا کمال دیکھئے فرماتے ہیں کہ" ابوبکر نے پاؤں اس لئے لمبا کیا تھا تاکہ باہر کھڑے ہوئے کفار دیکھ لیں اور انھیں پکڑ لیں"]

بُرا ماننے کی ضرورت نہیں مقصد تو حقیقۃً یہی تھا تاریخ رسولؐ کو مقتول لکھتی اور ابوبکر صاحب مسلمانوں کے درمیان اس لئے عزیز دلہا ہوتے کہ وہ سمجھتے کہ آنحضرتؐ کے ساتھی ہیں کفار اس لئے مانتے کہ انھوں نے رسول صلعم کا پتہ بتایا پھر تو راحت و آرام سے زندگی بسر ہوتی۔ یہ تھی سیاست۔ رسالہ حسینیہ یا ملا خضر مشہدی پر آپ کیوں خفا ہو رہے ہیں انھوں نے تو وہی کہا ہے جو آپ کے علماء نے فرمایا ہے فجعل ابوبکر یجزع ان یطلع علیھم احد یعنی ابوبکر صاحب فریاد کرتے تھے تاکہ شاید (باہر کھڑے ہوئے کفار میں سے) کوئی اس پر مطلع ہو جائے (کہ آنحضرت یہیں ہیں۔ ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان ط مصر ج ۵ -

اب تو آپ کو شکایت نہ ہوگی کہ شیعہ عالم نے یہ کیوں لکھا۔ لیجئے ہم نے ثابت کر دیا کہ حضرت ابوبکر صاحب کا جزع و فزع سے مقصود اصلی یہی تھا کہ آنحضرتؐ گرفتار ہو جائیں سوال ہے کہ حضور ایک دشمن خدا و رسول کو ساتھ کیوں لے گئے" کا جواب ملا یا نہیں؟ آنحضرتؐ نے اسی لئے ساتھ میں لے لیا تھا کہ ابوبکر صاحب واپس گئے تو کفار کو اطلاع کر دیں گے جب ساتھ میں رہ کر اس طرح "سیاست" سے کام لے رہے ہیں تو جب آنحضرتؐ نہ ہوتے تو کفار کو ہجرت رسول کی اطلاع

دینے سے کیا مانع تھا؟

["عجیب بات ہے کہ یہ منافق مکہ سے تو چپ چاپ نکل گیا جہاں کفار ہاتھوں میں تلواریں اور برچھے لئے ہر ناکہ پر پہرہ دے رہے تھے اور حضور کو پکڑوانے کا خیال بعد میں آیا اور عجیب تو یہ کہ کفار جو چند گز کے فاصلہ پر کھڑے تھے کچھ بھی نہ سُن سکے پھر حضور نے اس موقع پر لاتحزن (گھبرائیے نہیں) کہا شور مچانے اور گھبرائیے نہیں کا آپس میں کوئی تعلق؟"]

(۱) یہ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت ابوبکر مکہ سے چپ چاپ چلے گئے ہوں ممکن ہے کہ کوئی حرکت کی ہو مگر جس طرح اللہ نے غار ثور میں حفاظت کی اور آواز غار سے باہر نہ جانے دی یا کفار کے کانوں کو بہرہ کر دیا اسی طرح مکہ میں بھی انتظام فرمایا ہو۔

(۲) سوائے آنحضرتؐ کے بیت الشرف کے کفار کہیں اور تلواریں اور برچھے لے کر نہیں کھڑے تھے برق صاحب تاریخ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں فراہم کر سکتے کہ کفار مکہ نے مکہ معظمہ کی ناکہ بندی کی ہو اس کی ضرورت تو جب ہوتی جب انھیں اس کا گمان بھی ہوتا کہ آنحضرتؐ آج کی شب مکہ سے ہجرت فرمائیں گے لیکن جب فرش رسول پر چادر کے نیچے جناب امیرؑ کو کفار مکہ صبح تک رسول ہی سمجھتے رہے تو ناکہ بندی کی ضرورت؟

(۳) کیا رونے پیٹنے اور نوحہ وشیون کی آواز کو "شور مچانا" نہیں کہا جاتا؟ یقیناً کہا جاتا ہے۔ دو چار بچے روتے ہیں تو گھر کے بزرگ کہتے ہیں کہ "کیا شور ہو رہا ہے" اور حضرت ابوبکر کے "حزن مخصوص" کا اظہار نالہ وشیون ہی سے ہو رہا تھا جسے

عرفِ عام میں ایسے نازک موقعوں کے لئے خصوصیت سے "شور مچانا" کہا جاتا ہے لا تحزن صرف اس لئے ہے کہ جب محزون نہ ہوں گے تو گریہ نہ ہوگا جس سے شور ہو رہا ہے۔ اب آپ کو تعلق معلوم ہوا؟ - یہ جواب پسند نہ ہو تو اب اپنے علماء سے پوچھئے کہ "جزع" کیا چیز ہے اور ابوبکر صاحب کے لئے ایسا کیوں لکھا -

["غور فرمائیے کہ خلیفۂ اول کو منافق ثابت کرنے کے لئے صحیح تاریخ میں کیا کیا پچڑیں لگائی گئیں اور پچڑیں بھی ایسی کہ جرح و تنقید کا ہلکا سا دباؤ بھی برداشت نہ کر سکیں"]

حقیقت اور واقعیت کے اظہار اور آپ کے لغو لاطائل اور باطل دلائل اور فضول محض جرح و تنقید کی رَد کے بعد اس عبارت سے اگر "منافق ثابت کرنے کے لئے" کی جگہ "مومن ثابت کرنے کے لئے" لکھ دیا جائے تو درست ہوگا اس لئے کہ آپ نے جتنی رفوگری فرمائی تھی سب پادر ہوا ہوگئی اور یہ حضرات پھر بھی مومن ثابت نہ ہو سکے۔ اور پتہ چل گیا کہ صحیح تاریخ کون ہے -

["میری سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ ابوبکر و عمر کو منافق و مرتد ثابت کرنے سے کون سی سعادت حاصل ہوتی ہے اس سے فائدہ کچھ بھی نہیں اور نقصان بے شمار ہیں (۱) چالیس کرور اہلسنت کی دل آزادی ہوتی ہے ..... نفرت پھیلانا اور دل دُکھانا کسی مذہب کی تعلیم نہیں ہو سکتی (۲) امامیہ کی صحیح تاریخ میں دو سو سے زائد اقوال ایسے ہیں جن سے خلفا کا ایمان و اخلاص ثابت ہوتا ہے (۳) قرآن انھیں کی وساطت سے ہم تک پہونچا تھا اگر انھیں منافق تسلیم کیا جائے تو پھر قرآن کو صحیح کرنے کی کوئی صورت

...... باقی نہیں رہتی (۴) تاریخ کا فیصلہ یہ ہے کہ خلفاء کے زمانے میں اسلام عرب سے لے کر..... افغانستان تک پہونچ گیا"]

میں خود آپ کو مشورہ دینے والا تھا کہ ان کا نفاق آپ نہیں سمجھ سکتے اس لئے کہ آپ کی "سمجھ" ایمان و نفاق کے فرق کے سمجھنے کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ بندہ نواز! ہم کو کیا پڑی ہے کہ کسی کو مرتد و منافق ثابت کریں ہاں جن لوگوں کو قرآن واحادیث و تاریخ نے مرتد یا منافق ثابت کر دیا ہے اگر کوئی شخص انھیں مومن سمجھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ دوسرے بھی مومن سمجھیں تو البتہ ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ خلق خدا کو گمراہی سے محفوظ رکھنے کے لئے کذب وافترا کے تار و پود بکھیرے جائیں۔ ظاہر ہے کہ جب کسی کو گمراہی و ضلالت۔ سے محفوظ کریں گے تو ہم کو سعادت ہی حاصل ہوگی آپ کو یہ سعادت نظر آئے نہ آئے ہم اس کے ذمہ دار تو نہیں؟ ——

(۱) اگر حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے سے کسی فرقہ کی دل آزاری ہوتی ہے تو ہم بخوشی اس کو ترک کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ پہلے قرآن سے ان مقامات کو نکال دیجئے جہاں یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں کی برائیاں اور انکے خداؤں کے معائب بیان کئے گئے ہیں اس لئے کہ بقول آپ کے نفرت پھیلانا اور دل دکھانا کسی مذہب کی تعلیم نہیں ہو سکتی پھر یہ مذہب اسلام کیسا مذہب ہے جو بتوں کی منقصت بیان کر کے بت پرستوں کو دکھ پہونچا رہا ہے اور وہ رسول کیسا رسول تھا جو لات و ہبل منات و عزیٰ کی تحقیر کر کے (معاذ اللہ) بقول آپ کے نفرت پھیلاتا اور کفار کے دل دکھاتا تھا۔ اگر خلفائے ثلثہ کو منافق کہنے سے آپ حضرات کا دل دکھتا ہے تو شیعہ کہتے ہیں کہ ان کو مومن

کہنے سے ہمارا دل دُکھتا ہے لہذا اتحاد کی تو یہی صورت ممکن ہے کہ گھر کے اندر آپ مومن سمجھئے اور گھر کے اندر بہ منافق اگر آپ بازاروں ہیں مومن کہہ کر شیعوں کی دل آزاری کر سکتے ہیں تو پھر وہ منافق کہہ کر اگر آپ کی دل آزاری کرتے ہیں تو کیا بُرا کرتے ہیں ؟

(۲) ابتک تو امامیہ کی کسی تاریخ سے ایک قول بھی کسی معمولی شیعہ کا نہیں دکھا سکے جن سے خلفاء کا ایمان ثابت ہوتا ہو نقل اقوال کو آپ کسی شیعہ کا قول سمجھے تو یہ آپ کی عقل کی خوبی ہے ۔

(۳) ہاں آپ کو خلفا کی وساطت سے قرآن ملا مگر ہمیں خدانخواستہ خلفاء کی وساطت سے قرآن لینے کی کیا ضرورت تھی کیا آپ کی طرح ہم نے بھی خدانا کردہ دامنِ اہلبیتؑ چھوڑا ہے بفضل الٰہی ہم کو قرآن ان ہاتھوں سے ملا جو اس کے واقعی وارث تھے اور ہم نے انھیں کی بتائی ہوئی تفسیر سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش کی ۔

(۴) اس کا جواب گذر چکا ہے مگر آپ نے ایمان خلفا کی سب سے بڑی دلیل غالباً اسی کو سمجھ رکھا ہے لہذا ایک واقعہ صحیح بخاری سے پیش کرتا ہوں ملاحظہ ہو "سہل بن سعد سعدی راوی کا بیان ہے کہ جب آنحضرتؐ کو مشرکین سے قتال کرنا ہوا اور دونوں طرف کے لشکر آمادہ قتال ہو گئے تو آنحضرتؐ کے اصحاب سے ایک شخص کسی کو تنہا یا کچھ لوگوں کو یکجا پاتا تو چھوڑتا نہیں تھا بلکہ پشت پر جا کر تلوار سے حملہ کر دیتا۔ لوگوں نے کہا کہ جیسا کام آج اس نے کیا ہم میں سے کسی نے بھی نہیں کیا تو رسول خدا نے فرمایا مگر یہ دوزخی ہے ۔ سُننے والوں میں سے

ایک شخص نے کہا کہ میں اس کے ساتھ رہوں گا (چنانچہ ایسا ہی کیا) جب وہ کھڑا ہوتا یا دوڑتا تو یہ اس کے ساتھ رہتا یہانتک کہ وہ زخمی ہو گیا (جب وہ زخمی ہو گیا تو) جلد مرجانے کے لئے اپنی ہی تلوار زمین پر رکھ کر اپنے سینہ میں اُتار لی اور خودکشی کر لی (یہ واقعہ دیکھ کر تعاقب کرنے والا پلٹا اور آنحضرت سے آکر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں رسول خدا نے فرمایا کیوں کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ جس شخص کیلئے آپ نے دوزخی ہونے کی خبر دی تھی اس کا یہ قصہ ہوا (پورا واقعہ کہہ سنایا) تو اس وقت آنحضرت نے فرمایا کہ (اکثر) لوگ اہل جنت کے کام لوگوں کی نظروں میں کرتے رہتے ہیں حالانکہ وہ جہنمی ہیں اور اسی طرح کبھی لوگوں کی نظروں میں دوزخیوں کے کام کرتے ہیں حالانکہ وہ جنتی ہوتے ہیں

(بخاری ج ۳ ط مصر ص ۳۲)

محترم برق صاحب آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس شخص نے جہاد کیا اور دشمنان خدا و رسول کو قتل کیا مگر نیت کے فساد نے اس کو جہنمی بنا دیا پھر خلفاء ثلثہ نے تو کسی جنگ میں ہاتھوں کو حرکت بھی نہیں دی تلوار چلانا تو بڑی بات ہے اگر ان حضرات نے سرور کائنات صلعم کے بعد اپنے دنیوی مفاد کے پیش نظر جنگیں لڑیں اور اس سے بحکمت الٰہی اسلام کو ترقی ہوئی تو ان بیچاروں کو اللہ کے ہاں سے کیا اجر ملے گا اگر اس مجاہد کو اجر ملتا تو یہ حضرات بھی اجر کے مستحق ہوتے یہ لوگ اسلام کی ترقی کے لیے جنگیں نہیں لڑتے تھے بلکہ اسلام کے نام سے اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جاتا رہا مگر اسکو کیا کیجئے گا

کہ قدرت الٰہی نے اسی کو اسلام کے نشر و اشاعت کا ذریعہ بنا دیا۔

ان اللہ لیوئد ھذا الدین بالرجل الفاجر (کنز العمال ج ۱ ص ۱۰ ج ۵ ص ۱۱۱ وصحیح بخاری باب غزوۂ خیبر) خداوند عالم اس دین (اسلام) کو فاسق و فاجر آدمی سے بھی مدد پہنچاتا ہے "اب تو ان جنگوں پر ناز نہ کیجئے یہ لڑائیاں اور فتوحات ان حضرات کے لیے قطعاً مفید نہیں اس لیے کہ محض ملکی فتوحات ایمان کی دلیل نہیں بن سکتے بلکہ اسلام کی تبلیغ کے لیے یہ کام پروردگار عالم فاسق و فاجر آدمی سے بھی لیتا ہے آپ خود غور فرمائیں کہ ان احادیث و واقعات کے بعد محض ملکی فتوحات کو ایمان کی دلیل بنانا کس قدر مضحکہ خیز ہے ثبوت ایمان کے بعد ان فتوحات پر ناز کیا جاتا تو بجا تھا۔

["امام جعفر (صادق علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ جب (جنگ احزاب کے موقعہ پر) مدینہ کے گرد خندق کھودی جا رہی تھی تو ایک پتھر آ گیا حضور نے علیؑ یا سلمانؓ سے کدال لے کر اس پر مارا وہ تین ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور پھر فرمایا کہ اس ضرب سے قیصر و کسریٰ کے خزانے میرے ہاتھ آ گئے" قیصر و کسریٰ کے خزانے خلفائے ثلثہ کے زمانہ میں حاصل ہوئے تھے اور اس فتح کو حضور پرنور نے اپنی فتح قرار دیا تھا"]

اس کے قبل جو کچھ ہم نے عرض کیا اس کے بعد حضرات خلفائے ثلثہ کے عہد میں قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے آنے سے ان کو کیا فضیلت مل سکتی ہے اسلیئے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانوں سے اسلام کو ترقی اور مسلمانوں کی اعانت ہوگی اور پیغمبر اسلام صلوٰۃ اللہ علیہ و آلہ نے فرما دیا ہے کہ اسلام کی ترقی اور مسلمانوں کی

اعانت کے لیے یہی کام اللہ فاسق و فاجر سے بھی لیتا ہے۔ برق صاحب کس طرح اس سے ان حضرات کا ایمان ثابت کر سکتے ہیں اس لیے کہ آنحضرت نے پتھر پر ضرب لگائی اور پھر فرمایا کہ "لقد فتحت علی فی ضربتی ھذہ کنوز کسریٰ و قیصر" یعنی اس ضرب سے قیصر و کسریٰ کے خزانے میں فتح کر لیے تو حقیقۃً خزانوں کی فتح اس ضربت سے ہوئی جس کی طرف رسولخداؐ نے ھذہ کہہ کر اشارہ فرمایا تھا خزانے فتح ہو چکے صرف ان پر قبضہ باقی تھا حقیقی جانشین رسول کو اگر زمانہ نے موقع دیا ہوتا تو بطریق احسن اس پر قبضہ فرماتے مگر حضرات خلفاء صاحبان خواہ مخواہ درمیان میں آ گئے نہ اللہ نے یہ کام ان کے سپرد کیا اور نہ رسول نے پھر ان کی جزا کیا ہوگی یہی جزا کیا کم تھی کہ دنیا میں مزے اڑا گئے اب تو قیامت میں اس خزانہ پر قبضہ کرنے کے سلسلہ میں ان کی بداحتیاطیوں سے جو مال ضائع و برباد ہوا یا الٰہی عہدیداروں کو جو تکلیفیں پہنچائی گئیں اس کی بازپرس لازمی ہے۔

["کبھی کبھی ملا باقر مجلسی بھی صحیح بات کہہ جاتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ میری امت جلد ایران پر قابض ہو جائے گی" حیوۃ القلوب یہاں پر حضور نے فاتحین ایران حضرت عمر سعد بن ابی وقاص وغیرہم کو اپنی امت کہا ہے اور ظاہر ہے کہ منافق امت رسول نہیں ہو سکتے"]

غالباً اسی موقع کے لیے کسی نے کہا تھا "چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد" کذب و افترا بہتان اور الزام جس کے خمیر میں ہو وہ علامہ مجلسی کی طرف کذب کو منسوب کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے ناظرین کرام کو وہ مقامات

یاد ہوں گے جہاں جہاں ہم نے برق صاحب کے کذب کو الم نشرح کیا ہے ــ

ـــــــــ ہاں رسول خدا نے فرمایا تھا کہ میری امت جلد ایران پر قبضہ کرے گی لیکن کیا آپ کو حدیث ستفترق امتی علیٰ ثلاث، و سبعین فرقة کلھم فی النار الا واحدة (عنقریب میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور سوائے ایک کے سب جہنمی ہوں گے) یاد نہیں ہے کیا باقی وہ بہتر فرقے جو جہنمی ہونگے ان کو آنحضرت صلعم نے اپنی امت سے نہیں فرمایا؟ جس طرح ان جہنمیوں کو آنحضرت نے اپنی امت فرمایا اسی طرح ایران پر (غلط اور ناجائز طور سے) قبضہ کرنیوالوں کو بھی اپنی امت فرمایا اس لیے کہ بظاہر وہ سب مسلمان ہی تھے لیکن کلھم فی النار سے اگر آپ ان کو بچا سکتے ہوں تو کوشش فرمائیے دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے ــ

["اللہ نے وعدہ کیا تھا کہ اسلام تمام ادیان پر چھا جائے گا ......

اگر خلفا ثلثہ کو کافر سمجھ لیا جائے ...... تو پھر روز محشر اللہ سے یہ پوچھنا پڑے گا کہ صحابہ کی جس شاندار کھیتی کا نقشہ آپ نے کھینچا تھا وہ گئی کہاں نلافر... یہ منافق قابض ہو گئے حضور کے ساتھی قریباً سب کے سب اسلام سے بھاگ گئے اور ہر طرف ارتداد پھیل گیا"]

(۱) خدا نے صحابہ کے متعلق جو کچھ پوچھنا ہے وہ عرصہ محشر میں نہ پوچھے گا بلکہ حوض کوثر کے کنارے پوچھے گا تو وہاں رسول خدا ؐ خود آپ کے شکوک کو رفع کرنے کے لیے فرمائیں گے یارب اصحابی فیقول انک لا تدری ما احدثوا بعدک (مسند احمد حنبل ج ا صلہ ۳۸۴ و صلہ ۴۰۲ و صلہ ۲۳۵

(و صفحہ ۵۲ صحیح بخاری ج ۳ مطبع میمنیہ مصر ۱۳۲۰ھ)

اے میرے معبود (ارے) یہ میرے اصحاب ہیں (انھیں کوثر سے کیوں ہٹایا جارہا ہے؟) آواز آئے گی تمھیں نہیں معلوم کہ انھوں نے تمھارے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں کی ہیں (جس کا نام اولیات رکھ لیا ہے)

۲ - ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلمہ الآیہ -

یہ صحابہ کی شاندار کھیتی کا نقشہ نہیں ہے۔ دین اسلام تمام ادیان پر چھا جائے گا یہ الہیٰ وعدہ ہے جس کو آپ خوش اعتقادی سے صحابہ کے حق میں سمجھے ہیں کیا یہ صورت عہد خلفاء ثلثہ میں محقق ہوئی کیا اس وقت جملہ ادیان عرب، ایران اور روم ہی میں منحصر تھے کیا انسانوں کی آبادی کا جغرافیہ فتوحات ثلثہ کے اندر سمٹ آیا تھا؟ اگر ایسا نہ تھا اور یقیناً نہ تھا تو یہ الہیٰ وعدہ اور پیشین گوئی نہ ان کے زمانہ میں محقق ہوئی اور نہ ابھی تک اس کے تحقق کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے اس وعدہ کا وقت معین نہیں ہے جب تک اسلام دنیا میں رہے گا اس کے حدود میں انشاء کسی وقت پورا ہو کر رہے گا اس میں شک کرنا ایسا ہی ہے جیسا صلح حدیبیہ کے موقع پر شکوک پیدا ہوئے اگر اس الہیٰ وعدہ کو برحق سمجھتے ہیں تو اس کے لیے انتظار کرنا فرض ہے اسلام کے واقعی نگہبان اور آنحضرت کے حقیقی جانشین پردۂ غیب سے جب ظہور فرمائیں گے تو چار دانگ عالم میں صرف اسلام کا کلمہ پڑھا جائے گا اور اس وقت یہ وعدہ پورا ہو گا۔

۳۔ بانی اسلام کے صحابہ کا ارتداد تاریخ کی روشنی میں زیادہ تعجب خیز نہ ہونا چاہیے کیونکہ امم سابقہ میں اس کے نظائر معدوم نہیں ہیں کیا امت موسیٰ با بتلاء سامری ضلالت میں نہیں پڑی! اگرچہ آپ تیرہ سو برس سے قرآن فہمی کا دعویٰ کر رہے ہیں اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں لیکن ہم نے کبھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہیں دیکھا امامت کے تعین میں قرآن کو چھوڑ گیا خیر اس میں آپ قرآن کو کافی سمجھتے ہی نہیں۔ معصومہ عالم نے میراث کا دعویٰ کیا اور دلائل قرآن مجید سے پیش کیے مگر قرآن کو کافی سمجھنے والوں نے ایک نہ سنی اور ایک لا وارث حدیث کا سہارا لیا اسی کی پیروی کرتے ہوئے آپ نے اس موقع پر قرآن کو ترک فرمایا کاش مسئلہ ارتداد قرآن مجید سے معلوم کیے ہوتے۔ لیجیے اب کتاب صامت کا ناطق فیصلہ ہم سناتے ہیں ـــــ

(انھوں نے اپنے کو یقینی گمراہ دیکھ لیا تب کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہمارا قصور نہ معاف کرے گا تو ہم یقینی گھاٹا اٹھانے والوں میں ہو جائیں گے" پ ۹ ع ۸)

امت موسیٰ نے اپنے کو گمراہ کیوں جانا؟ صرف اس بنا پر کہ ہمارا مصنوع (گوسالہ سامری) خالق کیونکر ہو سکتا ہے یہ آیت بتاتی ہے کہ امت موسیٰ کے بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے تھے۔

(سامری نے امت موسیٰ کو گمراہ کر دیا پھر موسیٰ غصہ میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف پلٹے اور آ کر کہنے لگے اے میری کمبخت قوم کیا تم سے تمھارے پروردگار نے

ایک اچھا وعدہ (توریت دینے کا) نہ کیا تھا تو کیا تمہارے وعدہ میں عرصہ لگ گیا یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب ٹوٹ پڑے کہ تم نے میرے وعدہ (خدا کی پرستش) کے خلاف کیا وہ لوگ کہنے لگے ہم نے آپ کے وعدہ کے خلاف نہیں کیا بلکہ (بات یہ ہوئی کہ فرعون کی) قوم کے زیور (کہ جو مصر سے نکلتے وقت ہم پر لادے گئے تھے) ان کو ہم لوگوں نے سامری کے کہنے سے آگ میں ڈالدیا پھر اسی طرح سامری نے بھی ڈالدیا پھر سامری ہی نے ان لوگوں کیلئے (اسی زیور سے) ایک بچھڑے کی مورت بنائی جس کی آواز بھی بچھڑے کی سی تھی اس پر لوگ کہنے لگے یہی تمہارا بھی معبود ہے اور موسیٰ کا بھی ......

موسیٰ نے (ہارون کی طرف خطاب کر کے) کہا اے ہارون جب تم نے ان کو دیکھ لیا تھا کہ گمراہ ہو گئے ہیں تو تمہیں میری پیروی (قتال کرنے کو) کس نے منع کیا تو کیا تم نے مرے حکم کی نافرمانی کی؟ ہارونؑ نے کہا اے میرے ماں جائے میری داڑھی نہ پکڑیئے اور نہ میرے سر کے بال (یہ ایک محاورہ ہے واقعی جناب موسیٰؑ نے ایسا نہیں کیا تھا) میں تو اس سے ڈرا کہ (کہیں) آپ (واپس آکر) یہ (نہ) کہیئے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈالدی اور میری بات کا بھی خیال نہ کیا۔ پ۱۶ ع۱۴)

قرآن مجید کے اس بیان سے حسب ذیل امور معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) جناب موسیٰ کی پوری قوم کو ایک اکیلے سامری نے گمراہ کر دیا جبکہ جناب موسیٰ محض چالیس روز امت کی نظروں سے غائب رہے لہذا امت خاتم النبیینؐ بھی وقت کے سامری کے دھوکہ میں آکر گمراہ ہوسکتی ہے

جبکہ پوری امت کی نظروں سے حضور پوشیدہ بھی ہوگئے اور ان لوگوں کو کامل یقین بھی ہوگیا کہ اب آں حضرت واپس نہیں آسکتے ۔

(۲) امت موسیٰ کی جسارت ملاحظہ ہو کہ اس بچھڑے کو الٰھکم (تم لوگوں کا معبود ہے) ہی پر اکتفا نہ کی بلکہ سرکشی اتنی بڑھی کہ والٰہ موسیٰ (اور موسیٰ کا بھی معبود ہے) کہنے لگے جبکہ انھیں معلوم بھی تھا کہ موسیٰ آئیں گے اسی طرح امت محمدیہ ہیں جنھیں یقین تھا کہ اب تو آنحضرت آئیں گے نہیں اعلان ذوالعشیرہ و غدیر وغیرہ کے باوجود خلیفہ بنالیا اور سارے مسلمانوں سے یہ کہا جانے لگا کہ یہ تمھارے خلیفہ صاحب ہیں نہیں اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ کہا جانے لگا کہ یہ نبی کے خلیفہ ہیں ۔

(۳) امت موسوی خود سے نہیں گمراہ ہوئی بلکہ سامری نے دھوکہ دیا اسی طرح بعد پیغمبر اسلام سامری صفت لوگوں نے امت محمدیہ کو ارتداد کی طرف دعوت دی ۔

(۴) جناب ہارون نے صرف اس وجہ سے جنگ نہیں کی کہ مبادا افتراق امت کی ذمہ داری انھیں پر نہ عائد کردی جائے اسی طرح جناب امیرالمومنین علیہ السلام چونکہ مثیل ہارون تھے لہٰذا بعد پیغمبر اسلام منافقین و مرتدین سے اسی طرح جنگ نہیں کی جس طرح ہارون نے نہیں کی تھی ۔

برق صاحب اب تو روز محشر خدا سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ کیجیے گا۔ ایک اور لطیف بات پیش نظر رکھنے کی ہے اور وہ یہ کہ بنی اسرائیل جو مرض ارتداد میں گرفتار ہوئے وہ اولاد انبیاء تھے پھر وہ کہ جن کے آباء کفار رہ

شریک ہوں ان کے ارتداد پر تعجب کرنا باعث تعجب ہے۔

(۴) رہا قلت مخلصین کا استبعاد تو پھر حضرت نبی کریمؐ کا زمانہ تبلیغ تقریباً تئیس ۲۳ سال تاریخ میں منضبط ہے مگر حضرت نوحؑ کا زمانہ قرآن کے اندر ہزار سے بھی متجاوز ہے لیکن حضرت نوحؑ کی تبلیغ کا ماحصل قرآن مجید میں جس بلاغت سے ادا کیا گیا ہے وہ آپ پر مخفی نہ ہوگا۔ وقلیل من عبادی الشکور۔

["خدائی مذہب کی علامت محبت ہے"]

لاریب ہم کو اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ آپ کے "مقدس" خانہ قلب میں لات وحبل کیلئے بھی کوئی جگہ ہے کیا آپ کے دل میں منات وعزیٰ کی بھی کسی قدر محبت ہے؟ اور کیا آپ ابولہب وابوجہل سے بھی محبت فرماتے ہیں اور کیا آپ ابلیس، نمرود، فرعون اور ہامان کو بھی برا نہیں کہتے ان کے لیے بھی دعا کیجئے گا کہ رضی اللہ عنہم یقیناً آپ کے دل میں ان سب کی بھی محبت ہوگی اس لیے کہ محبت علامت مذہب ہے آپ کے خیال سے مذہب نے ہر چہار جانب محبت کا فرش بچھا دیا ہے۔

باب ہفتم

خلفائے ثلثہ ائمہ و علمائے امامیہ کی نظر میں

[" میں کلامی اختلافات میں اُلجھنا پسند نہیں کرتا میرا مقصد صحیح تاریخ پیش کرنا ہے ایک طرف اہل سنت کی ہزارہا تواریخ و تفاسیر ہیں جو خلفاء کو بالاتفاق صاحب ایمان کہتی ہیں اور دوسری طرف امامیہ کی تاریخ ہے جس میں دو سو سے زائد روایات خلفاء کے ایمان پر ہیں ..... فرض کیجئے کہ سقراط کے حالاتِ زندگی تین آدمی لکھتے ہیں ایک اس کا ہم عصر ہے دوسرا سو سال بعد آتا ہے اور تیسرا دو ہزار سال بعد اور تینوں کی تفاصیل میں اختلاف ہے تو مورخ لازماً معاصر سقراط پر اعتماد کرے گا اور باقی دو کو کوئی اہمیت نہ دے گا "]

جو کچھ ابتک آپ نے فرمایا وہ سب کلامی اختلافات ہی تو ہیں اگر آپ کو یہ سب پسند نہیں تھا تو کیوں لکھا۔ آپ نے تحفہ مسروقہ کے جوابات ملاحظہ فرمانے کی زحمت کیوں نہ فرمائی کیا آپ اسی کے خوشہ چیں نہیں ہیں؟ آپ پر ازراہ دیانت و شرافت واجب تھا کہ پہلے تحفہ مسروقہ کے جوابات کی رد لکھتے پھر صحیح تاریخ کے نام سے غلط تاریخ مرتب کرتے تو ہم بھی آپ کے قلم کا زور دیکھتے لیکن ایسا آپ کیوں کرتے مسلک قدیمانہ چھوٹ رہا تھا ــــ صحیح تاریخ اور آپ یعنی چہ؟ آپ ہی کی کتاب

"دو اسلام" کے دیکھنے کے بعد دنیا یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوگی کے آپ کے گھر کوئی چیز صحیح نہیں ہے اگرچہ ان کا نام صحیح رکھ لیا گیا ہے ——— ابتک نفاق.... کے سلسلہ میں ہم نے جو کچھ عرض کیا وہ یا قرآن مجید سے یا پھر اہل سنت کے موثق تواریخ و تفاسیر سے ایمان خلفا پر خود حضرات اہلسنت کا اتفاق ہے یا نہیں اس کو آپ جانیں اور وہ کتب اہلسنت جن کے حوالہ سے ہم نے مومن نہیں ثابت ہونے دیا ——— رہ گئی تاریخ امامیہ جس کے لئے آپ نے فرمایا ہے کہ اس میں دو سو سے زائد روایات خلفا کے ایمان پر ہیں آپ کے اس دعویٰ میں کتنی صداقت ہے ناظرین سے پوشیدہ نہیں اس لئے کہ آپ نے ابتک کوئی دلیل پیش نہیں کی اور قرآن کی بحث ختم ہوگئی اب آیندہ کی خبر خدا جانے ——— آپ نے سقراط کی تاریخ میں جو فرض قائم کیا ہے اس فرض کے ہم بھی قائل ہیں لیکن اگر آپ میں کچھ بھی زبان کا پاس و لحاظ ہے تو ائمہ اربعہ (امام اعظم مالک شافعی اور احمد حنبل) کے مسلک کے علاوہ کوئی پانچواں مسلک تجویز فرمائیے ان میں کا کوئی بھی عہد رسول میں نہیں تھا خدا بندہ اولجائتو سابق شاہ ایران اسی دلیل پر شیعہ ہوا تھا گذشتہ صفحات میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ جناب پیغمبر اسلام و علی مرتضیٰ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بالجہر پڑھتے تھے اور آج آپ حضرات نے اس کو ترک کر دیا ہے کیوں؟ اہلسنت حضرات کی تواریخ خلفاء کو بالاتفاق مومن کہتی ہیں؟ یہ وہ کذب عظیم ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی اس کے قبل آں حضرتؐ نے حضرت ابوبکر کے لئے جو ارشاد فرمایا تھا کہ الشرك فيكم اخفى من دبيب النمل اور خود حضرت عمر کا اقرار "خدا کی قسم اے حذیفہ میں منافق ہوں" ہم نقل کر چکے ہیں ان دونوں حوالوں کے بعد بحث کی مزید

گنجائش کہاں رہ جاتی ہے ؟

["سب سے پہلی کتاب جو ظہور اسلام کے بعد لکھی گئی تھی وہ حضرت عبداللہ بن عباس کی تفسیر ہے"]

مولانا! کبھی کبھی سچ بولنے کی بھی توکوشش کیجئے "علم تفسیر میں سب سے پہلے مصنف سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ہیں، یہ گروہ تابعین میں اعلم بالتفسیر ہیں جیسا کہ علامہ سیوطی نے اتقان میں قتادہ سے نقل کرکے ان کی اعلمیت کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی تفسیر کا بھی ذکر کیا ہے اور ابن ندیم نے اپنی فہرست تفاسیر میں ان کی تفسیر کا ذکر کیا ہے اور ان سے قبل کسی دوسرے شخص کی تفسیر کا پتہ نہیں دیا ان کے شیعہ ہونے کے متعلق ہمارے علماء نے پوری تصدیق فرمائی ہے جیسا کہ علامہ جلال الدین ابن مطہر نے خلاصہ میں اور ابو عمرو کشی نے اپنی کتاب رجال میں ان کے شیعہ ہونے کی تصریح کی ہے اور ابو عمرو نے تو ان کے تشیع اور مستقیم الاعتقاد ہونے اور نیز ان کی مدح کے متعلق ائمہ معصومین علیہم السلام سے روایات بھی نقل کئے ہیں اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے انھیں محض شیعہ ہونے کے جرم میں قتل کیا علاوہ اس جرم کے ان کے قتل کرنے کا اور کوئی سبب ہی نہ تھا ان کی شہادت ۹۴ھ میں ہوئی" (الشیعہ وفنون الاسلام)

["امام مالک بن انس امام محمد بن الحسن شیبانی احمد حنبل امام بخاری امام مسلم ابن قتیبہ مورخ طبری ...... یہ لوگ بڑے خدا ترس عبادت گذار اور راستباز تھے انھوں نے ہمیشہ رات کو رات اور دن کو دن کہا ..... اگر خلفا بھی منافق و مرتد ہوتے تو آخر ان میں سے ایک مورخ تو اس کا ذکر کرتا"]

"اپنے ہی منہ میاں مٹھو" کی یہ لافانی مثال ہے ۔

۱۔ یہ علماء کتنے سچے تھے اس کے لئے آپ استقصاء الافحام ملاحظہ فرمالیں اور اگر فارسی پڑھنے میں تکلیف ہو تو آپ خود اپنی ہی کتاب "دو اسلام" پھر سے ملاحظہ فرمائیں انشاء اللہ سب کو آپ جھوٹا، رات کو دن اور دن کو رات کہنے والا پائیے گا۔ ناظرین کرام برق صاحب ہی کی کتاب دو اسلام کا مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ آج جس قلم سے برق صاحب مالک امام بخاری ومسلم وغیرہ کو خدا ترس عبادت گذار اور راستباز بتاتے ہیں اسی قلم سے حضرت نے اپنے انھیں بزرگان قوم کو کاذب مفتری ..... ثابت کر دیا ہے۔

۲۔ گذشتہ صفحات میں ہم نے انھیں کتابوں سے یہ ثابت کر دیا کہ جن بزرگوں کو برق صاحب مومن کہہ رہے ہیں وہ قطعی مومن نہیں تھے۔ الامامۃ والسیاسۃ اور بخاری دونوں میں معصومۂ عالم کو مظلومہ پائیے گا جنھیں برق صاحب مومن کہہ رہے ہیں ان پر معصومۂ عالم غضبناک رہیں یہاں تک کہ شہادت واقع ہوئی المختصر یہ کہ انکے وہ اعمالنامے جو ہم اس کے قبل نقل کر چکے ہیں وہ انھیں کتابوں میں مذکور ہیں پھر برق صاحب اسے کیوں تسلیم نہیں کرتے؟

حضرت صدیق کے متعلق آراء

["آراء درج کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے کارناموں پر کچھ روشنی ڈالی جائے"]

اس کے قبل ہم نے ان بزرگوں کے کارنامے سب کے سب صحیح ترین قدیم تاریخ اہلسنت والجماعت سے نقل کئے ہیں جن کے مقابلہ میں اپنی جھوٹی اور جعلی روایات سے ان کا مجاہد ثابت کرنا حضور کی علالت کے زمانے میں نماز کا پڑھانا وغیرہ وغیرہ خود اپنی تاریخی معلومات کا مذاق اڑانا ہے خصوصاً حضرت ابوبکر کو مجاہد ثابت کرنا اور

امام الصلوۃ بتانا اور اس پر فخر کرنا اس سلسلہ میں ہم کیا عرض کریں البتہ اس سلسلہ میں ابن ابی الحدید معتزلی (سُنّی) کے قصائد علویات سے تین شعر ہم پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین کو پتہ چل جائے گا کہ حضرت علیؑ کون اور ابو بکر کون ہیں اور دونوں کے فضائل کیا ہیں نیز برق صاحب کا فخر کس حد تک بجا ہے۔

تنحیٰ عن العلیا بسحب ذیولہا ہمام تردی بالعلیٰ و تأزرا

("ابو بکر صاحب" الگ تھلگ رہے آپ فضائل عالیہ سے - اس کے دامن کو سمیٹے ہوئے ہے وہ سردار عالی مقام کہ جس نے (فضیلتوں کی) بلندیوں کی چادر اوڑھ کر سراپا چھپا لیا)

ولیس بنکر حنین فرارہ ففی احد قد فرخوفا وخیبر

(کوئی نئی بات قابل تعجب نہیں ہے ان "ابو بکر" کا فرار غزدہ حنین میں - یہ تو احد میں خوف کے مارے بھاگے تھے اور جنگ خیبر میں بھی)

وما کان معذولا غداۃ براۃ ولا فی صلوۃ ام فیھا موخر

(اور "بخلاف ابو بکر کے حضرت علیؑ" تبلیغ سورۂ برأت کے روز معذول نہیں کئے گئے اور نہ یہ "علیؑ" وہ ہیں کہ جو "مثل ابو بکر" نماز جماعت کے لئے بڑھے ہوں اور پھر ہٹا کر ماموین کی صف میں لائے گئے ہوں)

یہ ایک حق گو اور صحیح تاریخ پر نظر رکھنے والے عالم اہلسنت کا اقرار ہے۔

["امام محمد باقر علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ کیا تلوار کی آرائش و زیبائش جائز ہے (عربی عبارت طول کے خوف سے حذف کی جاتی ہے) فرمایا بیشک کیونکہ ابو بکر صدیق نے اپنی تلوار چاندی سے سجائی تھی راوی نے کہا کیا آپ ابو بکر کو صدیق کہہ رہے ہیں تو امام غصہ میں آکر اپنی جگہ پر اچھل پڑے اور فرمایا

ہاں ہاں وہ صدیق ہے صدیق ہے صدیق ہے اور جو اسے صدیق نہ کہے اللہ اس کو دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔ (کشف الغمہ")]

۱۔ جواب سے پہلے میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کیا ابوبکر صاحب جیسے.... آدمی کے پاس بھی تلوار رہتی ؟ پہلے تو یہ مسئلہ حل ہونا چاہیئے جب یہ طے ہو جائے کہ ان کے پاس تلوار رہتی تو پھر سوال ہو گا کہ تلوار مجاہدین کے پاس ہوتی ہے ان کے پاس کیوں ہے ؟ اس لئے کہ اللہ رکھے یہ اُن تکلفات سے بری تھے۔

۲۔ مولانا یہ اگر امام علیہ السلام کا قول ہوتا تو پھر ماخذ یا قرآن ہوتا یا ان کے آباء طاہرینؑ کے اقوال ہوتے۔ مقام غور ہے کہ جس کے دادا نے سیرت شیخین کو برملا ٹھکرایا ہو اس کا پوتا اس کی سیرت کو اپنائے گا۔ جس کی صدیقہ اور معصومہ دادی نے برسرِ اجلاس کذب و افترا ابوبکر صاحب کا ظاہر کیا ہو اس کا پوتا اس کو صدیق کہے گا؟"

۳۔ بہر حال اس بحث کو چھوڑیئے عرض یہ ہے کہ حضور والا یہ عبارت ابن جوزی کی ہے صاحب کشف الغمہ کا قول نہیں ہے گیا نقل قول کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ہم اس کے قائل ہیں ؟ ہرگز نہیں —— اگر یہ کلام صاحب کشف الغمہ کا ہوتا تو آپ اس کو ضرور پیش کر سکتے تھے لیکن ابن جوزی کی عبارت اور آپ کی روایت ہمارے لئے کیونکر حجت ہو گی خود صاحب کشف الغمہ تحریر فرماتے ہیں کہ اعتمدت فی الغالب النقل من کتب الجمھور لیکون ادعی الی التلقی بالقبول ولوافق رائ الجمیع متی رجعوا الی الاصول (مقدمہ کتاب) یعنی اہلبیت طاہرینؑ کی فضیلت میں اکثر اہلسنت کی

کتابوں سے روایتیں اخذ کی گئی ہیں اسی سلسلہ میں ایک موقع پر اس عبارت کے نقل کرنے کی بھی ضرورت پیش ہوئی۔ آپ اپنے اعتقاد کو بھی نہیں پہچانتے کہ یہ کس کا کلام ہو سکتا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلہ کی پہلی ہی دلیل ناقص ہوئی اور اپنے گھر کی بات ہمارے سر منڈھ کر فائدہ نہ حاصل کر سکے۔ آگے چلیئے۔

["احتجاج طبرسی میں بروایت امیر علیہ السلام درج ہے" حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ ہم حضورؐ کے ساتھ کوہ حرا پر کھڑے تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا حضورؐ نے پہاڑ سے کہا کہ ٹھہر جا کہ تجھ پر نبی صدیق اور شہید کے سوا اور کوئی نہیں"]

میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ برق صاحب نے اس روایت سے کیا شکل استدلال کی پیدا کی ہے؟ اور ان کا مدعیٰ کیونکر ثابت ہوگا اچانک لفظ صدیق پر نظر پڑ گئی جس پر "رض" بنا ہوا تھا اب خیال ہوا کہ برق صاحب نے صدیق سے مراد ابوبکر صاحب کو لیا ہے۔ برق صاحب پہلے ابوبکر کی موجودگی تو ثابت کریں اس کے بعد مراد لینے میں بحث ہوگی یہاں تو ابوبکر صاحب کا کوئی وجود ہی نہیں ہے —— اور اگر ابوبکر صاحب موجود بھی ہوں تو ابوبکر صاحب کو صدیق کہا گیا ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ ہم تو کہتے ہیں کہ آں حضرتؐ نبی تھے اور صدیق تھے۔ اسی طرح جناب امیرؑ صدیق تھے اور شہید تھے اس میں کیا قباحت نظر آتی ہے کہ "رضؓ" لگانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اگر حضرت ابوبکر صاحب واقعی صدیق تھے تو یہ کتنا بڑا تاریخ اسلام کا المیہ ہوگا کہ مباہلہ میں آں حضرت صلعم اتنے بوڑھے صدیق کو ساتھ نہیں لے گئے جبکہ یہ معرکہ تمام تر صادقین ہی کی سیف زبان سے چکایا جانے والا تھا۔

{"علامہ طبرسی اثنا عشری نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں آیۂ والذی جاء بالصدق کی تفسیریوں کی ہے قیل الذی جاء بالصدق ومن صدق بہ ابوبکر (کہتے ہیں کہ صدق لانے والے سے مراد رسول اللہ اور تصدیق کرنے والے سے مراد ابوبکر ہیں) اسی تفسیر میں وسیجنبھا الاتقی الذی الایہ کے تحت درج ہے (ابن زبیر کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوبکر کے متعلق نازل ہوئی تھی جس نے بلال و عامر جیسے نومسلم غلام خرید کر آزاد کر دیے تھے")}

جعلی صدیق کے پیرو کا سرقہ قابل داد ہے اپنے حق میں جو جملہ ہوتا ہے اس کو تو قبول کرتے ہیں اور باقی دائیں بائیں نظر کرنے کی تکلیف نہیں فرماتے کیا اسی طرح اگر غیر مسلم قرآن سے استدلال کرے کہ نماز پڑھنے کی ممانعت ہے اور آیت پیش کرے لا تقربوا الصلوۃ (نماز کے قریب نہ جاؤ) تو برق صاحب تسلیم کرلیں گے؟ ــــ میں پہلے عرض کرچکا ہوں کہ صاحب مجمع البیان نقل اقوال فرماتے ہیں چنانچہ اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں ابن زید قتادہ مقاتل سدی ہر ایک کے اقوال درج فرمائے ہیں برق صاحب نے جس قول سے استدلال فرمایا ہے وہ روایت ابوالعالیہ اور کلبی کی ہے جن کے قول ہمارے ہاں مردود ہیں علامہ طبرسی اپنے خیالات اور تفسیر اہلبیت اکثر بعد میں تحریر فرماتے ہیں چنانچہ ان سب خرافات کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ "قیل الذی جاء بالصدق محمدؐ وصدق بہ علی ابن ابی طالبؑ عن مجاھد ورواہ الضحاک عن ابن عباس وھو المروی عن ائمہ الھدی من آل محمد علیھم السلام۔ کہا گیا ہے کہ الذی جاء بالصدق سے مراد آں حضرتؐ ہیں اور صدق بہ سے مراد جناب امیرؑ ہیں مجاہد ضحاک اور

حضرت ابن عباس اس کے راوی ہیں اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام سے بھی یہی مروی ہے۔ برق صاحب اس قول کو ہم البتہ آپ پر بطور حجۃ پیش کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس کے راوی مجاہد ضحاک اور امام المفسرین ابن عباس ہیں ——— دوسری روایت کے لئے کچھ عرض کرنا فضول ہے اس لئے کہ اس کے راوی بھی ابن زبیر ہیں آپ ہی انصاف فرمائیے ابن زبیر کا قول اور ہم تسلیم کرلیں ثانیاً یہ نقل قول تھا بعد میں علامہ طبرسی کا فیصلہ موجود ہے کہ الایات محمولة علی عمومها فی کل من یعطی حق الله من ماله (ہر وہ شخص جو حق اللہ کو اپنے مال سے نکالے وہ ان آیتوں کی عمومیت میں آجائے گا) ثالثاً ابوبکر صاحب نے بلال کو خریدا ہی نہیں اور نہ جناب بلال ابوبکر کے غلام تھے۔ علامہ ابن عبدالبر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ ج ۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بلال کو خرید لیتا ابوبکر نے یہ سُن کر اس کا تذکرہ عباس بن عبدالمطلب سے کیا انھوں نے خرید کر ابوبکر کو دے دیا ابوبکر نے ان کو آزاد کر دیا۔ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ابوبکر کی کوئی فضیلت نہیں اس لئے کہ خریدا تو تھا جناب عباس بن عبدالمطلب نے مگر یہ روایتیں بس ایسی ہیں جنھیں عقل قبول نہیں کرتی اس لئے کہ اگر جناب عباس کو خرید کر رسول کریمؐ کے دل کو خوش کرنا تھا تو راستہ میں ابوبکر کو کیوں ذریعہ بنایا گیا خود بلال کو ساتھ لے کر آں حضرتؐ کی خدمت میں نہیں جا سکتے تھے یاروں نے یہاں بھی حرفت بازی سے کام لیا دوسرے ہی کے صدقہ میں کیوں نہ ہو مگر بیچارے ابوبکر صاحب کو فضیلت ضرور دی جائے۔

اگر خیرات کی فضیلت سے ہی کام چلتا ہو تو پھر برق صاحب جسے چاہیں

صدق بہ سے مراد لیں ان کو اختیار ہے رہ گیا شیعوں کا معاملہ ان کے یہاں تو بالاتفاق بلال کو مولی رسول کہا جاتا ہے۔

[" علامہ طبرسی حضور صلعم کی آخری علالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

ثم قام و تھیأ الصلوۃ وحضر المسجد وصلی خلف ابی بکر

(احتجاج ص۵۳) (حضور اٹھے نماز کی تیاری کی مسجد گئے اور ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی) "]

یہ ہیں برق صاحب جو شیعہ سنی اتحاد چاہتے ہیں اللہ رکھے شرم وغیرت سے آپ کو فطرتاً کوئی تعلق نہیں ہے جھوٹ بولنا باعث ثواب ہے مگر ہمارے "تقیہ" کے قرآنی طریق پر اوچھے اعتراض بھی کرتے ہیں ——— خیر سے آپ کو "بحرالحیا" کی مریدی کا شرف بھی حاصل ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ حیا کیسی ہے؟ ہر شجر اپنی پتیوں سے پہچانا جاتا ہے جب مرید اتنا سفید جھوٹ بولتے ہیں تو پیر کیسے ہوں گے۔ اللہ بہتر جانتا ہوگا ——— جس جگہ کی یہ عبارت ہے اس کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں معاملہ فدک میں جب جناب امیرؑ نے مسجد رسولؐ میں حضرت عمر صاحب کو قائل کر دیا کہ یہ فدک مملوکہ معصومہ عالم ہے آپ حضرات کا قبضہ اس پر غاصبانہ ہے اس کے جواب میں حضرت عمر اور تو کیا کہتے بس اسی قدر گویا ہوئے کہ علی ہمارے پاس تمہاری باتوں کا تو کوئی جواب ہے نہیں مگر یقین رکھو کہ یہ فدک واپس نہ ہوگا یہ کہہ کر عمر صاحب ابوبکر صاحب کے پاس آئے اور ساری روئداد بیان کر دی ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر علی اسی طرح حق کا اعلان کرتے رہے تو ہم حکومت کر چکے۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا پھر کیا تدبیر کی جائے۔ بس قتل! یہ عمر صاحب کا جواب تھا پھر اس عظیم امر کا

کون مرتکب ہو گا۔ ابوبکر صاحب نے بزرگانہ لہجے میں سوال کیا۔ میرے خیال سے خالد بن ولید ضرور اس کام کو انجام دے سکتا ہے۔ سازشوں کے داؤں پیچ کے ماہر عمر صاحب کا جواب تھا خالد بن ولید کو بلا کر کہا گیا کہ تم سے ایک اہم کام لینا ہے اس کے دن تو پلٹے ہی تھے بڑی جرأت کے ساتھ بولا واللہ اگر علیؑ کو قتل بھی کرنا ہو تو میں کر سکتا ہوں (خالد کا جواب بتاتا ہے کہ وہ ان حضرات کے دلی ارادوں کو مدت سے جانتا تھا ورنہ اس بے باکی سے قتل جناب امیر المومنین علیہ السلام کا اظہار نہ کرتا) ان بزرگوں نے کہا۔ بس یہی تو کام ہی ہے دیکھو صبح نماز میں جب میں سلام پڑھوں تو تم قتل کر دینا کہیں اس گفتگو کو اسما بنت عمیس نے سن لیا اس کی اطلاع اپنی کنیز کے ذریعہ حضرت علیؑ کو دیدی جناب امیر علیہ السلام نے ان کو تو مطمئن کر دیا کہ یہ لوگ میرے قتل پر قادر نہ ہوں گے (اس جواب کے بعد) ثم قام و تهيأ للصلوٰة وحضر المسجد وصلى خلف ابى بكر وخالد بن وليد لعنه الله يصلى بجنبه ومعه السيف فلما جلس ابو بكر فى التشهد ندم على ما قال وخاف الفتنة ...... ثم التفت الى خالد فقال يا خالد لا تفعلن ما امرتك الخ جناب امیر اٹھے نماز کی تیاری کی مسجد میں ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی اور خالد بن ولید لعنہ اللہ حضرت امیرؑ کے پہلو میں تلوار لے کر نماز پڑھ رہا تھا جب ابوبکر تشہد میں بیٹھے تو اپنے کہے پر نادم ہوئے اور اس فتنۂ عظیم سے ڈرے ..... پھر خالد سے متوجہ ہو کر بولے کہ خالد! جس امر کا ہم نے حکم دیا ہے اس کو ہرگز نہ کرنا الخ ناظرین کرام برق صاحب سے پوچھیں کہ کہاں حضور صلعم کی علالت کا ذکر ہے اور کہاں حضور صلعم کی نماز کا؟ عوام کو فریب میں مبتلا کرنا چاہتے تھے کہ وقت آخر

آں حضرت صلعم نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور خود ان کے عقب میں نماز ادا کی صرف سُنیوں ہی کے ہاں یہ روایت نہیں ہے بلکہ شیعوں کے ہاں بھی ہے مگر انھیں یقین نہیں تھا کہ "ہر فرعونے راموسیٰ"

جن لوگوں نے جناب امیر علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا ہو ان لوگوں کے اسلام و ایمان کی بحث ہی فضول ہے اس لئے کہ قاتل جناب امیرؑ کیا مومن ہو سکتا ہے؟ اگر واقعہ قتل وقوع میں نہیں آیا تو بغض و حسد اور دشمنی کا ثبوت تو مہیا ہو گیا دشمن امیرؑ منافق ہے، کافر ہے نہ کہ مومن اب سوال صرف اتنا باقی رہتا ہے کہ جناب امیرؑ علیہ السلام نے ہی ابوبکر کے پیچھے نماز کیوں پڑھی؟

۱۔ مصلحتاً ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تاکہ فتنہ و فساد کا سدباب ہو سکے اور اس وقت دین اسلام میں جو ایک افراتفری اور انتشاری کیفیت پیدا ہو گئی تھی وہ کسی طرح ختم ہو جائے باقی رہی نماز تو اس کی نیت سے کسی کو واقفیت نہیں جناب امیر علیہ السلام فرادی کی نیت سے نماز ادا کرتے تھے اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۲۔ برق صاحب اس سے استدلال نہیں کر سکتے اس لئے کہ ان کے ہاں نماز فاسق و فاجر کے پیچھے جائز ہے علماء اہلسنت فاسق اور ہوا و حرص کے تابع اور بدعتی لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھا کئے ہیں (عینی الہدایہ جلد اول ص۴۴ کتاب الصلوٰۃ باب الامامہ) لہذا برق صاحب بیشی نمازی کو دلیل ایمان نہیں بنا سکتے ممکن بلکہ یقین ہے کہ جناب امیرؑ نے حضرت ابوبکر صاحب کو اپنے سامنے دیکھ کر ان کو در و دیوار سے زیادہ وقیع نہ سمجھا۔ امام وقت کی موجودگی میں

ابوبکر صاحب امامت پر مصر رہے اور امام برحق ناخوش رہا تو خود ابوبکر صاحب کی نماز باطل ہوگئی امام کی نماز پر حرف نہیں آسکتا اس صورت سے یہ اعتراض ختم ہوگیا قتل کی سازش اور برق صاحب کا جھوٹ بہرحال مسلّم رہا۔

علمی سرقہ، فریب اور جعل

["حضرت امام باقرؑ فرماتے ہیں لست بمنکر فضل ابی بکر ولست بمنکر فضل عمر ولکن ابی بکر افضل (احتجاج طبرسی) (میں ابوبکر و عمر کی فضیلت سے انکاری نہیں بلکہ اتنا کہتا ہوں کہ ابوبکر افضل تھے"]

اس وقت برق صاحب (جو شیعہ سنّی اتحاد چاہتے ہیں) کو علمی سرقہ، فریب کاری اور جعل کے جرم میں "رنگے ہاتھوں" ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں تاکہ حق و باطل، صادق و کاذب، دن اور رات، شیعہ اور سُنّی کا واقعی فرق سمجھ میں آسکے۔ (عربی عبارت طول کے خوف سے ترک کی جاتی ہے)

(۱) سب سے پہلے برق صاحب کے معلومات اور علمی قابلیت کا اندازہ فرمایئے کہ اس واقعہ کو امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ یہ واقعہ امام محمد تقی علیہ السلام کا ہے چونکہ امام محمد باقر علیہ السلام کی کنیت ابوجعفر ہے اور امام محمد تقی علیہ السلام کی بھی لہذا برق صاحب نے اس واقعہ کو امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ عبارت شروع ہوتی ہے ان المامون بعد ما زوج ابنتہ ام الفضل اباجعفر علیہ السلام (مامون جب اپنی بیٹی ام الفضل کو امام محمد تقی علیہ السلام سے بیاہ چکا) اسی جگہ غور کرنا چاہیئے تھا کہ امام محمد باقر علیہ السلام عہد مامون میں تھے ہی نہیں تو مامون اپنی

لڑکی کی شادی ان سے کیونکر کرتا؟ اور سوالات مشہور درباری عالم یحییٰ بن اکثم کر رہا ہے پڑھنے لکھنے انسان کو یہاں سنبھل جانا چاہیے کہ یحییٰ بن اکثم مامون کے وزیر با تدبیر اور امام محمد باقرؑ کا زمانہ ایک نہیں تھا لیکن اہلبیت دشمنی نے کسی ایک محل پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا جس کے تاریخی معلومات کا یہ عالم ہو وہ صحیح تاریخ پیش کر سکتا ہے؟ لاحول ولا قوۃ۔

(۲) مامون کے دربار میں یحییٰ بن اکثم نے امام محمد تقی علیہ السلام سے سوالات کئے جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ امامؑ شیخین کے متعلق جو اپنی رائے رکھتے ہیں دربار میں ظاہر فرما دیں جیسا کہ معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام سے چاہا تھا چنانچہ وہ سوال کرتا ہے کہ

آپ اس حدیث کے بارے میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ کے پاس جبرئیل آئے اور سلام و درود کے بعد عرض کیا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ آپ ابوبکر سے پوچھ لیں کہ وہ مجھ سے راضی ہیں میں تو ان سے راضی ہوں۔

فرزند رسول ۔ لست بمنکر فضل ابی بکر میں ابوبکر کی فضیلت سے انکار نہیں کروں گا مگر اس حدیث کے راوی پر واجب ہے کہ اس حدیث پر بھی عمل کرے جو حجۃ الوداع کے موقع پر آں حضرتؐ نے بیان فرمائی تھی کہ مجھ پر جھوٹی حدیثوں کا الزام لگانے والے بہت ہو گئے ہیں اور ہوں گے (لہذا سُن رکھو کہ) جو مجھ پر جھوٹا الزام دے گا وہ اپنی جگہ جہنم میں بنا لے (میری حدیث کے معلوم کرنے کا عمدہ معیار یہ ہے کہ) میری احادیث کو قرآن پر پیش کرو اگر مطابق ہو تو لے لو ورنہ اس پر عمل نہ کرو (چنانچہ) یہ حدیث جو ابوبکر کے متعلق ہے

قرآن کے مخالف ہے اس لئے کہ خود اس کا ارشاد ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے جو بات اس کے دل کے اندر کھٹکتی ہے ہم اس سے بھی آگاہ ہیں (اس لئے کہ) اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں پس اللہ تعالیٰ پر ابوبکر کی خوشی و رنج کا مخفی ہونا یہاں تک کہ سوال کرنے کی ضرورت ہوئی عقلاً محال ہے۔

یحییٰ بن اکثم ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابوبکر و عمر زمین پر اسی طرح ہیں جیسے آسمان پر جبرئیل و میکائیل۔

فرزند رسول ۔ یہ بھی ناقابل قبول ہے اس لئے کہ وہ دونوں فرشتے مقرّب دربار الوہیت ہیں جنھوں نے کسی آن بھی طاعت الٰہی سے نافرمانی نہیں کی اور ان حضرات نے شرک کیا پھر محال ہے کہ ان کی مثال ان (معصوم) فرشتوں سے دی جائے۔

یحییٰ بن اکثم ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں جنت میں بوڑھوں کے سردار ہوں گے۔

فرزند رسول ۔ یہ بھی محال ہے اس لئے کہ جنت میں بوڑھے نہ ہوں گے یہ حدیث الحسنؑ والحسینؑ سید ا شباب اھل الجنۃ کے مقابلہ میں وضع ہوئی ہے۔

یحییٰ بن اکثم ۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمر بن الخطاب بہشتوں کا چراغ ہوگا۔

فرزند رسول ۔ یہ بھی محال ہے اللہ کی بہشت اس کے مقرب فرشتوں اور انبیاء و مرسلین کے انوار سے منور نہ ہو اور ہو تو عمر کے نور سے جبکہ آں حضرتؐ سراج منیر بھی ہیں۔

یحییٰ بن اکثم - یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کی زبان پر حق ہی جاری ہوتا ہے۔

فرزند رسول - لست بمنکر فضل عمر ولکن ابا بکر افضل من عمر فقال علی راس المنبر ان لی شیطانا یعتر ینی فاذا ملت فسددونی الخ

یعنی میں عمر کی فضیلت کا انکار نہیں کروں گا لیکن ابوبکر جو عمر سے افضل مانے جاتے ہیں انھوں نے برسر منبر یہ اقرار کیا ہے کہ میرے ساتھ ایک شیطان ہے جو مجھے پکڑ لیتا ہے (لہذا) جب میں حق سے منحرف ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دیا کرو۔

امام محمد تقی علیہ السلام کا منشاء یہ ہے کہ ابوبکر صاحب جو عمر صاحب سے اہلسنت کی نظر میں افضل ہیں جب وہ شیطانی پھندے سے محفوظ نہ رہ سکے تو پھر یہ بہر حال ان سے کم درجہ کے ہیں یہ کس طرح شیطان سے بچ سکتے ہیں کہ ان کی زبان پر حق کے علاوہ کچھ اور نہ نکلے (اس کے علاوہ) جب عمر کے فتوی پر عورتیں اصلاح کرتی تھیں اور وہ خود اقرار کرتے تھے کہ عورتیں مسائل شرعیہ میں مجھ سے زیادہ عالم ہیں اور اکثر لولا علی لھلک عمر (علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا) فرمایا کرتے تھے تو کیسے مانا جائے کہ ان کی زبان پر حق ہی جاری ہوتا تھا الخ

ناظرین کرام نے تدلیس ابلیس ملاحظہ فرمائی؟ کیا کوئی صاحب عقل اس پوری گفتگو کے بعد یہ فیصلہ کرنے پر مجبور نہیں کہ امام علیہ السلام ہر موضوع و مصنوع حدیث کو غلط ثابت فرما رہے تھے اگر ابوبکر و عمر صاحبان کو غاصب حقوق وغیرہ فرما دیتے تو کیا دشمن کو موقع نہ ملتا کہ قتل کا حکم دیدے اور پھر یہ استدلال کا موقع کہاں ملتا لہذا امام علیہ السلام نے میں ابوبکر و عمر کی فضیلت سے انکار نہ کروں گا کہہ کر

طریق ابراہیمی کا احیاء فرمایا اور ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن پر کاربند رہے۔ اگر جناب ابراہیم پر اعتراض کیا جا سکتا ہے تو امام علیہ السلام پر بھی اعتراض درست ہوگا۔

["حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ حضور عموماً فرمایا کرتے تھے ما سبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ ولکن لشیئ وقر فی قلبہ۔ (تم سے ابوبکر کی سبقت و فضیلت صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک اور چیز کی وجہ سے ہے جو اس کے دل میں جاگزیں ہے) یہاں دیگر صحابہ سے ابوبکر کی فضیلت کا ذکر ہو رہا ہے اور اس لئے "اور چیز" سے مراد عشق رسول ہی ہو سکتا ہے لیکن قاضی شوستری یہاں بھی پخ لگانے سے باز نہ آئے اور کہا کہ چیز سے مراد حرص خلافت ہے جو ابوبکر کے نس نس میں رچی ہوئی تھی اور یہ نہ سوچا کہ حرص ایک مکروہ عیب اور بداخلاقی ہے اس کی بنا پر حضور نے ابوبکر کو باقی صحابہ سے افضل کیسے قرار دیا؟ روایت میں سبق کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی ہیں "سبق تقدم" "آگے نکل گیا" سبق علی قومہ علاھم کرما" فلاں آدمی قوم پر سبقت لے گیا یعنی شرافت و عزت میں بڑھ گیا یہ لفظ قرآن میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے السابقون الاولون (توبہ) السابقون السابقون اولئک المقربون (واقعہ)"]

۱۔ کاش برق صاحب نے ہماری کتابوں کو ایک سرسری نظر دیکھ لیا ہوتا تو اس بیچارگی سے اندھوں کی طرح قدم قدم پر ٹھوکریں نہ کھاتے اصل کتاب میں لشیئ نہیں بلکہ بشیئ ہے وقر فی قلبہ نہیں بلکہ وقر فی صدرہ ہے اس کا

ترجمہ یہ ہوا کہ ابوبکر نے تم پر روزہ و نماز کے سبب سے سبقت نہیں کی مگر (اس کا سبب) وہ چیز ہے جو اسکے سینہ میں اجمی ہوئی ہے " اور وہ حب ریاست، اور حصول عزت و اقتدار ہے جناب شہید ثالث علیہ الرحمہ پر پھبتی لگانے کا الزام قطعاً بے سرو پا ہے اس لئے کہ ابوبکر کے اسلام لانے کی اصل یہی تھی کہ ان کو حصول عزت و اقتدار کی امید دلائی گئی تھی اس امید اور کاہن (جس نے پہلے شام یا یمن میں ابوبکر صاحب کو آگاہ کردیا تھا) کے قول سے لالچ میں آکر ابوبکر صاحب نے اسلام قبول کیا لہذا یہ کہا جائے گا کہ ابوبکر صاحب نے غربت، بیکسی دلالی کی مصیبت اور دسترخوان کی مگس رانی کی ملازمت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اسلام لانے میں کچھ مسلمانوں سے سبقت کی ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان بیچارے کو حقیقت اسلام کا کوئی علم نہ تھا نماز و روزہ سے کوئی محبت نہ تھی مدعائے حقیقی صرف دولت و اقتدار تھا وہ جس طرح بھی حاصل ہو بہرحال اس کو حاصل کرنا ہے جناب شہید علیہ الرحمہ کا بشئ وقر فی صدرہ سے "حب ریاست" مراد لینا پھبتی لگانا نہیں بلکہ حقیقت کو بے نقاب کرنا ہے سیاق و سباق عبارت جو جناب شہید کے قول کا موئد ہے - اس کے علاوہ ایک نہایت ناطق دلیل شہید علیہ الرحمہ نے اور پیش کی ہے برق صاحب نے جس کو شیر مادر سمجھ لیا اس لئے کہ اس کا جواب قیامت تک ممکن نہ تھا اور وہ یہ ہے کہ خلوص دل سے اگر ابوبکر صاحب نے اسلام قبول کیا ہوتا تو خلافت کو غصب اور حق معصومۂ عالم کو پامال نہ کرتے جیسا کہ شیخ بوعلی سینا نے فرمایا ہے کہ

مر مرا بازی نکو ناید زردی اعتقاد حق زہرا بردن و دین پیمبر داشتن

کیا برق صاحب نے اس عبارت کو دیکھا نہ تھا؟ آخر گردشِ قلم اس کی طرف کیوں نہ ہوئی معلوم ہوا کہ شہیدؒ نے درست فرمایا تھا البتہ اگر کسی کے دل و دماغ ہی میں عصبیت کا بخار لگا ہو تو ہم اس کو سمجھانے سے معذور ہیں

۲۔ ماسبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوٰۃ کا ترجمہ برق صاحب فرماتے ہیں کہ (تم سے ابوبکر کی سبقت و فضیلت صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے نہیں۔)
شہید کی عبارت میں وہ کون سا لفظ ہے جس کا ترجمہ برق صاحب نے "فضیلت" کیا ہے؟ "فضیلت" "سبقت" کے مرادف بھی نہیں ہے کہ اس سے چشم پوشی کی جا سکے

("یہاں دیگر صحابہ سے ابوبکر کی فضیلت کا ذکر ہو رہا ہے اور اسلئے "اور چیز" سے مراد عشقِ رسولؐ ہی ہو سکتا ہے")

سبحان اللہ روایت میں کہیں فضیلت کا تذکرہ ہی نہیں اور برق صاحب فرما رہے ہیں کہ ابوبکر کی فضیلت بیان ہو رہی ہے اگر حرص و طمع ہی باعث فضیلت ہے تو لاریب ہم کو کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر یہ مکروہ عیب اور بد اخلاقی ہے تو کیا انھیں چیزوں کو آپ ابوبکر صاحب کے فضائل میں شمار کرتے ہیں؟ —— نہ ابوبکر صاحب کو پیغمبر اسلام نے اصحاب سے افضل قرار دیا اور نہ روایت ان کی فضیلت بیان کرتی ہے یہ تو جناب کی خوش اعتقادی تھی جس نے منقصت کو بھی فضیلت سمجھ لیا تبت الجدار ثم انقش النقش (پہلے دیوار بنا پھر نقش و نگار)

پہلے آپ روایت میں "فضیلت" کا لفظ یا جس سے فضیلت مراد لی جا سکتی ہے اس کو معین کیجئے پھر جو سمجھ میں آئے بیان کیجئے ہم جواب کے لئے تیار ہیں قطعی جناب شہید علیہ الرحمہ نے یہ سوچا ہوگا کہ حرص ایک مکروہ عیب اور بد اخلاقی ہے لیکن انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ جس ذات کے لئے یہ صفات بیان کئے جا رہے ہیں ان سے بہتر موصوف مل نہیں سکتا اگر خدانخواستہ آپ جیسا دل و دماغ (جس میں حقائق کی سمائی نہیں) جناب قاضی علیہ الرحمہ کا بھی ہوتا تو وہ بھی وہی سوچتے جو آپ سوچ رہے ہیں لیکن جس دل و دماغ پر اللہ کا فضل ہو وہاں اس کی کہاں گنجائش۔

۳۔ آپ نے "سبق" کے لفظی معنی کے لئے اللہ کے فضل سے دو قول پیش کئے "۱" سبق تقدم آگے نکل گیا (۲) سبق علی قومہ علاھم کرما فلاں آدمی قوم پر سبقت لے گیا یعنی عزت و شرافت میں بڑھ گیا ہم کو اس پر کوئی اعتراض نہیں "سبق" کے انھیں معنوں کو ہم بھی درست سمجھتے ہیں لیکن جب از روئے لغت ہم کو اختیار ہے کہ سبق بول کر تقدم (آگے نکل گیا) بھی مراد لے سکتے ہیں تو پھر اس مقام پر کیوں نہ ہم اس معنی کو مراد لیں جبکہ قرائن بھی اسی کے موید ہیں اور ظاہر ہے کہ "تقدم" کے مراد لینے میں ابو بکر صاحب کے لئے کوئی وجہ فضیلت نہیں مثلاً ابلیس نے حق کے مقابلہ میں مخالفت کی آواز بلند کرنے میں سبقت کی۔ فرمائیے اس میں ابلیس کی کیا مدح ہوئی؟

محترم آپ نے جو قرآن مجید کی آیتیں پیش فرمائی ہیں دونوں میں السابقون کی لفظ ہے اس لفظ۔ کے متعلق جب قرآن مجید ہی کا حوالہ پیش کرنا تھا تو "سبقکم" تلاش کئے ہوتے تاکہ بھرپور روایت سے مطابقت ہو جاتی یا تو آپ کو قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت ملی ہی نہیں یا ملی ہو مگر بمصلحت اس کو پیش کرنا آپ نے درست نہیں سمجھا خیر لیجئے ہم پیش کرتے ہیں

(۱) ولوطا اذ قال لقومہ اتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العالمین (پ اعراف ع ۱۷)

(اور لوط کو (بھیجا) جب اس نے کہا اپنی قوم سے کہ کیا تم ایسی بے حیائی کرتے ہو جو نہیں کی تم سے پہلے کسی نے جہان میں)

(۲) ولوطا اذ قال لقومہ انکم لتاتون الفاحشۃ ما سبقکم بھا من احد من العالمین (پ۲۰ عنکبوت ع ۱۵)

(اور لوط کو ہم نے بھیجا) جب اس نے کہا اپنی قوم سے کہ تم لوگ مرتکب ہوتے ہو ایسے بے حیائی کے جو تم سے پہلے کسی نے بھی دنیا کے لوگوں میں نہیں کی) (ترجمہ مولوی عاشق الہی صاحب سنی)

برق صاحب آپ کو حضرات خلفا کی قسم فرمائیے کہ کیا روایت کے جملہ "ما سبقکم ابوبکر" اور قرآن مجید کے اس ٹکڑے "ما سبقکم بھا من احد من العالمین" میں کوئی فرق ہے؟ یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ کیا آپ "ما سبقکم بھا من احد من العالمین" کو مسبوق علی قومہ

علاھم کرما (..... قوم پہ سبقت لے گئے یعنی عزت و شرافت میں بڑھ گئے) کے معنی مراد لے سکتے ہیں؟ بالفاظ دیگر کیا آپ کی نظر میں قوم لوط اپنے افعال شنیعہ کی وجہ سے عزت و شرافت میں بڑھ گئی تھی؟ فرمائیے اب قاضی شوستری کی طرف کیچڑ لگانے کا الزام درست ہے یا غلط؟

صحیح تاریخ امامیہ کی اور صرف امامیہ کی ہے اس لئے کہ امامیہ کی تاریخ خود ان کے پاک و پاکیزہ خون سے تیار ہوئی ہو سیم و زر کے روپہلے سنہرے سایہ میں جو تاریخ مرتب ہو گی اہل عقل سمجھ سکتے ہیں کہ وہ دولت و اقتدار سلطنت کا دباؤ اور بادشاہ وقت کی مرضی کے مطابق ہو گی نہ حقائق کے حقائق قطعاً نظر انداز کر دیئے جائیں گے جیسا کہ ہوا۔ ——

لیکن جس کو اپنے خون سے تاریخ لکھنا ہے اسے نہ دولت و اقتدار کی ہوس ہو گی نہ سلطنت کا دباؤ ہو گا اور نہ شاہ وقت کی بنی بگڑی تیوریوں کی پرواہ۔

(شریف مرتضیٰ امامیہ کے ایک متبحر عالم تھے ان کا ایک قول بحار الانوار کی جلد سوم میں یوں منقول ہے (فارسی عبارت ترک کی جاتی ہے) (تمام مسلمانوں نے ابو بکر سے بیعت کر لی اس پر رضا، خوشنودی، سکون اور اطمینان کا اظہار کیا اور سب نے کہا کہ مخالفت بیعت..... بدعت ہے) جب چار لاکھ مسلمانوں نے ابو بکر کو مسلمان سمجھ کر حضور پر نور کی مسند پہ بیٹھا دیا تھا تو اتنی بڑی شہادت و اجماع کو مسترد کرنے کے لئے اس سے بڑی شہادت درکار ہے جو اس

دور کی تاریخ سے قطعی نہیں مل سکتی۔)

(۱) ہم کو یہ عبارت بحار الانوار میں تلاش کے باوجود نہیں مل سکی برق صاحب کے حق میں نہ ملنا بہتر ہی ہوا اور نہ سیاق وسباق کے دیکھنے کے بعد انداز تحریر کچھ اور ہی ہوتا پھر بھی ہم کو شک ہے کہ ایسا تو نہیں کہ سید مرتضیٰ نے کسی کا قول درمیان کلام میں نقل فرمایا ہو جسے برق صاحب نے علم الہدیٰ کا قول سمجھ لیا اور یہ کچھ بعید بھی نہیں برق صاحب اور انکے ہم مشرب حضرات اکثر ایسا ہی کرتے ہیں جیسا کہ ناظرین نے گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمایا۔

(۲) فی الحال ہم اس کو سید مرتضیٰ ہی کی عبارت سمجھ کر جواب دیتے ہیں کہ عبارت ہے "گفتند کہ مخالفت وبدعت کنندہ۔۔ست" یعنی بیعت کرنے والوں نے کہا کہ "مخالفت بیعت بدعت ہے" اسی کلام سے واضح ہوتا ہے کہ کچھ ایسی بھی مقدس ہستیاں تھیں جنھوں نے ابوبکر صاحب کی بیعت نہیں کی تھی ورنہ بدعت کا فتویٰ کیسا؟ ——— "حسب اقرار علماء اہلسنت بیعت نہ کرنے والوں میں جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سلمان فارسی ابوذر غفاری عمار یاسر ابن زبیر سعد بن عبادہ اور جملہ بنی ہاشم تھے انھیں سے کہا جا رہا تھا کہ بیعت کر لو جن میں سے کچھ کو تو دھمکا کر بیعت پر مجبور کیا گیا اور باقی نے بیعت نہیں کی۔ ناظرین دو منٹ رک کر برق صاحب سے سوال کر لیں جو ابھی ابھی ایک گھنٹہ قبل کی روایت ارتداد پر بحث کر رہے تھے ان کو اب تو معلوم ہو کہ سوائے

چند کے سبب بیعت کر کے مرتد ہو گئے۔

۳۔ داب مناظرہ سے عدم واقفیت نے فرقۂ امامیہ کے مقابلہ میں برق صاحب سے اجماع کی حجیت پیش کروا دی حالانکہ سارے عالم کو معلوم ہے کہ فرقۂ حقہ امامیہ اس اجماع ہی کو باطل سمجھتا ہے امام وقت کی جس میں رائے نہ پائی جائے چہ جائیکہ جو اسکی مخالفت میں منعقد ہو۔ لہذا چار لاکھ چار کروڑ یا اس سے بھی زائد لوگ بیعت بکہ یہ پر اجماع کرلیں اور امام وقت اس کا مخالف ہو تو وہ اجماع عندالامامیہ باطل ہوگا انکے مقابلہ میں اس کی حجیت سے استدلال کرنا سفاہت ہے چار لاکھ مسلمانوں کے اجماع کو مسترد کرنے یا اس سے بڑی شہادت مانگنے سے برق صاحب کے کمال عقل کا پتہ چلتا ہے اگر معیار حق و باطل یہی ٹھہرا تو برق صاحب آں حضرت کی نبوت کو بھی ثابت نہیں کر سکتے نہیں بلکہ توحید کے ثبوت کے لئے بھی برق صاحب کے پاس کوئی دلیل نہیں رہ جائے گی اسلئے کہ اکثر بنی آدم کا اجماع عقیدہ توحید کے خلاف ہے (جن میں دنیا کے ان عقلا کی شرکت ہے برق صاحب اپنی کتاب "دو قرآن" میں جن کی مدح میں رطب اللسان ہیں) لہذا اس اجماع کو مسترد کرنے کے لئے اس سے بڑی شہادت درکار ہے جو اس دور کی نہیں بلکہ کسی دور کی تاریخ سے نہیں مل سکتی۔

۴۔ جناب امیر علیہ السلام بحمد اللہ مثیل ہارون ہیں اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ (مناقب خوارزمی) متفق علیہ حدیث

موجود ہے وہاں جناب ہارون کو چھوڑ کر پوری قوم نے سامری کے گوسالہ کی پرستش شروع کر دی تو اگر یہاں علیؑ کو چھوڑ کر ان کے غیر کی بیعت کر لی جائے تو تعجب کیا نہ وہاں ولایت ہارونی پر حرف آیا اور نہ یہاں خلافت علوی پر حرف آ سکتا ہے اگر ولایت ہارونی کے خلاف ہونے والے اجماع کو مسترد کرنے کے لئے اس سے بڑی شہادت کا سوال جناب ہارون سے کیا جائے تو جناب امیرؑ سے بھی ہو سکتا ہے۔

۵۔ الحق مع علی و علی مع الحق (حق علیؑ کے ساتھ اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں) (مناقب خوارزمی) جیسی متفق علیہ حدیث کے دیکھنے کے بعد ناظر بصیر اور صاحب عقل سلیم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ اگر علی علیہ السلام کے خلاف اتنا بڑا اجماع تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ اجماع باطل ہوگا اس لئے کہ اگر اجماع برحق ہوتا تو علیؑ جیسا حق پرست بلکہ عین حق (علیؑ عین حق ہیں ملاحظہ ہو ولی اللہ دہلوی کی کتاب تفہیمات الٰہیہ) اس کی مخالفت نہ کرتا)

("تفسیر قمی میں ..... اذ اخرجہ الذین کے تحت درج ہے "جب حضور صلعم غار میں تھے ابوبکر سے کہنے لگے مجھے اس کے رفقاء (جو اس وقت حبشہ میں تھے) کی کشتی دریا میں کھڑی نظر آ رہی ہے نیز مجھے مدینہ کے انصار دکھائی دے رہے ہیں جو اپنے گھروں میں آرام کر رہے ہیں ابوبکر نے کہا کیا آپ دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا بے شک

کہا مجھے بھی دکھایئے چنانچہ آپ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اُسے سب کچھ نظر آگیا۔ بعد ازاں حضور نے فرمایا تو صدیق ہے۔

۱۔ اس روایت کے پیش کرنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت ابو بکر صاحب کو آں حضرتؐ نے صدیق کا لقب عنایت فرمایا تھا مگر برق صاحب اپنے جلیل القدر علماء کی ان تصانیف کو کیا کریں گے جن میں صاف و صریح درج ہے کہ صدیق تین ہیں (۱) مومن آل لیٰسین (۲) مومن آلِ فرعون (۳) حضرت علی علیہ السلام (صواعق محرقہ ابن حجر) نیز حضرت علیؑ کا یہ قول بھی درج کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا میں ہی صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں میرے علاوہ اگر کوئی اپنے کو صدیق و فاروق کہے تو وہ بہت بڑا جھوٹا ہے کیا اس حدیث کو لکھنے والے علماء اہلسنت سب کے سب کذاب و مفتری اور جعلساز تھے اور انکی کتابیں دریا برد کرنے کے لائق ہیں؟

۲۔ اس شخص کو صدیق کہنا جس نے معاملہ فدک کے سلسلہ میں کھل کر قرآن مجید کی مخالفت کی متعدد آیات قرآنیہ اور سیرت انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلا کر محض ایک لاوارث حدیث کا سہارا لیا یہ کس عقل کا فیصلہ ہے۔؟

۳۔ پیغمبر اسلام نے سفینۂ جعفر اور انصار مدینہ کو دیکھ کر ابو بکر صاحب کو خبر دی تو ابو بکر صاحب نے فرمائش کی کہ مجھے بھی دکھا دیجئے رسول کریمؐ نے یہ احسان بھی فرمایا اور ابو بکر صاحب نے آں حضرتؐ کے

طفیل میں سب کچھ دیکھا اور جب ابو بکر صاحب دیکھ چکے تو آنحضورؐ نے فرمایا کہ تو صدیق ہے آخر اس کا مقصد کیا ہوا؟ کیا برق صاحب جیسا نئی روشنی کا دلدادہ اس الٹی منطق کا مطلب سمجھ سکا یا سمجھا سکتا ہے؟ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جب ابو بکر صاحب سارے مناظر کو دیکھ چکے جس کی خبر آں حضرتؐ نے دی تھی تو خود ابو بکر صاحب کو کہنا چاہیئے تھا کہ انت الصدیق (بیشک آپ صدیق ہیں) یا پھر نظارہ بازی کے بعد ابو بکر صاحب نے اگر یہ کہا ہوتا کہ "ہاں واقعی سفینۂ جعفر بھی نظر آ رہا ہے اور انصار بھی" اور اس کے بعد رسول کریمؐ انت الصدیق فرماتے تو درست ہوتا۔ برق صاحب نے ذرا اپنے مطلب کی بات دیکھی اور بغیر غور و فکر کے یہ سمجھ لیا کہ شیعوں کے ہاں بھی ابو بکر کو صدیق ماننے والی روایت ہے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ کاتب کی غلطی سے تفسیر قمی کی روایت ناقص رہ گئی ہے اس کا پتہ تفسیر صافی یا دوسرے مطبع کی تفسیر قمی سے چلتا ہے جس میں یہ ٹکڑا موجود ہے کہ فاضمر تلک الساعتہ انہ ساحر یعنی ابو بکر صاحب نے کشتی جعفر و انصار مدینہ کو دیکھ کر دل میں سوچا کہ بیشک یہ (رسول خداؐ معاذاللہ) جادوگر ہیں نیز حیوۃ القلوب مجلسی میں بھی موجود ہے کہ "دانچہ حضرت فرمودہ بودند در خاطر گذرانید کہ الحال تصدیق کردم تو جادوگری انتہی یعنی ابو بکر صاحب نے انصار مدینہ اور کشتی جعفر کو دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ یہ پیغمبرؐ جادوگر ہے پس آں حضرتؐ نے

ابوبکر کی تصدیق ساحریت پر بعنوان تعریض و توبیخ فرمایا انت الصدیق (تو ہی صدیق ہے؟) جیسا کہ قرآن مجید میں جہنمیوں کے لئے آیا ہے کہ ذق انک انت العزیز الحکیم ("عذاب چکھو تم تو عزیز و حکیم ہو") فرمائیے اب صدیقیت کی فضیلت کدھر گئی اس روایت سے تو ایمان ہی کی خیر نہیں ہے۔

("ملا عبدالجلیل قزوینی امامیہ کے ایک بلند پایہ عالم ہو گذرے ہیں وہ اپنی کتاب "نقص الفضائح" میں لکھتے ہیں (اما ثنائے خلفا پس بر آں انکارے نیست بزرگان اند از مہاجرین والسابقون السابقون")

۱۔ مولانا سید اعجاز حسین ابن العلامہ سید محمد قلی کان اللہ لہ "کشف الحجب والاستار عن احوال الکتب والاسفار" جس کو حروف ہجا کی ترتیب سے مرتب فرمایا ہے باب نون میں تحریر فرماتے ہیں کہ "نقص الفضائح الروافض شیخ جلیل واعظ عبدالجلیل قزوینی رازی کی تصنیف ہے اس کتاب کو منتخب الدین نے مثالب النواصب فی نقص فضائح الروافض سے موسوم کیا ہے بہرحال عبدالجلیل قزوینی رازی نے اس کتاب میں متمردین و منحرفین کے ہفوات کا نقص اور رد فرمایا ہے اور جن چیزوں کو رد کیا ہے وہ احکام و اتقان اور جودت کلام میں اپنی آپ نظیر ہیں لیکن کتاب مذکور پر نظر کرنے والے ایسی چیزیں بھی پائیں گے جو کسی طرح مرضی نہیں ہو سکتیں مصنف نے اکثر مقامات پر جواب ناصب میں مماشاۃ للخصم ایسے امور بھی وارد کر دیئے ہیں جن سے عقل ابا کرتی ہے

ہو سکتا ہے کہ یہ انداز کسی ایسی غرض صحیح کی بنا پر اختیار فرمایا ہو جس کا سامنا مصنف کو رہا ہو" لہٰذا ایسی کتاب کو جو عند الامامیہ مسلم و متحقق علیہ بتمامہ نہ ہو محل استدلال میں پیش کرنا داب مناظرین کے خلاف ہے کیونکہ اس میں تقیہ توریہ اور استخدام کے صنائع و بدائع سے کام لینا اپنے تحفظ کے لئے ضروری ہوتا ہے جیساکہ ہر زمانہ میں عقلاء اور ارباب دیانت کا شیوہ پسندیدہ رہا ہے بلکہ فنون فصاحت و بلاغت کا ایک مستقل سرمایہ اسی انداز میں اہل بلاغت نے محفوظ کیا ہے علمی مطالب میں عبارات محتملہ اور روایات ضعیفہ سے تمسک کرنا طالب حق اور ناقد بصیر کے لئے زیبا نہیں۔

۲۔ باوجود اس جواب باصواب کے ہم نے اس حوالہ کو اصل کتابیں دیکھنا ضروری سمجھا کہ مبادا برق صاحب کی کذب بیانی نے کچھ اور ترقی کی ہو یا علمی خیانت نے کچھ مزید کہنہ مشقی دکھائی ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا دو روز متواتر کتاب نقض الفضائح الروافض (از مخطوطات کتبخانہ ناصریہ مرقومہ ۱۲۲۸ھ بمقام میرٹھ) میں اس عبارت کو تلاش کیا مگر اس کا کہیں پتہ نشان نہیں۔

عمر بن الخطاب

(حضرت عمر کے اسلامی کارنامے۔ آپ تمام غزوات میں شامل ہوئے فتح مکہ میں حضور نے مردوں سے بیعت لی اور عورتوں سے بیعت لینے پر حضرت عمر کو مقرر کیا...... روم پر چڑھائی کے وقت اپنی املاک کا نصف حصہ

پیش کیا بہت سے ملک فتح کئے آپ مزدوری کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالتے اگر فرصت نہ ملتی تو بیت المال سے دو درھم (سات آنے پاکستانی لے لیتے")

ان بزرگ کے کارناموں کی ایک معمولی سی فہرست ہم اس سے پہلے پیش کر چکے ——— برق صاحب نے حضرت عمر کا سب سے بڑا کارنامہ نظر انداز فرما دیا اور وہ ہے اہل بیت علیہم السلام کا خلافت سے محروم کرنا یاد رہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ پہلی بدعت تھی جو حضرت عمر کے ہاتھوں ظہور میں آئی۔

ہاں امامیہ کی ہر فرد کو یہ تسلیم ہے کہ آپ تقریباً تمام غزوات میں شامل ہوئے مگر کسی جنگ میں آپ کے "مقدس" ہاتھوں سے کسی کی نکسیر بھی نہیں پھوٹی بلکہ تفسیر کبیر بخاری و تاریخ خمیس وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر غزوات سے آپ نے دشمنوں کے خوف سے بھاگنے کا کامیاب مظاہرہ فرمایا رسول کریم ؐ بلاتے رہے مگر ان کی ایک نہ سنی ——— فتح مکہ کے روز حضرت عمر نے عورتوں سے بیعت لی یہ برق صاحب ہی کی گھریلو داستان ہے۔ پھر بھی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آخر آنحضرت نے عورتوں سے بیعت لینے پر حضرت عمر ہی کا انتخاب کیوں فرمایا؟ کیا حضرت عمر ان عورتوں کے محرم تھے؟ یا کسی "سبب خاص" کی وجہ سے حضرت عمر محرم و نامحرم کے بکھیڑوں سے مستثنیٰ تھے؟

حضرت عمر سے عورتیں بہت خوف کھاتی تھیں (ابن ابی الحدید جزاول ص۳۷)

اس کے باوجود رحمۃ للعالمین نے حضرت عمر کو عورتوں سے بیعت لینے کے لئے مامور فرمایا؟

روم کی چڑھائی کے وقت حضرت عمر نے اپنی املاک کا نصف پیش کیا برق صاحب کچھ اس انداز سے کہہ رہے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کئی اسٹیٹ کے مالک تھے پتہ نہیں یہ املاک حضرت عمر کے ہاتھ کہاں سے لگے؟ خاندانی ہو نہیں سکتا اس لئے کہ اگر کسی سیٹھ باپ کے بیٹے ہوتے تو گاڑھے کا کرتہ پہن کر گرمیوں کے زمانہ میں سارا سارا دن اونٹ چراتے نہ پھرتے اور اگر اپنی جمع کردہ جائداد تھی تو اس کا تاریخ میں کہیں پتہ نہیں اچھا چلئے آپ کی خاطر سے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کے راجا برلا تھے لیکن آپ دنیا کو یہ کیسے باور کرا سکتے ہیں کہ انھوں نے اپنا نصف سرمایہ اسلام کے حوالہ کر دیا کیا زمانہ سے عقلا کا جنازہ اٹھ گیا؟ مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ آپ سے سوال کریں کہ جس شخص نے آیۂ نجویٰ پر عمل نہ کیا ہو اور قرآنی ٹیکس کے سلسلہ میں ایک درہم بھی راہ خدا میں خرچ کرنا جس نے گوارہ نہ کیا ہو وہ اپنے سرمایہ کا نصف حصہ کس دل سے اسلام کو دیدے گا؟

بہت سے ملک حضرت عمر نے فتح کئے بجا ہے مگر فتوحات کے اس سلسلہ سے کس کی سنت کا احیا کیا گیا سرور کائنات صلعم کی یا بخت نصر کی

حضرت عمر صاحب زمانہ خلافت میں مزدوری کرتے تھے اس کی تصدیق صحیح تاریخ سے محال ہے۔ حضرت عمر بچوں کا پیٹ مزدوری سے نہیں پالتے تھے اور نہ دو درہم بیت المال سے لیتے تھے آپ نے تو اللہ اللہ کر کے الفاروق پڑھ لی ہے کیا آپ کو اس میں یہ نظر نہیں آیا کہ "صحابہ کو جمع کر کے (حضرت عمر نے) اپنی ضرورت بیان کی کہا کہ بیت المال سے میں کس قدر اپنے مصارف کے لئے لے سکتا ہوں؟ لوگوں نے مختلف رائیں دیں حضرت علیؑ چپ تھے حضرت عمر نے ان کی طرف دیکھا انھوں نے کہا کہ صرف معمولی درجہ کی خوراک اور لباس چنانچہ ان کے اور ان کی بیوی بچوں کے لئے (کھانا کپڑا مقرر ہوا ——— فوجی روزینہ داروں میں جب بدریین کے لئے تنخواہیں مقرر ہوئیں تو اور لوگوں کے ساتھ پانچ ہزار درہم ان کے بھی مقرر ہو گئے" صاحب صواعق محرقہ لکھتے ہیں کہ اخراجات حج کے نام سے جو رقم لی جاتی تھی وہ اس کے علاوہ ہے۔

علاوہ بریں چھیاسی ہزار کا وہ قرض اقراری ہے جو ریاض النضرۃ علامہ محب الدین طبری تاریخ الخلفا سیوطی" الفاروق شبلی وغیرہ میں بصراحت موجود ہے جس کا تذکرہ گذر چکا ــــ برق صاحب فرمائیں کہ مزدوری کے مال اور سات آنہ پاکستانی کے کذب صریح کو اب بھی کسی عقلمند کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کریں گے؟ ایک قابل دریافت امر اور ہے اور وہ یہ کہ بدریین کے لئے جو تنخواہیں مقرر ہوئیں انہیں

حضرت علی علیہ السلام کا نام بھی ہے یا نہیں ؟ اور اگر ہے تو برق صاحب بتائیں کہ ان کی تنخواہ یا وظیفہ کتنا مقرر ہوا تا کہ اندازہ لگایا جا سکے کہ حضرت عمر صاحب کو اتنا بھی جو ملا تو کیوں ؟

(۲) حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام (بحار الانوار) حضور نے دعا فرمائی تھی کہ اے اللہ عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کو مسلمان بنا کر اسلام کی شان و شوکت میں اضافہ کر۔"

اس کے قبل یہ بحث گذر چکی ہے کہ اکثر خداوند عالم مرد فاسق و فاجر اور بے دین سے بھی اسلام کی مدد و نصرت کا کام لیتا ہے اور اگر اس پر تسلی نہیں ہوئی بلکہ آنحضرت کی اس دعا کا غلط مفہوم سمجھ کر ایمان کا ثبوت پیش کرنا ہے تو برق صاحب مطمئن رہیں یہ قیامت تک ممکن نہیں ہے ـــــ اس لئے کہ آں حضرت نے "اعز الاسلام" فرمایا ہے "اعز الایمان" اگر ہوتا تو یہ بھی ممکن تھا ان کے اسلام سے کسی کو انکار نہیں بحث تو ہے ایمان کی۔

مقصد کی تکمیل کے سلسلہ میں انھیں لوگوں کو راہ سے ہٹایا جاتا ہے جو شدت سے مخالفت پر کمربستہ ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر ابوجہل کے کے ساتھ جناب عمر صاحب (جن کو تاریخ اسلام فظ غلیظ کے ساتھ یاد کرتی ہے) بھی سے ملے رہتے تو نہ معلوم اسلام کو اور کتنے غزوات و سرایا سے

دوچار ہونا پڑتا اور تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کتنی دشواریوں مصیبتوں اور کلفتوں کا سامنا کرنا ہوتا تصور سے باہر ہے۔ لہذا آں حضرت ؐ نے اسی قاعدہ کے مطابق کہ مرد فاسق و فاجر سے بھی اسلام کو مدد پہونچائی جا سکتی ہے دعا فرمائی کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو اسلام کی راہ پر لگا دے تاکہ کچھ تبلیغ اسلام میں آسانی ہو چنانچہ پروردگار عالم نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی دعا میں پہلے حضرت عمر کا اور بعد میں ابوجہل کا نام ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جناب عمر صاحب ابوجہل سے زیادہ مخالفت اسلام کے سلسلہ میں سخت و شدید تھے لیکن اللہ نے اسلام کی مدد کے لئے ان کو اس طرف موڑ دیا کیا عمدہ ہوا ہوتا کہ مسلمان ہو کر انھوں نے اپنے کو اسلامی خوبو میں بسالیا ہوتا مگر کیا کیجئے گا یہ تو اپنی اپنی ظرفی صلاحیتوں پر منحصر ہے ——— اعز الاسلام کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہو کر اسلام کی مدد کریں بلکہ اتنے سخت و شدید اور فظ غلیظ کا مخالفت کی راہ سے ہٹ جانا ہی اسلام کے عزیز دلہا ہونے کے لئے کافی تھا۔ روایت کی بنا پر جناب عمر صاحب کا اسلام قبول کرنا اثر ہے دعا رسول کا ورنہ یقین جانئے کہ ذریا معصومہ عالم جس کے دل کو نرم نہ کر سکے بھلا قرآن کی چند آیتیں اس کے سخت و شدید دل پر کیا اثر انداز ہوتیں بقول شخصے یہ غیبی طاقت تھی جس نے عمر کو رسول کے قدموں پہ ڈال دیا

چلئے ہم نے مان لیا کہ بڑی دھوم دھام اور شان و شوکت سے اسلام لائے اور ان کے قبول اسلام کو صاحب ناسخ التواریخ اور حملۂ حیدری نے بھی نقل کیا مگر مولانا آپ کی نظر آغاز پر ہے اور امامیہ کی نظریں انجام پر کون کس طریقے سے مسلمان ہوا یہ قابل تعریف بات نہیں ہے کس کا انجام بخیر ہوا اصل میں دیکھنا یہ ہے اور یہیں سے آپ بد کہتے ہیں جو اصل نزاع ہے اس کو تو امامیہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان حضرات نے اسلام قبول کیا اور اگر یہی تسلیم نہ کرتے تو ارتداد و نفاق کی بحث ہی کیوں پیدا ہوتی پھر تو کفر اور اسلام کی بحث ہوتی ——

(" کشف الغمہ میں محمد بن خالد کی سند سے یہ روایت درج ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے دوران خطبہ میں حاضرین سے پوچھا اگر میں اسلام سے منحرف ہو جاؤں تو تم کیا کرو گے ؟ حضرت علیؑ نے فوراً کہا کہ ہم تمھیں معزول کر کے نیا خلیفہ لائیں گے اسکے بعد اگر تمنے توبہ کر لی تو ہم تمھاری توبہ قبول کر لینگے ورنہ تمھاری گردن اڑا دیں گے ۔ اس پر فاروق اعظم نے کہا الحمد للہ کہ ہم میں ایسے آدمی موجود ہیں کہ اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر سکتے ہیں")

۱۔ کشف الغمہ نامی دو کتابیں ہیں ایک امامیہ کی دوسری سواد اعظم کی معلوم نہیں کہ یہ روایت کس کتاب سے نقل کی گئی ہے ممکن ہے کہ یہ روایت کشف الغمہ فی معرفتہ الائمہ (امامیہ) ہی سے منقول ہو لیکن یہ کب ضروری ہے کہ برق صاحب نے حدیث حلیتہ السیف (جو ابن جوزی سنی کا کلام ہے) کی طرح اس میں بھی تدلیس و تحریف سے کام نہ لیا ہو کہ نقل قول کو انھوں نے

ہمارا اعتقاد یا ہمارے گھر کی چیز سمجھ لیا ہو۔

۲۔ اور ان جملہ مباحث سے قطع نظر کرتے ہوئے خود برق صاحب کو اپنے اصول کے مطابق یہ دیکھنا چاہیئے تھا کہ یہ (لغو) روایت تاریخی حقائق کو جھٹلاتی ہے روایات صحیحہ و اخبار معتبرہ و موثقہ سے ٹکراتی ہے پھر کیونکر اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے ـــــ سوچنے کی بات ہے کہ جناب امیر علیہ السلام ایسا کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ عمر کو معزول کرنے کا اعلان فرما دیں گھر جلانے کیلئے آگ اور لکڑی آجائے دروازہ گرا دیا جائے معصومۂ عالم زخمی ہو جائیں جناب محسن کی شہادت واقع ہو جائے (کتب معتبرہ اہلسنت) تو اس موقع پر جناب امیر علیہ السلام اف نہیں کر سکے پھر آج جبکہ عمر صاحب وزیر نہیں بلکہ بادشاہ وقت ہیں جناب امیرؑ یہ کیونکر فرما سکتے ہیں کہ ہم تم کو معزول کر دیں گے۔ پھر معزول کرنا تو اسی کا کام ہوتا ہے جو عہدہ دیتا ہے حضرت امیرؑ نے نہ بادشاہ بنایا اور نہ آپ کی رائے تھی پھر معزول کرنے کا حق؟

۳۔ کیا خائن غاصب آثم اور غادر اسلامی راہ سے ٹیڑھا نہیں کہا جائے گا؟ ضرور کہا جائے گا لیکن ہم اس کے قبل صحیح مسلم بخاری شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جیسی معتبر ترین کتب سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت علی و عباس حضرات شیخین کو ان صفات سے موصوف سمجھتے تھے خود عمر صاحب کو اس کا شکوہ تھا کہ آپ لوگ ہم دونوں کو ایسا ایسا سمجھتے ہیں کیوں نہ ایسے موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے عمر کو قتل کر دیا؟

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ دینوری وغیرہ ملاحظہ کیجئے کہ

حضرت عمر نے بیعت بکریہ کے سلسلہ میں حضرت علی علیہ السلام کو قتل کی دھمکی دی تھی عمر اور شیر الہی کو قتل کی دھمکی الہی توبہ ــ پھر بھی صابر امام خاموش رہا کیوں نہ عمر کی گردن "بھٹے" کی طرح اڑادی؟ سوچنے کی بات ہے۔

حضرت عثمان

(وہ حضرت عثمان ذاتی طور پر نہایت شریف الطبع باحیا متقی عبادت گذار اور منجامرنج قسم کے آدمی تھے...

حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جیسی ہستیاں "بَدَّلتَ وَغَیَّرتَ" (تم خود بدل گئے اور سب کچھ بدل ڈالا) کی صدا لگا رہی تھیں یہی اضطراب بالآخران کی شہادت کا مرتکب بنا")

۱۔ غیرت مند و حیادار اور متقی ہونے کا نہایت شاندار مظاہرہ قرآن کو جلا کر کیا گیا ابوذر کو شہر بدر کر کے کیا گیا نہیں غیرت کا مظاہرہ تو دراصل حضرت عثمان نے اس روز کیا جس دن زوجہ عثمان رقیہ (ربیبہ نبی) دم توڑ رہی تھیں اور حضرت عثمان دوسری جگہ کنیز سے ہم بستر تھے۔۔

(تاریخ خمیس کا حوالہ گذر چکا)

۲۔ حضرت ام المومنین جیسی (بقول محدث دہلوی) عارفہ مجتہدہ صدیقہ اور پھر دو دو صحابی رسول طلحہ و زبیر کے فتوی کے مطابق حضرت عثمان "خود بدل گئے، صرف ارتداد اپنی ذات تک محدود تھا؟" سب کچھ بدل ڈالا" احکام الہی بدل ڈالا" شریعت بدل ڈالی سنت رسولؐ بدل ڈالی قرآن بدل ڈالا تو مرض ارتداد کتنا متعدی ہو گیا؟ بتائیے؟

اگر ایسے شخص کو "اجماعاً" باشندگان مدینہ اسلامی مفکرین و مدبرین قتل کر دیں تو کیا اس کو شہید کہا جائے گا؟ اللہ کا شکر ہے کہ ان کے متعلق تو آپ کو خود اقرار ہے کہ

("ان کے دور میں ...... کنبہ پروری کی وبا پھیل گئی تھی خود خلیفہ ثالث اور ان کے وزیر مروان بن حکم نے اچھے اچھے مکانات بنوا لئے تھے")

مکانات کو بنوانا مولانا! عیب نہیں ہوا کرتا مگر اس مقام پر عثمان صاحب اور مروان بن حکم کے مکانات کا ذکر بتاتا ہے کہ ان مکانات کی تعمیر میں ناجائز رقم صرف کی گئی تھی جس کی ایمانداری کی یہ داستان ہو اس کو خلیفۂ رسولؐ کہنا چہ بوالعجبی ست؟

رہا حضرت عثمان کا اپنے زمانہ میں مسجد کو وسیع کرنا جہاز بنوانا ممالک فتح کرنا قرآن کا (جلا کر پھر) جمع کرنا یہ تو وہ امور ہیں جن کو ہر بادشاہ انجام دیتا ہے چاہے وہ اظلم ہی کیوں نہ ہو جب بخت نصر ایسا کر سکتا ہے تو پھر حضرت عثمان تو بہرحال مسلمان تھے ______

اپنی لڑکیوں کی آں حضرتؐ نے شادی کی اس کی بحث گذر چکی یہ تھے خلفاء ثلاثہ جن کے ایمان کے ثبوت کے لئے برق صاحب نے زمین و آسمان کے قلابے ملائے علمی سرقہ کیا کذب بیانی سے کام لیا دروغ گوئی سے شرم و حیا نہ کی غلط کتب کے حوالہ دیئے مگر ان ساری کوششوں کے باوجود ان کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی ہر زمانہ میں ان ہی کے جیسے

قوی دل لوگوں نے ان ہی دلیلوں سے ثبوت ایمان خلفاء فراہم کرنا چاہا تھا مگر کہیں نقل کو اصل نار کو نور اور زمین کو آسمان بنایا گیا ہے؟ ہمیں بھی انکے مومن نہ ہونے پر تاسف ہے جب یہ حضرات مومن نہ ثابت ہو سکے تو فرزندانِ اسلام! آپ اپنی بربادی پر ادھار کیوں کھائے بیٹھے ہیں پیغمبر اسلام کی بزم کے ہر بیٹھنے اوٹھنے والے کی مدح کس مرض کا علاج اور ان سے دین و دنیا کی کون سی بہتری حاصل ہو سکتی ہے۔؟

باب ہشتم

تقیّہ

برق صاحب تقیہ کے قائل ہیں ہماری مظلومی پر اس مورد میں انھیں بھی رحم آیا۔ ہم پر اس سلسلہ میں جو زبان درازیاں کی جاتی ہیں اس کے وہ مخالف ہیں دوسرے لفظوں میں برق صاحب ہمارے مظلوم ہونے اور اپنے فرقہ کے ظالم ہونے کے اس مورد میں مقر ہو گئے ہیں —— برق صاحب حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

(''لیکن کوئی شخص خطرے کے بغیر کوئی ایسی بات کرے جس سے امت کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہو دروغ و فریب کا جواز نکلتا ہو تو...... پھر تقیہ نہیں ہوتا بلکہ ایک بد اخلاقی بن جاتی ہے'')

یعنی خطرہ کے موقع پر تقیہ کرنا برق صاحب کو تسلیم ہے اس اقرار کو ناظرین کرام ذہن میں محفوظ رکھیں شائد برق صاحب کا پارہ صفت قلم آگے چل کر رنگ بدل دے۔

(''بتوں کو بار بار جہنم کا ایندھن قرار دیا ہے اگر حضور ایک دفعہ بھی کفار سے ڈر کر ان کے خداؤں کی تعریف کرتے یا کسی اور پہلو جھک جاتے تو حضور کا احترام صحابہ کے دلوں سے اُٹھ جاتا اور اسلام وہیں ختم ہو جاتا

دین کے معاملہ میں یہ تمام بزرگ اسی کردار کے مالک تھے شہید اعظم نے سارا خاندان کربلا میں کٹا دیا لیکن فاسق کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا اگر امیر المومنین ؑ نے ابو بکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا تھا تو اس کی وجہ تقیہ نہیں تھا بلکہ آپ ابو بکر کو ایک نہایت راسخ الایمان..... مسلمان سمجھتے تھے"۔)

میں تو بعض وقت حیران رہ جاتا ہوں کہ آخر برق صاحب کس کس گھاٹ کا پانی پیئیں گے ابھی ابھی خزاء کے موقع پر تقیہ کا اقرار کر چکے ہیں پھر یہ کہنا کہ "دین کے معاملہ میں یہ تمام بزرگ اسی کردار کے مالک تھے" ایک لاینحل معمہ بن جاتا ہے کیا تقیہ دینی معاملات میں نہیں کیا جاتا اور ان حضرات نے دنیاوی امور میں تقیہ فرمایا تھا؟ آخر عوام کو دھوکا دے کر اپنی عاقبت کو کیوں برباد کیا جا رہا ہے پیغمبر اسلام نے اس وقت بتوں کو جہنم کا ایندھن قرار دیا جب تقیہ کی حالت سے آپ آزاد ہو چکے تھے ورنہ بتوں کو جہنم کا ایندھن قرار دینا تو بڑی بات تھی خود تین سال تک زمانہ تقیہ میں چھپ کر نماز پڑھتے رہے ہیں (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صـــ۲۱ و تفسیر کبیر ج ۸)

خود برق صاحب نے اصل واصول شیعہ کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ تقیہ (۱) بے مقصد جان جا رہی ہو تو واجب ہے (۲) اگر اظہار حق مفید مقصد ہو تو عمل اور ترک عمل میں اختیار ہے (۳) لیکن اگر باطل کو قوت پہونچے امت گمراہ ہونے لگے اور جور و ستم میں شدت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر تقیہ حرام ہے"

جناب امام حسین علیہ السلام جس منزل میں تھے اس میں تقیہ حرام تھا اس لئے تقیہ نہیں کیا کہ باطل کو قوت پہونچنے امت کے گمراہ ہونے او جور وستم میں شدت پیدا ہونے کا اندیشہ ہی نہیں تھا بلکہ یقین تھا یزید اسلام اور شریعت اسلامیہ کا مذاق اڑا رہا تھا لعبت ھاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل۔ امام حسین علیہ السلام کے حالات پر جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کے حالات کا قیاس باطل ہے۔ عہد جناب امیر علیہ السلام میں جس باطل کی ابتدا تھی وہ عہد حسینیؑ میں انتہا کو پہونچ گیا تھا عہد جناب امیرؑ میں باطل ایک دانہ کی شکل میں تھا اور امام حسین علیہ السلام کے عہد میں وہ پھوڑا ہو گیا تھا نشتر پھوڑے میں لگایا جاتا ہے دانہ میں نہیں نشتر علی علیہ السلام بھی لگا سکتے تھے مگر ان کو معلوم تھا کہ ابھی اسکی ضرورت نہیں اور امام حسینؑ جانتے تھے کہ اگر اب نشتر نہ لگایا گیا تو بڑھتے ہوئے جراثیم جسد اسلام کو ختم کر دینگے لہذا جناب امیرؑ کا تقیہ کرنا اور امام حسینؑ کا تقیہ کرنا ہر دو صورت میں اسلام کی حفاظت کا راز مضمر تھا۔

• ("و امیر المومنین علیہ السلام نے ابوبکر کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیا تھا")

اس کا ثابت کرنا برق صاحب کے لئے ایسا ہے جیسے دن کو رات ثابت کرنا جس طرح وہ ناممکن اسی طرح یہ محال برق صاحب پر پہلے ازراہ دیانت واجب ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ میں دکھا دیں پھر تقیہ اور عدم تقیہ کی بحث بعد میں ہوتی رہے گی جس طرح حضورؐ نے مکہ کے تیرہ سالہ قیام میں انتہائی خطرات کے باوجود کسی قیمت پر کفر و شرک سے مصالحت نہ کی اسی طرح نائب رسول جانشین نبی حضرت امیر علیہ السلام نے

باوجود انتہائی خطرات کے مرتدین و منافقین سے مصالحت نہ کی لیکن "مصالحت نہ کی" کا یہ مطلب نہیں کہ عدم مصالحت کی صورت میں تلوار کو نیام سے نکال لیں نہ ایسا فعل منیب نے کفر و شرک کے مقابلہ میں کیا اور نہ نائب نے ارتداد و نفاق کے مقابلہ میں ایسا کیا ــــــ رہ گیا مسئلہ تعاون تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ جو شرفا ہیں وہ دشمنوں کے ساتھ بھی عدم تعاون کو معیوب سمجھتے ہیں کفار قریش بنی کریم سے مشورہ لیتے تو کبھی آنحضرت صلعم ان کو غلط رائے نہیں دیتے تھے انکی امانتیں اپنے پاس محفوظ رکھتے کیا یہ تعاون نہیں پھر اگر اسلام کی حفاظت کے لئے حضرت امیرؑ نے رائے اور مشورے دیدیئے تو اس سے حضرات خلفاء ثلثہ کے ایمان پر کیونکر استدلال کیا جا سکتا ہے اور اگر کیا جا سکتا ہے تو کفار قریش ہی نے کیا قصور کیا ہے کہ انھیں کافر کہا جائے ۔ ــــــ برق صاحب اس خاندان کی بزرگی آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی اس کو سمجھنے کے لئے روحانیت پیدا کیجئے کیا آپ کو مروان بن حکم کا واقعہ نہیں معلوم کہ جب اس دشمن آل رسول کے جان کے لالے پڑ گئے تو خود اپنی عورتوں کو امام زین العابدین علیہ السلام کی حفاظت میں دے گیا اور امام علیہ السلام نے ان عورتوں کے قیام وطعام کا انتظام فرمایا (تاریخ طبری) کیا اس تعاون اور انسانی ہمدردی سے مروان کے ایمان یا دوستی پر استدلال کیا جا سکتا ہے ؟ ۔

("ایک آدمی حضرت امام جعفرؑ کے پاس آیا اور ابوبکر و عمر کے متعلق

ان کی رائے پوچھی آپ نے فرمایا ھما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیھما رحمتہ اللہ یوم القیامۃ (وہ دونوں امام تھے عادل منصف تھے حق پر تھے اور مرے حق پر پس ہو ان دونوں پر اللہ کی رحمت قیامت کے دن) جب باقی لوگ امام جعفرؑ کی مجلس سے اٹھ گئے تو ایک مصاحب نے پوچھا اے رسول کے فرزند ابوبکر و عمر کے متعلق آپ نے عجیب بات کہہ دی فقال نعم ھما اماما اھل النار کما قال سبحانہ وجعلنا منہم ائمۃ یدعون الی النار واما القاسطان فقد قال اللہ تعالیٰ واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا واما العادلان فلعدولھم عن الحق کقولہ تعالیٰ والذین کفروا بربھم یعدلون والمراد من الحق الذی کان مستولیین علیہ ھو امیر المومنین حیث اذیاہ وغصبا حقہ والمراد من موتھما علی الحق انھما ماتا علی عداوتہ من غیر ندامۃ عن ذلک والمراد من رحمتہ اللہ رسول اللہ فانہ کان رحمۃ للمومنین وسیکون خصما لھما ساخطا علیھما منتقما منھما یوم الدین"

خط کشیدہ الفاظ کو برق صاحب نے ترک فرما دیا تھا ہم نے اس کو بھی نقل کر دیا تاکہ بات ادھوری نہ رہے اور دعوی مع الدلیل واضح ہو سکے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ امام نے فرمایا کہ ہاں وہ دونوں جہنمیوں کے امام ہیں جیسا کہ خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "ہم نے ان میں سے ایسے امام بھی بنائے (پیدا کئے) جو

(لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے ہیں" لیکن قاسطان (اس سے وہ معنی مراد ہیں جو اس آیت میں ہے) جیساکہ پروردگار عالم کا ارشاد ہے" مگر قاسطین دوزخ کا ایندھن ہوں گے" لیکن عادلان سے مراد ان لوگوں کا حق سے منحرف ہوجاتا ہے جیساکہ ارشاد الٰہی ہے" جن لوگوں نے کفر کیا اپنے رب کے ساتھ وہ حق سے پھر جاتے ہیں" اور حق سے مراد جناب امیر علیہ السلام ہیں جن پر ان دونوں نے بظلم غلبہ حاصل کرکے خلافت غصب کی اور حضرت علیؑ کو اذیت پہونچائی اور اسی دشمنی کے عالم میں وہ مر گئے بغیر توبہ و استغفار کے اور رحمۃ اللہ سے مراد سرور کائنات صلعم ہیں اس لئے کہ قرآن مجید نے آپ ؐ کو) رحمۃ للعالمین کہا ہے عنقریب بروز قیامت ان دونوں پر حضرت غضبناک ہوں اور ان کے خصم ہو کر ان سے (انکے کئے کا) بدلہ لیں"

قرآن مجید کی ان واضح آیتوں اور تاریخ اسلام کی حقیقتوں کی روشنی میں اس تاویل لطیف کو ملاحظہ فرمائیے کہیں کوئی خرابی یا کذب وافترا کا پہلو نظر آتا ہے؟

ناظرین اب برق صاحب کا ریمارک سنیں فرماتے ہیں کہ۔

("اگر تاویل کی حدود اتنی وسیع کر دی جائیں تو قرآن کی ہر آیت سے شیطان کو خدا اور ابوجہل کو نبی ثابت کیا جا سکتا ہے")

خدا سواد اعظم کے مصنفین و مولفین کو عقل سے کام لینے کا شعور پیدا کرے ——— برق کو غالباً بلکہ یقیناً یہ بھی نہیں معلوم کہ تاویل

کہاں کہاں جاتی ہے اور کہاں نہیں؟ خیر اس سوال سے پہلے ہم قرآن مجید کی چند آیتوں کے ٹکڑے پیش کرتے ہیں برق صاحب بغیر کسی تاویل کے اس کا مطلب سمجھا دیں۔ تو ہم امامؒ کے اس کلام کی تاویل کو تسلیم نہیں کریں گے وھو ھذا (۱) الرحمٰن علی العرش استوی (۲) ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام (۳) ید اللہ فوق ایدیھم (۴) تجری باعیننا (۵) جنب اللہ (۶) یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود

برق صاحب وہ حقائق و معارف جو عقلاً سمجھے جا چکے ہیں اگر ان کے مقابلہ میں بظاہر کوئی ایسی چیز آجائے جو دلائل عقلیہ کے خلاف پڑتی ہو تو اس مقام پر تاویل واجب ہوتی ہے مثلاً قرآن مجید کے یہی مقامات جنھیں میں نے پیش کیا ہے ـــــ ورنہ آپ کو ثابت کرنا پڑے گا کہ عرش کا وہ کون سا حصہ ہے جس پر رحمٰن مستوی ہوا اللہ کا چہرہ کیسا ہے ہاتھ کتنے طویل ہیں آنکھیں کتنی بڑی ہیں پہلو کیسا ہے اور یہ پنڈلی کتنی موٹی ہے؟۔ فرمائیے کیا اس مقام پر بغیر تاویل کے کام چلے گا؟۔ اگر چلے تو چلائیے ذرا ہم بھی تو تماشہ دیکھیں یقیناً یہ مقامات لائق تاویل ہیں اس لئے کہ دلائل و براہین عقلیہ و نقلیہ اس کو تسلیم نہیں کرتے کہ اللہ کے ہاتھ آنکھیں پہلو اور پنڈلیاں ہوں اسی طرح چونکہ عقلی و نقلی دلائل اور تاریخی حقائق کے منافی یہ روایت پڑتی ہے لہذا ایک اس روایت کو تسلیم کرنے کے لئے دلائل عقلیہ براہین نقلیہ اور تاریخی حقائق کو ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا بلکہ اسکی

قرآن کی روشنی میں تاویل کریں گے ہاں جہاں سیدھے سادھے معنوں کے مراد لینے میں کوئی تکلف نہیں وہاں تاویل لغو سمجھی جائے گی۔——

آپ کی یہ دھمکی کہ

("قرآن کی ہر آیت سے شیطان کو خدا اور ابوجہل کو نبی ثابت کیا جاسکتا ہے")

بندروں کی "خوخو" سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی اگر واقعی آپ ایسا کرسکتے ہوتے تو ضرور کرتے مگر مصیبت تو یہ ہے کہ جن بازؤں میں اتنا دم نہیں کہ وہ چند منافقین کو مومن ثابت کرسکیں بھلا یہ کوہ گراں کیسے اٹھا سکتے ہیں کہ شیطان کو خدا اور ابوجہل کو نبی ثابت کردیں

ناظرین گرام یقین جانئے کہ ان لوگوں کے بس کا یہ روگ ہی نہیں تھا ورنہ ضرور پالا جاتا۔

فن فصاحت وبلاغت سے ناواقفیت کی بنا پر برق صاحب یہ سمجھے کہ عرب میں ایسا کلام ہوتا ہی نہیں حالانکہ اسی طرز کلام نے فن بلاغت میں ایک روشن باب کا اضافہ کیا ہے اور اس قسم کے نظائر کلام عرب میں بکثرت ملیں گے افسوس تو یہ ہے کہ ان بیچارے کو خود اپنے گھر کی خبر نہیں اس سلسلہ میں ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس کو صاحب مستطرف نے نقل کیا ہے۔

برق صاحب سنئے خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں ایک بڑی عورت آئی جو اس کے مظالم کا شکار ہوچکی تھی خلیفہ نے اس کے مردوں کو قتل

کر کے جائداد کو ضبط کر لیا اس نے سلام کیا اور کہا اقر اللّٰہ عینک وفرحک بما اتاک واتم سعدک لقد حکمت فقسطت (جس کا ظاہری ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرے، جو تمہیں ملا ہے اس سے تم خوش رہو اور تم پر نیکیاں تمام ہوں یقیناً جو تم نے فیصلہ کیا وہ انصاف ہی پر (مبنی تھا) جب وہ دکھیا بظاہر دعائیہ کلمات کہہ چکی تو ہارون رشید نے درباریوں سے پوچھا کہ تم سمجھے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ یہ جو کچھ کہہ رہی ہے وہ تمہارے حق میں بہتر ہی ہے مگر رشید تاڑ گیا کہ جس پر میں نے ظلم کے پہاڑ توڑے وہ دعا کیسے دے سکتی ہے؟ اور کہنے لگا کہ اس نے مجھے بد دعا دی ہے چنانچہ اس کا قول اقر اللہ عینک کا مطلب اس نے یہ لیا ہے کہ اللہ کرے کہ تیری متحرک آنکھیں ساکن ہو جائیں اور جب وہ رک جائیں گی تو اندھی ہو جائینگی اور اس کا قول وفرحک بما اتاک تو اس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ میں گرفتار عذاب الٰہی ہوں اور یہ مطلب ماخوذ ہے اللہ کے اس قول سے کہ حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذنا ھم بغتۃ (یہاں تک کے جو نعمتیں انکو دی گئی تھیں جب ان کو پا کر خوش ہوئے تو ہم نے یک بیک انہیں لے ڈالا) اور اسکا قول اتم اللہ سعدک تو اس سے اسکی مراد یہ ہے کہ میری سلطنت پر زوال آجائے اور یہ ماخوذ ہے شاعر کے اس قول سے اذا تم امر دنا نقصہ ترقب زوالا اذا قیل تم (ہر کمال را زوال) اور اسکا قول لقد حکمت فقسطت تو اس سے مراد اسکی یہ ہے کہ میں ظالم ہوں اور میرے جملہ فیصلے عدالت سے دور تھے اور یہ مضمون قرآن کی اس آیت سے ماخوذ ہے واما القاسطون فکانوا لجھنم حطبا (ظالمین جہنم کے ایندھن ہوں گے)

مستطرف ج ۱ صفحہ ۵۴ بہ بہ مصر ۱۳۰۰ھ

صاف لفظوں میں موجود ہے کہ رشید اقرار کر رہا ہے کہ وہ دعائیہ جملے کے مطالب میں اس طرح تاویل ہو سکتی ہے بلکہ جب قرینہ موجود ہو تو پھر تاویل واجب ہو جاتی ہے یہ رشید وہ ہے کہ جو صرف بادشاہ نہ تھا بلکہ پڑھا لکھا تھا اور ایسا پڑھا لکھا کہ جس نے اپنے زمانہ کے علماء کو کئی بار مباحثہ میں لاجواب کر دیا تھا پھر برق صاحب کو اس میں کیا تامل ہے اور اگر ہے بھی تو پھر اس حقیقت پر ان کی لاعلمی پردہ نہیں ڈال سکتی۔

(۱۰) امام جعفر عموماً شکایت کیا کرتے تھے کہ میرے مصاحب تاویل کے بڑے دلدادہ ہیں میں کچھ کہتا ہوں اور وہ کھینچ تان کر بات کو کچھ اور بنا دیتے ہیں " ان الناس اولعوا بالکذب علینا ...... وانی احدث احدھم بالحدیث فلا یخرج من عندی حتی یتاوله علی غیر تاویله ذلک بانھم لا یطلبون بحدیثنا وبحبنا ما عند اللہ وانما یطلبون الدنیا (رجال کشی) لوگوں کو ہماری طرف جھوٹ منسوب کرنے کا بڑا شوق ہے میں جب کوئی بات کہتا ہوں تو سامع باہر جاتے ہی اس میں ایسے معنی ڈال لیتا ہے جو میرے ذہن میں نہیں ہوتے ہماری حدیث اور ہماری محبت سے ان کا مقصد اللہ نہیں بلکہ دنیا ہے ")

چونکہ برق صاحب کے دل میں ایک غلط بات اتر چکی ہے لہٰذا اسی کے مطابق ہر بات کو توڑ مروڑ کر وہ پیش کرنا چاہتے ہیں اور اسی لئے ان کے ذہن کو تحقیق حق کی فکر نہیں ہوتی حدیث کا ترجمہ الفوں ایسا غلط کیا ہے کہ

مشکل ہی سے اس کی مثال ملے گی یہ ظاہر ہے کہ عبارت کے الفاظ اور اس کی ترتیب و ترکیب کے تغیرات معنی و مفہوم کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتے ہیں) اب آیئے ہم اس حدیث کا واقعی ترجمہ کرتے ہیں) اور برق صاحب کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ اس ترجمہ کو غلط ثابت کرسکیں تو زبان کھولیں۔

"اولعوا بالکذب علینا" کا ترجمہ فرمایا ہے "لوگوں کو ہماری طرف جھوٹ منسوب کرنے کا بڑا شوق ہے"...اولعوا کا مصدر "ایلاع" باب افعال سے ہے اور اس کا مادہ ہے "ولع" جس کے معنی ہیں کذب (المنجد) اب برق صاحب ذرا عقل کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ جب "ولع" (جو مجرد ہے) کے معنی ہوئے کذب "یعنی جھوٹ بولنا" تو مزید ہو کر جب وہ ایلاع بنے گا تو لا محالہ اس کے معنی ہوں گے "جھوٹ بلوانا" علم الصرف سے کوئی ذوق نہ ہو تو آیئے ہم بتائے دیتے ہیں (اولعہ ایلاعا) فلانا بکذا او جعلہ یولع واغراہ بہ (اس کو جھوٹ بلوانے لگا) اور (اس کو اس امر پر ابھارا) "اولع" "اغرے" (ابھارا گیا وہ) اب اس کا ترجمہ یہ ہوا کہ "لوگ ہم پر جھوٹ بلواتے ہیں میں کسی سے حدیث بیان کرتا ہوں تو وہ میرے پاس سے نکلنے کے قبل ہی حدیث کی (واقعی) تاویل کے خلاف (کوئی اپنی من مانی) تاویل کرلیتا ہے (یعنی یہ طے کرکے آتا ہے کہ آپ کی حدیث کے غلط معنی سمجھیں گے یہ حرکت ان کی اس لئے ہے کہ) وہ ہماری حدیث اور ہماری محبت کی مدد سے اللہ کا تقرب نہیں چاہتے بلکہ طالب دنیا ہوتے ہیں" یہ ترجمہ اس وقت ہو گا جب "اولعوا" کو معروف

پڑھا جائے لیکن جب اس کو مجہول پڑھا جائے گا تو ترجمہ اور زیادہ معنی خیز ہو جاتا ہے یعنی "لوگ ہم پر جھوٹ بلوائے جاتے ہیں (جو حالات کی وجہ سے قرین قیاس بھی ہے) امام علیہ السلام نے یہ بات بالکل صحیح فرمائی ہے اس لئے کہ بنی امیہ کا اسلام سوز زمانہ تھا ہی ایسا جب حدیثوں کو توڑنے مروڑنے اور حدیثیں گڑھنے کا باقاعدہ محکمہ قائم ہوا تھا۔ اس سے امام علیہ السلام نے حدیث کی تاویل کرنے سے ہرگز منع نہیں فرمایا بلکہ حدیث کی "غلط تاویل" کا شکوہ کیا ہے جس کو لفظ "اولعوا" (بصورتیں) بتا رہا ہے اس کے علاوہ اگر امامؑ نے مطلق تاویل سے منع فرمایا ہوتا تو حدیث "بغیر تاویلہ" پر ختم ہو جاتی مگر اس کے بعد امامؑ نے فرمایا ہے ذلک بانہم .... الدنیا" اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ ہماری محبت اور حدیث سے خدا کے تقرب کے خواہاں نہیں بلکہ دنیا کے خواہشمند ہیں" یعنی اگر وہ تقرب خدا کے خواہاں رہتے تو واقعی تاویل کے خلاف تاویل نہ کرتے لیکن چونکہ دنیا کے خواہاں ہیں اس لئے غلط تاویل کرتے ہیں وانما یطلبون الدنیا کا فقرہ بتاتا ہے کہ حکومت کی طرف سے لوگ اسی پر مامور تھے کہ احادیث امام کی غلط تاویلیں کریں اور اس کا معاوضہ بھی ان کو ملتا تھا ورنہ اس کی کیا ضرورت تھی نیز عوام کے "طلب دنیا" کا اور مقصد ہی کیا ہو سکتا ہے ـــــ حدیث میں الناس کی لفظ بتاتی ہے کہ یہ لوگ ایسے ہیں جن سے امامؑ سے کوئی توافق نہیں بلکہ تنافر ہے۔

(۱۰) ایک اور موقع پر امامؑ موصوف نے فرمایا تھا "لا تذکروا سرنا بخلاف علانیتنا ولا علانیتنا بخلاف سرنا حسبکم ان تقولوا

ما تقول و تصمتوا اما نصمت .. (ہمارا ظاہر باطن ایک ہے ایسی باتیں مت کہو جن سے ہمارے ظاہر و باطن میں تضاد ثابت ہو وہی کہو جو ہم کہیں اور جہاں ہم خاموش رہیں تم بھی خاموش رہو)

دشمنوں کے نرغہ میں ہر عاقل انسان محتاط گفتگو کرتا ہی ہے پھر امام زمانہ جیسا نبض شناس وقت کتنا محتاط ہو گا ارباب نظر سمجھ سکتے ہیں امام علیہ السلام کی یہ حدیث بھی اسی قبیل سے ہے جس میں آپ نے اپنے دشمنوں سے انتہائی محتاط قدم اُٹھانے کی تلقین فرمائی ہے مگر افسوس کہ برق صاحب کی برق رفتاری حقیقت کی منزل کو پس پشت ڈال کر ان کو آگے بڑھا لے گئی ——— لا تذکر و ..... بخلاف سرنا" کا ترجمہ فرماتے ہیں " ہمارا ظاہر و باطن ایک ہے " سبحان اللہ سبحان اللہ معلوم ہوتا ہے آپ نے " شارٹ ہینڈ " کی کافی مشق کی ہے مشق نہیں مشق ستم فرمائی ہے ہم سے اس کا ترجمہ سنیئے ۔ امام فرماتے ہیں " ہمارے باطن کو ہمارے ظاہر کے خلاف ذکر نہ کرو (اسی طرح) ہمارے ظاہر کو ہمارے باطن کے خلاف ذکر نہ کرو ۔ تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جو ہم کہیں وہی تم کہو اور جس پر ہم چپ رہیں تم بھی چپ ہو جاؤ " کیا اس صحیح ترجمہ کے بعد آپ کا جعلی اعتراض باقی رہ گیا ہم کہہ چکے ہیں کہ امام نے غلط تاویل سے منع فرمایا ہے مطلق تاویل سے ہرگز نہیں روکا مگر آپ مطلق تاویل کے منع پر اصرار فرما رہے ہیں کہیئے تو کہیں ۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

دبے فتنوں کو از سر نو اتحاد و اتفاق کے حیلہ سے زندہ کرنے والے برق صاحب کا ایک اور سفسطہ ملاحظہ فرمایئے کافی سے امام جعفر صادقؑ کی ایک حدیث نقل کی اور اس پر عجیب و غریب اعتراض فرمایا ہے۔ روایت سنیئے۔

(" سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول کان ابی علیہ السلام یفتی فی زمن بنی امیہ ان ماقتل البازی والصقر فھو حلال وکان یتقیھم وانا لا اتقیھم وھو حرام ماقتل (راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میرے والد (امام محمد باقرؑ) عہد بنو امیہ میں تقیہ کی بنا پر باز و شاہین کے مارے ہوئے شکار کو حلال کہتے تھے لیکن میں تقیہ نہیں کرتا اور اسے حرام کہتا ہوں ")

ناظرین کرام پوری کتاب پڑھ لیں شاید ہی کہیں برق صاحب نے بھول کر صحیح ترجمہ ملاحظہ ہو۔ (راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے والد امام محمد باقر علیہ السلام) بنی امیہ کے زمانہ میں فتویٰ دیتے تھے کہ باز و شاہین کا مارا ہوا شکار حلال ہے (یہ فتوے اس لئے دیتے تھے کہ) وہ ان (بنی امیہ) سے تقیہ فرماتے تھے اور میں اس مسئلہ میں) ان سے تقیہ نہیں کرتا (اس لئے حقیقت کو صاف اور واضح کرتا ہوں کہ ایسا شکار در اصل حرام ہے) یتقیھم کا ترجمہ "تقیہ کی بنا پر" پتہ نہیں کہاں سے برق صاحب نے فرمایا اسی طرح اتقیھم کا

ترجمہ: "میں تقیہ نہیں کرتا بالکل غلط ہے اس لئے کہ اس ترجمہ سے (جا و بے جا) مطلق تقیہ کا اثبات اور انکار لازم آتا ہے حالانکہ تقیہ صرف بنی امیہ سے ہے لیکن یہ ان کا ایک مغالطہ ہے کہ انھوں نے بیتقی اور اتقی کے مفعول کا ترجمہ ہی نہیں کیا جو محذوف نہیں بلکہ ظاہر بظاہر آنکھوں کے سامنے موجود ہے ناظرین کتاب برق صاحب کی تاریک ذہنیت دیکھیں اور پھر اتحاد و اتفاق کے داعی ہونے کا جذبہ ..... ملاحظہ فرمائیں خیر یہ کوئی بات نہیں بلکہ ان کے اسلاف سے مذہب اہلبیتؑ کے خلاف یہی روش چلی آتی ہے۔ اب ان کے اعتراض کا بنیادی جواب سنیئے اس حدیث سے یقیناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام محمد باقرؑ نے بنی امیہ سے تقیہ کی بناپر باز و شاہین کے شکار کے حلت کا فتوے دیا حالانکہ دراصل وہ حرام تھا لیکن برق صاحب ہرگز یہ ثابت نہیں کرسکتے کہ امام کے اس فتویٰ سے معاذاللہ "دین میں خلل" اور "کردار میں پستی" آئی ہو بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس فتویٰ سے دین میں استحکام اور امام کے کردار میں بلندی کا ثبوت ملتا ہے۔

۱۔ برق صاحب ثابت کریں کہ امام علیہ السلام کے اس فتویٰ کے بعد کسی نے باز و شاہین کا مارا ہوا شکار کھا بھی لیا ہو —— جب یہ ثابت نہیں کرسکتے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ امام کی دوربیں مصلحت تھی کہ وہ جانتے تھے کہ میرے ایسا فتویٰ دینے کے بعد میرے فتوے کی بناپر ایسا کوئی کرے گا نہیں بلکہ اس مسئلہ کے ذریعہ حکومت کے

جاسوس میرے قتل کا ذریعہ تلاش کررہے ہیں اس کے علاوہ انکا اور کوئی مقصد نہیں لہذا یہ فتویٰ قطعی فساد دین کا باعث نہیں ہوا بلکہ اصلاح کا باعث ہوا کیونکہ اگر آپ بھی امام جعفر صادقؑ کیطرح حرمت کا فتویٰ دیدیتے تو حکومت وقت کی خونخواریوں کی شدت امام کی زندگی کا قبل از وقت خاتمہ کردیتی۔

۲۔ برق صاحب کا تعصب تو ملاحظہ فرمائیے کہ امام کے اس فتویٰ پر آپ نامناسب طرز سے اعتراض فرمارہے ہیں لیکن اپنے پیرومرشد عمر بن الخطاب کے "کردار کی پستی" اور "دین میں خلل اندازی" کو نظر انداز فرماتے ہیں جنہوں نے فرمایا تھا متعتان کانتا فی عہد رسول اللہ وانا احرمہما اگر عمر صاحب کو غاصب خلافت ہو کر اپنی مصلحت اندیشی کی بنا پر اسلام کے اس اہم ترین حکم کی حلت کو حرمت میں بدلنے کا حق ہے جس کی مرتکب حضرت ابوبکر صاحب کی لخت جگر اسماء بنت ابی بکر تک ہوئیں تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو حقیقی جانشین نبی ہونیکی بنا پر پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ مصلحت کی بنا پر کسی فروعی حکم کے متعلق ایسا فتوے دیں جس سے دین میں مصلحت ہی مصلحت کا حصول ہو مگر برق صاحب حضرت عمر کو معصوم نہ مانتے ہوئے بھی ہرگز ان کی غلطی کا اعتراف نہ کریں گے تو پھر امام محمد باقر پر اعتراض کرنے کا انھیں کیا حق حاصل ہے؟

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

(" ایک ہی مسئلہ کے مختلف جواب سن کر زرارہ بن اعین نے امام محمد باقر علیہ السلام سے استفسار کیا کہ مولا ایک ہی مسئلہ کے یہ مختلف جواب کیسے؟ فقال یا زرارۃ ان ھذا خیر لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد لصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقائنا وبقائکم (فرمایا اے زرارہ یہ بات ہمارے لئے بہتر اور ہم سب کی بقا کی ضامن ہے اگر تم سب ایک ہی نقطۂ خیال پر جمع ہو جاؤ اور لوگ تم کو ہمارے گروہ سے سمجھنے لگیں تو اس سے ہم سب کی زندگی ختم ہو جائیگی")

(" ہم عمداً اختلاف پیدا کرتے ہیں ") کہہ کر اس حدیث کا مذاق اڑانا آسان نہیں ہے شیعیت کی تاریخ سے جن حضرات کو آگاہی ہے انھوں نے اس کو سراہا ہے کہ اگر شیعیت کی جگہ اور مذہب ہوتا تو کب کا دم توڑ چکا ہوتا یہ تقیہ ہی تھا جس نے اس کو محفوظ کر لیا انتہا یہ کہ خود عبد العزیز شاہ صاحب کو بھی اس کا اقرار ہے تحفہ مسرور قم ملاحظہ کیجیئے۔ مختلف جواب اسی تقیہ کی بنا پر دیئے جاتے تھے اگر برق صاحب ذرا دیانت سے کام لیتے تو ایسا اوچھا اعتراض وارد کرنے کی جراءت نہ کرتے جب انھوں نے خود تقیہ کی خوبیوں کا اقرار کر کے اس کو قرآنی مسلک تسلیم کر لیا تو پھر یہ طعنے کیسے ؟

راوی نے معصومؑ سے شیعوں کی محبت و وفاداری کا جب تذکرہ کیا کہ ایسے شیعوں کو آپ مختلف جواب کیوں عنایت فرماتے ہیں کہ جب کہ وہ آپ کی خدمت سے علیحدہ ہوتے ہیں تو ان میں اختلاف

ہو جاتا ہے قال فاجابنی بمثل جواب ابیہ امام نے فرمایا کہ میں
اپنے والد بزرگوار کی طرح جواب دیتا ہوں آپ کے والد بزرگوار
کس طرح کا جواب دیتے تھے اسی روایت اوپر موجود ہے
کہ تقیہ کی وجہ سے جن چاہنے والوں کو جو کچھ بتایا گیا ہے
ان اخذوا بہ فھو خیر لھم واعظم
اجرا اگر وہ اسی سے وابستہ رہے تو وہی انسان کے لئے بہتر ہے
اور اجر عظیم رکھتا ہے (اصول کافی) شروع میں برق صاحب نے
خود اقرار کیا ہے کہ اگر جان جانے کا خطرہ ہو تو کلمۂ کفر کی اجازت ہے
پھر جہاں امام اور ان کے چاہنے والوں دونوں کی جان خطرہ میں پڑتی
ہو وہاں اگر مختلف جواب خطرہ سے محفوظ رہنے کے لئے دیئے جائیں
تو کیا مضائقہ ہے؟ اور امام علیہ السلام اگر کسی خطرہ کا احساس کرکے
(بحکم الہی) شریعت کے خلاف عمل کرنے کا مسئلہ بتاتا ہے تو وہ اسکا
ذمہ دار بھی ہوتا ہے کہ خطرہ کے برطرف ہونے کے بعد صحیح مسئلہ
بتائے تاکہ غلط طریقہ سے خلاف شریعت کوئی عمل نہ ہو جناب علی بن
وغیرہ کے واقعات سے جن اصحاب کو خبر ہوگی وہ کبھی اس
اوچھے اعتراض کو نظر میں نہ لاویں گے برق صاحب کو چاہیئے تھا کہ
ان غلط قسم کے اعتراضات سے قبل حالات ائمہ معصومین علیہم السلام
مطالعہ فرمائے پھر قلم اٹھانے کی جسارت کرتے۔

اسی طرح ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک

خواب کی تعبیر دریافت کی امام ابوحنیفہ نے (جو موقع پر موجود تھے
اس کی تعبیر بتادی تو امام نے فرمایا اصبت واللہ یا ابا حنیفہ جب
ابوحنیفہ صاحب رخصت ہو گئے تو راوی نے امام علیہ السلام سے
اس کلام پر حیرت ظاہر کی امام نے فرمایا میری مراد یہ تھی کہ انما اصاب
فی الخطا (ابوحنیفہ غلط نتیجہ پر پہونچا) (روضہ کافی) برق صاحب فرماتے
ہیں کہ۔

(دو عربی میں جب خالی اصبت استعمال ہوتا ہے تو اسکا ایک ہی
مفہوم ہوتا ہے حکمت بالصواب۔ اتیت بالصواب تم نے صحیح
فیصلہ کیا تم نے صحیح بات کی یہ اصبت فی الخطا کی کچھ بعد کی ہے...
دنیا میں کوئی معمولی آدمی بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ اسکی طرف اس
اس قسم کے اہانت آمیز واقعات منسوب کئے جائیں اور امام تو ایک
بلند ہستی کا نام ہے جس کے متعلق دو غلط پن کا تصور بھی گناہ عظیم ہے)

۱۔ ضد الخطا کالصواب، دالنقص کالاصابتہ۔ والاصابتہ خلاف
الاصعاد والاتیان بالصواب واراد تہ دان وجدان دالا
حتیاج چونکہ لغت میں مطلق اصابتہ معنہا ہای مذکورہ کے لئے
آتاہے لہذا اس کے استعمال میں قید لگانے کی ضرورت ہوتی ہے
تاکہ متکلم کی مراد واضح ہوسکے جیسا کہ آپ نے خود بھی لکھا ہے حکمت
بالصواب اتیت بالصواب لیکن اگر بغیر کسی قید کے محض اصبت
رہے تو معلوم نہیں کہ متعلق کیا ہے پس یہ لفظ باعتبار لغت محتاج ہے

مذکورہ میں مجمل اور مبہم ہوگا اب مراد کے تعین کے لئے قرینہ حالیہ یا مقالیہ کا انضمام ضروری ہوگا اگر کوئی قرینہ نہ موجود ہو تو کسی تمام مراد پر حمل کرنا تحکم ہوگا ظاہر ہے کہ ان ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے لئے تکلم مراعات تقیہ سے ہر محل میں خالی فرض کرنا تاریخ کے حقائق کی تکذیب ہے لہذا انتہائے بلاغت یہی ہوگی کہ ایسا لفظ استعمال ہو کہ مخاطب معنائے قریب پر حمل کرے لیکن مراد متکلم معنائے بعید ہو جیسے مقامات یقتضی علی الاذھان وغیرہ فن بلاغت میں مذکور ہیں۔

۲۔ کسی روایت کے سیاق و سباق کو نظر انداز کرکے محض بعض اجزاء لے کر درپے استدلال ہو جانا عقلاء کا شیوہ نہیں ہے جب اس روایت میں اول و آخر آپس کے مقصود کے متناقض ہیں تو پھر بعض اجزاء سے استدلال کرنا اور باقی کو طرح کر دینا اسی قبیل سے ہوگا کہ لاتقربوا الصلوٰۃ لے لیا اور انتم سکاریٰ کو نظر انداز کر دیا

۳۔ رہا روایتوں میں پچر لگانے کا نقرہ تو اس کارخانہ کا آغاز دراصل سقیفہ سے شروع ہوتا ہے اور اس کی "آرڈھت" "خلافت" قرار پائی ہے جس میں ماہر طرح کے منتخب کاریگر جو اختراع و مکر و کید کی دیرینہ مشق ایام جاہلیت میں کرچکے تھے اسلام کے خود ساختہ کارخانہ میں آمریت اور خواہشات کی مشینوں میں ڈھلنے لگے اور پھر بھی تنگ اکتفا نہ تھی ورنہ یہ بھی کچھ کم نہ تھا کم سے کم یہ تو کہنا ہی پڑے گا کہ ان کے ہاتھوں روایات کی حرمت ہوئی وہ تو ایجادات کے مالک تھے اور

متفردات کے خوگر ہو چکے تھے جیسا کہ علماء اسلام کے ان تصانیف سے جو اس باب میں کثرت سے بعض اوقات بروز حقانیت نمودار ہو جاتے تھے جن میں موضوعات کا سلسلہ بڑے بڑے اکابر و اصاغر کا طرۂ امتیاز نظر آتا ہے اس صنف کی فراوانی وہاں ہو سکتی ہے جہاں احادیث و روایات کی کثرت ہے جہاں بابھمہ اقتن یتمو اھتما یتدم کی خود ساختہ سے رندان اسلام کو متوالہ بنائے ہوئے ہے اور اسی لغزش مستانہ کی کتاب و سنت رسول کو شکایت ہے۔ شریعت کے قلب میں جو زخم پڑ گئے ہیں وہ ابو عبیدہ ایسے جراح کے مرہم پٹی سے نہیں درست ہو سکتے۔

۴۔ خود محترم برق صاحب بھی تقیہ کے قائل ہیں اس کے قبل ہم تحریر کر چکے ہیں عبدالکریم شہرستانی تقیہ کے قائل ہیں (ملل ونحل) علامہ جلال الدین سیوطی تقیہ کے قائل ہیں (در منثور) امام فخر الدین رازی تقیہ کے قائل ہیں (تفسیر کبیر) صاحب تفسیر کشاف تقیہ کے قائل ہیں (تفسیر کشاف) امام اسمٰعیل بخاری تقیہ کے قائل ہیں (صحیح بخاری) صاحب فیض الباری تقیہ کے قائل ہیں (فیض الباری ج۳) علامہ شبلی تقیہ کے قائل ہیں (سیرۃ النبی) صاحب تفسیر بیضاوی تقیہ کے قائل ہیں (بیضاوی ج۲) صاحب تاریخ خمیس تقیہ کے قائل ہیں (تاریخ خمیس ج ۱) تحفہ اثنا عشریہ ۔۔۔۔ جس زمانہ میں یہ لکھی گئی شیعوں کا زور تھا جس کے باعث

مصنف علام (شاہ صاحب) نے اپنا اصلی نام ظاہر نہیں کیا۔ (لباب المعارف ص۱۴) عمر بن خطاب کے بہنوئی اور بہن نے تقیہ کیا (الفاروق ص۲۵) عہد مامون کے سارے علماء اہلسنت نے تقیہ کیا (المامون ج ۲ ص۱۲۴)

برق صاحب فرمائیں کہ کیا یہ محدثین مورخین مفسرین مناظرین اور محققین اہلسنت والجماعت سب کے سب دوغلے ہیں آپ کسی کو بری نہیں کر سکتے اس لئے کہ آپ کے خیال کے مطابق سب کا جرم ایک ہے یعنی سب نے دوغلہ پن کیا۔ دل کی بات چھپائی ظاہر کچھ باطن کچھ برق صاحب خیال رہے چونکہ آپ بھی تقیہ کے قائل ہیں لہذا بالقلم خود آپ بھی دوغلہ ہیں۔

فروع کافی میں دو واقعہ ہیں ایک، تو یہ کہ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ رسول خدا نے پڑھی اور اس کے لئے بد دعا فرمائی دوسرا واقعہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا ہے آپ نے بھی مع اپنے ایک غلام کے جو گریز کرتا تھا ایک دشمن اہلبیت کی نماز جنازہ پڑھی اور اس میں اس کے لئے بد دعا فرمائی ان واقعات پر برق صاحب کے اعتراضات ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضور کی ترسٹھ سالہ زندگی میں ایک لمحہ بھی ایسا موجود نہیں جس میں ان کے ظاہر و باطن میں ذرا سا بھی فرق آیا ہو

(۲) یہ بات میرے تصور میں بھی نہیں آسکتی کہ وہ عبداللہ بن ابی کے

جنازہ میں جائیں تو دعا کے لئے .... اور شروع کر دیں لعنتیں اور بد دعائیں برسانا.... حضور کی سیرت شاہد ہے کہ آپ نے کبھی کسی دشمن کے حق میں بد دعا نہیں فرمائی تھی۔ ۳۔ امام حسین کے نوکر کو تو یہ احساس تھا کہ دشمن اسلام کے جنازے میں شامل نہ ہونا چاہیئے لیکن خود امام جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے (۴) یہ بھاگنا بھی عجیب قسم کا تھا راوی کا بیان تو یہ ہے کہ وہ جنازے سے بھاگ کر کہیں پرے جا رہا تھا جنازہ سے بھاگنے کی ضرورت ہی کیا ہے جنازہ کسی حملہ آور کا نام تو نہیں ہے (۵) جب نماز جنازہ میں امام حسینؑ میت پر لعنت برسا رہے تھے تو کیا بائیں طرف والا نمازی بھی سن رہا تھا یا نہیں؟ (۶) بد دعا میں ایک جملہ یہ تھا "اے اللہ اسے انسانوں اور شہروں میں ذلیل کر" موت سے آدمی کا رشتہ اور شہروں سے کٹ جاتا ہے تو پھر شہروں میں ذلت کا مطلب؟"

۱۔ امامیہ کے عوام کا بھی خدا نخواستہ یہ عقیدہ نہیں ہو کہ آنحضرتؐ کے ظاہر و باطن میں معاذ اللہ فرق رہا مگر ظاہر و باطن کے ایک رہنے کے باوجود پھر بنائے تقیہ کبھی کبھی خطروں کا احساس کر کے ظاہر کو باطن کے خلاف ظاہر کیا گیا۔ آخر ان سفسطہ آمیز تحریروں سے عوام کو دھوکہ میں رکھ کر اپنی عاقبت کی مٹی کیوں خراب کر رہے ہیں اگر ظاہر کو باطن کے خلاف نہ ظاہر کرنا تھا تو نبوت کو پوشیدہ رکھنے کا کیا مقصد تھا چنانچہ صاحب تاریخ خمیس تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ

نبوت کو پوشیدہ کئے تھے اور چھپ کر لوگوں کو دعوت اسلام دیتے رہے تین سال تک متواتر حضور کا یہی معمول رہا فاصدع بما تؤمر کے حکم کے بعد کھل کر دعوت اسلام فرمانے لگے (ج ۲ صفحہ ۳۲۴)

۱۰- آپ اپنے ناقص تصور پر نبوت کے افعال کو تولنے کی ناکام کوشش کیوں فرماتے ہیں؟ یہ نہیں ثابت کیا جا سکتا کہ "آں حضرت عبداللہ بن ابی کے جنازہ میں دعائے (خیر) کے لئے تشریف لے گئے ہوں" اور وہاں پہونچ کر لعنتیں اور بد دعائیں برسائیں" بلکہ گھر ہی سے یہ طے کر کے گئے تھے کہ اس پر لعنت کرنا ہے۔

("حضور کی سیرت شاہد ہے کہ آپ نے کبھی کسی دشمن کے حق میں بد دعا نہیں فرمائی")

یہ لکھنا تاریخ وحدیث اور قرآن مجید سے ناواقفیت کی دلیل ہے کاش صحیح بخاری ہی دیکھ لیتے تو کبھی اتنے صریح کذب کے مرتکب نہ ہوتے وو زہری کا بیان ہے کہ مجھ سے سالم نے دہلیہ کے حوالہ سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کو نماز صبح کی آخری رکعت میں رکوع سے سر اٹھا کر یہ پڑھتے ہوئے سنا کہ اے میرے اللہ تو لعنت کر فلاں پر اور فلاں پر اور فلاں پر" صحیح بخاری ج ۳ ص ۱

تاریخ کی کتابیں دیکھئے (آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو سفیان معاویہ اور اس کے بھائی پر جنگ خندق میں لعنت فرمائی ہے

امام نسائی کی موت شاہد ہے کہ حضور نے معاویہ کے لئے بد دعا فرمائی کہ اللہ اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرے۔

۳۔ (روایت ہے کہ ایک منافق مرگیا حسین ابن علی علیہم السلام بھی جنازہ کے ہمراہ چل پڑے راہ میں انھیں ان کا غلام مل گیا حسین ع نے فرمایا کہاں جا رہے ہو غلام کہنے لگا اس منافق کے جنازہ سے بھاگ رہا ہوں آپ نے فرمایا میرے ساتھ صلوٰۃ جنازہ کے وقت میرے دائیں کھڑے ہونا اور جو کچھ میں کہوں وہ کہتے جانا")

اس روایت پر یہ اعتراض کہ

("حسین علیہ السلام کے غلام کو تو یہ احساس تھا کہ دشمن اسلام کے جنازہ میں شامل نہ ہونا چاہیئے..... لیکن خود امام جنازہ کے ساتھ جا رہے تھے")

ممکن ہے کہ غلام اس مصلحت سے واقف نہ ہو جو امام کے پیش نظر تھی اس میں کیا خرابی ہے کیا آپ کے اس اعتراض کو صلح حدیبیہ تک لے چلوں رسول کریم صلعم کفار مکہ سے (بظاہر) دب کر صلح کرنا چاہتے ہیں مگر حضرت عمر سخت و شدید مخالف بنے ہوئے ہیں فرمائیے حضرت عمر کی مخالفت سے رسول وہی کرتے جو حضرت عمر چاہتے تھے؟ اگر وہاں آپ رسول کریمؐ پر اعتراض کر سکتے ہوں تو یہاں امام حسینؑ پر کیجئے اور میں مانے تو آپ کو دور پہونچا دیا اسی عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ میں آں حضرت شرکت فرمانا چاہتے ہیں مگر عمر صاحب مخالفت

کر رہے ہیں (صحیح بخاری)۔ بڑھ کر آں حضرت پر اعتراض کیجئے ذرا میں بھی تو دیکھوں آپ کی جرأت۔

۴۔ (" غلام جنازہ سے بھاگ رہا تھا جنازہ کسی حملہ آور کا نام تو نہیں")

حافظ بن کتاب برق صاحب کے دماغ کی پستی ملاحظہ فرمائیں کہ اس اعتراض میں کیا دم ہے؟ سیدھی سی بات ہے کہ میں اس سے بھاگتا ہوں یعنی اس کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا نہیں چاہتا دوسرے الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس منافق سے اظہار بیزاری کر رہا تھا اس کو برق صاحب ایک دوسرا ہی رنگ دیکر مذاق اڑانا چاہتے ہیں۔ کیا تارک الصلوٰۃ سے لوگ کہا نہیں کرتے کہ "تم نماز سے بھاگتے ہو" تو کیا نماز کسی حملہ آور چیز کا نام ہے؟ پڑھنے میں دلچسپی نہ لینے والے طالب علم سے کہا جاتا ہے کہ "فلاں طالب علم پڑھنے سے بھاگتا ہے" کیا علم کوئی درندہ ہے؟

آیئے ہم اس کی مثال قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں میدان محشر کا نقشہ کھینچتے ہوئے قرآن ذکر کرتا ہے فاذا جاءت الصاخة یوم یفر المرء من اخیه وامه وابیه وصاحبته وبنیه (جب موجود ہو گی وہ غل و قیامت) کہ جس سے اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی اور اپنے ماں باپ سے اور اپنی جورو اور اپنے بیٹوں سے (ترجمہ عاشق علی سنی) برق صاحب ارشاد فرمائیں کہ کیا ماں باپ

بھائی زوجہ اور بیٹے قیامت میں ایک دوسرے کے لئے درندہ ہو جائیں گے؟ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے؟ یہ ہے اہلبیت علیہم السلام سے عداوت کا نتیجہ کہ برق صاحب کو اعتراض کرنے کا بھی شعور نہیں رہا۔

۵۔ جی ہاں بائیں طرف کا آدمی امامؑ کے کلمات لعن نہیں سن رہا تھا کہئیے آپ کو کیا اعتراض ہے ممکن ہے کہ امام صف کے آخیر میں کھڑے ہوئے ہوں اس طرح کہ بائیں جانب کوئی نہ رہا ہو خود امام علیہ السلام ہی صف کے آخری آدمی رہے ہوں اور داہنی طرف نوکر کھڑا ہو کر سنتا رہا۔

۶۔ ["موت سے آدمی کا رشتہ انسانوں اور شہروں سے کٹ جاتا ہے تو پھر شہروں میں ذلت کا مطلب"]

اب آپ کو کون سمجھائے کہ شہروں یا آدمیوں کے درمیان مرنے کے بعد بھی لوگ ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اس کے بعد بھی ذلت کا مطلب سمجھ میں نہ آئے تو آپ کو اس کا بھرپور مطلب بس لفظ "تبرا" ہی سمجھا جا سکتا ہے کیا آپ نے غالب کا یہ شعر نہیں پڑھا۔

ہوئے ہم جو مر کے رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

["حضور صلعم کی تاریخ ولادت کے متعلق مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے اہل سنت عموماً ۱۲ ربیع الاول لکھتے ہیں اور شیعہ کہتے ہیں کہ آپ ۱۷ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے "کافی" کے جامع محمد بن یعقوب کلینی نے بھی بارھویں ربیع الاول کو

ترجیح دی ہے اس پر ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ "کلینی نے موافق مشہور روایت مخالفان بیان کیا گویا تعین روز ولادت میں تقیہ فرمایا" یہ ہے تقیہ کی نئی قسم "}

اُس کو آپ تقیہ کی نئی قسم سمجھیں یہ آپ کی غلطی ہے ورنہ یہ تقیہ بھی خطرہ کی وجہ سے کیا گیا تھا ورنہ کافی جیسی کتاب کو ۲۳ برس میں لکھنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ ایسی کتاب حد سے حد سال بھر کے عرصہ میں ضرور لکھی جا سکتی ہے مگر یہ ۲۳ سال کا زمانہ بتاتا ہے کہ خوف کے عالم میں احادیث کا یہ مجموعہ تیار کیا گیا کافی کے اندر جو حدیثیں ضعیف ہیں وہ سب بربنائے تقیہ لکھی گئی ہیں اس پر استہزار کرنے سے قبل آپ کو تحفہ اثنا عشریہ اور عبدالعزیز شاہ صاحب کا مذاق اڑانا چاہیئے تھا جنھوں نے خوف کی وجہ سے اپنے مشہور و معروف نام سے نہیں شائع کیا۔

ہم نے آپ کی "دو اسلام" پڑھی ہے اس میں ان مظالم کا ذکر دیکھا

{"جو سنی راویوں نے خدا، رسول، قرآن اور دیگر صداقتوں پر توڑے تھے"}

اور اس کتاب میں شیعہ روایتوں پر آپ کے ہر چھوٹے بڑے مگر جھوٹے اور اوچھے اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیکر ثابت کر دیا کہ آپ شیعی کتب میں جن لغو، واہیات اور کذب و افترا کے طومار کو ثابت کرنا چاہتے ہیں اس میں آپ کو سخت ناکامی ہوئی اور اس قسم کے مظالم کی داستان آپ ہی کے ہاں ملے گی مظلوموں کو ظلم سے کیا سروکار جبکہ شیعہ اس سے محفوظ ہیں۔ اور جو کچھ ضعیف روایتیں ہماری کتابوں میں ہیں وہ تقیہ کی وجہ سے جنھیں ہمارے محققین علمائے کرام نے ثابت فرما دیا ہے۔

["جو لوگ میدان جنگ میں مسلمانوں سے نہ نپٹ سکے انھوں نے حدیث کا راستہ نکالا"]

خدا آپ کا بھلا کرے شاید زندگی میں یہ آپ کا پہلا صدق ہے مگر مولانا وہ حدیثیں تمامتر صحاح ستہ کے دامن میں محفوظ ہیں اللہ کے فضل سے امامیہ نے دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ کی روایتوں کو قبول ہی نہیں کیا تو پھر ان پر دشمن کامیاب کیونکر ہوتا اور میدان جنگ میں جو مسلمانوں سے نہ نپٹ سکے انکے اسماء تو آپ نے بتائے ہی نہیں شاید شرم دامنگیر ہوئی ہو ہم سے سنئے۔ ابو سفیان، معاویہ عمرو عاص خالد بن ولید وغیرہم اور معظمہ ام المومنین حضرت عائشہ بھی یقین نہ ہو تو تاریخ اسلام دیکھئے آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ ہم ہر زمانہ میں محقق رہے ہیں اسی لیے کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنا ہمارا طرۂ امتیاز ہے جب ساری امت مسلمہ ضلالت کی بھول بھلیاں میں کھوئی ہوئی تھی اور ہر ایک اپنے اپنے منتخب امام کے ساتھ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائے ہوئے تھا اس وقت ہم تلاش و جستجو اور تحقیق سے کام لیکر امام وقت جانشین نبی اور خلیفۃ اللہ کو پہچان لیتے تھے۔

["ملت اسلامیہ کو جن خونچکاں حوادث سے دوچار ہونا پڑا"]

اس کی تمامتر ذمہ داری اصحاب پر ہے نہار الرجال بن عنفوہ جیسا مہاجر قاری قرآن عمرو بن معدیکرب جیسے مسلمان اور صحابی رسول ام زمل جیسی صحابیہ کے حالات زندگی اور ان کا ارتداد میرے دعوی کی بین دلیل ہیں بے شک وہی

["راوی آج بھی (آپ کے) دل و دماغ پر سوار ہیں"]

ورنہ اتحاد و اتفاق کے حیلہ سے بھائی بھائی جیسی کتاب آپ کے ہاتھوں حیز وجود میں نہ آتی جس نے عرصہ سے دبے ہوئے فتنوں کو از سر نو زندہ کر دیا

خدا کا شکر کیجئے کہ آپ کی قسمت اچھی تھی کہ بھائی بھائی کا جواب ہم نے لکھا اگر کسی جوشیلے شیعہ نے لکھی ہوتی تو "بزرگوں" کی ایک ایک ہڈی منظر عام پر آجاتی لاما ییب ۔

[" کاروان آدم ایک منزل کی طرف رواں ہے جہاں صرف اللہ کی
حکومت ہوگی اسلام کی روشنی ہوگی شاہراہوں پر نور و ضیا کے بڑے بڑے
مینار نصب ہوں گے"]

جاء الحق وزھق الباطل کا نعرہ گونجتا ہوگا مسند نبوی پر جانشین نبی جلوہ افروز ہوگا شمال سے جنوب مشرق سے مغرب اور تحت سے فوق تک ایک مذہب ہوگا اس روز ظالموں، منافقوں اسلام کے غداروں اور اہلبیت کے دشمنوں سے قصاص لیا جائے گا یقیناً اس وقت

[" ہر ساز سے ایک ہی صدا نکل رہی ہوگی کہ نسل آدم ایک گھرانہ ہے"]

مگر اس وقت گھر کے مالک مظلوم ہابیل رہیں گے ظالم قابیل گھر سے نکالا جائے گا ابراہیمؑ و موسیٰؑ نبیؐ و علیؑ حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کی حکومت ہوگی نمرود و فرعون بوجہل ...... معاویہ یزید جیسوں نے اس گھرانہ کو برباد کرنیکی کوشش کی تھی جہنم رسید کیے جائیں گے ۔ آنشہ۔ اس وقت میں یہ دیکھوں گا کہ آپ کدھر ہوتے ہیں ۔